

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_228843**

UNIVERSAL  
LIBRARY





# ط ط مکش دیدکشن

عایجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک ملت آنریبل  
عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی میشیر خاص نواب مدار المہام سرکار  
عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور منتظیر مسرت  
ہے۔ اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب مدوح کے نام نامی  
وام گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں +

## گر قبول اقتدر ہے عزت و شرف

جناب مدوح کو بلحاظ علم و فضل و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب  
سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام  
دے رہے ہیں ایک تو عایجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے  
ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی۔ دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت  
یعنی قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے  
لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے  
آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسر نہیں آسکتا۔ لہذا تمام ملک کی دلی خواہش  
اور دعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبعی کو پہنچائے  
اور آپ کے مفید کاموں کو مکمل اور ان سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبد اللہ خاں

۱۳۔ اگست ۱۹۱۳ء

کتب خانہ آصفیہ  
حیدر آباد دکن  
۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ



# خلاصہ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب

(۲) فہرست دیباچہ کتاب

(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب

(۴) فہرست اسناد اصحاب کہ ذکر شاہ نعمنا وارث شد

## فہرست تراجم ماثر الکلام

دفتر ثانی

## موسوم بہ سرو آزاد

مشتل بر دو فصل

فصل اول در ذکر شعرا کے فارسی مشتل بر یک صد و چیل و سہ (۱۴۳) تراجم از

صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۳۵۱ +

فصل دوم در ذکر شعرا کے ہندی مشتل بر بیش (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

۱ حمد و نعت و حال تالیف کتاب . . . . .

۲ جواز شعر گفتن و خواندن از آثار و احادیث . . . . .

۱۲ کیفیت آغاز شعر و شاعری . . . . .

# فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۲۳) شعرے فارسی

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	سجائی - مولانا سجائی استرآبادی	۱۲	۱۵	فقہور - محمد حسین -	۳۷
۲	فیضی و فیاضی - شیخ ابوالفیض	۱۵	۱۶	نظام - میر نظام دست غیبی شیرازی	۳۸
	اکبر آبادی		۱۷	مرشد - ملا مرشد یزدجردی -	۳۹
۳	انیسی - شاملو یو نقلی بیگ	۲۱	۱۸	نرگالی - خوانساری -	۴۱
۴	نوعی - ملا نوعی خبوشانی	۲۲	۱۹	نقی - شیخ علی نقی -	۴۲
۵	نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری	۲۲	۲۰	طالب - آملی -	۴۳
۶	سنجر - میر سنجر خلف میر حیدر	۲۶	۲۱	شفائی - اصفہانی -	۴۷
	معمائی کاشی -		۲۲	قاسم - قاسم خاں جوینی -	۴۸
۷	نرمانی - ملا زمان یزدی -	۲۸	۲۳	شوقی - میر محمد حسین -	۴۹
۸	شانی - شانی تگلو -	"	۲۴	فتحی اردستانی -	"
۹	شکیبی - محمد رضا بن خواجہ عبداللہ	۲۹	۲۵	فصیحی -	۵۰
	صفائی -		۲۶	شاہپور طہرانی -	۵۱
۱۰	مرضی - آثار رضی اصفہانی -	۳۱	۲۷	اسیر - میرزا جلال بن میرزا	۵۳
۱۱	ملک - ملا ملک قمی -	"	"	مومن شہرستانی -	"
۱۲	ظہوری - ملا ظہوری ترشیزی -	۳۳	۲۸	آدائی - میر محمد مومن یزدی -	۵۴
۱۳	نرکی ہمدانی -	۳۶	۲۹	سعید - نقشبند یزدی -	۵۴
۱۴	فرقتی - ابوتراب جوشقانی -	۳۷	۳۰	نظیر - مشہدی -	"

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۳۱	نادمہ - لایہیجانی -	۵۶	۲۸	فرج - ملا فرج اللہ شوستری -	۹۴
۳۲	سرورہری - کابلی -	۵۷	۲۹	احسن - ظفر خاں -	۹۵
۳۳	مطیع - تبریزی -	"	۵۰	آشنا - عنایت خاں -	۹۶
۳۴	اوجی - نطنزی -	"	۵۱	صائب - میرزا محمد علی تبریزی -	۹۸
۳۵	مشرقی - میرزا ملک مشہدی -	۵۹		اصفہانی -	
۳۶	منیر - ابوالبرکات لاہوری بن		۵۲	غنی - ملا محمد طاہر اشوئی کشمیری -	۱۰۳
	ملا عبد المجید ملتان	۶۰	۵۳	ناظم - ہروی -	۱۰۵
۳۷	قدسی - حاجی محمد جان مشہدی	۶۱	۵۴	واعظ - میرزا محمد رفیع قزوینی -	"
۳۸	سلیم - میرزا محمد قلی طرشتی -	۶۳	۵۵	رفیع - میرزا حسن -	۱۰۷
۳۹	کلیم - ابوطالب -	۷۷	۵۶	ناصر - میرزا عرب تبریزی -	۱۰۸
۴۰	معصوم - میر معصوم	۸۱	۵۷	سالک - محمد ابراہیم قزوینی -	۱۰۹
۴۱	شید -	۸۲	۵۸	سالک - یزدی -	۱۱۰
۴۲	ادھم - میرزا ابراہیم بن میرزی	۸۴	۵۹	صیدی - میرصیدی طہرانی -	۱۱۱
۴۳	الہی - میر الہی -	۸۵	۶۰	ماہر - میرزا محمد علی اکبر آبادی	۱۱۲
۴۴	یحیی - میر یحیی کاشی -	"	۶۱	فتیاض - ملا عبد الرزاق -	۱۱۴
۴۵	دانش - میر رضی بن میر ابوتراب	۸۷	۶۲	تجلی - ملا علی رضا وفغانی -	۱۱۵
	رضوی مشہدی -		۶۳	اشرف - ملا محمد سعید -	۱۱۶
۴۶	مسیح - حکیم رکن کاشی -	۸۹	۶۴	سراقہ - میرزا اسعد الدین محمد	۱۱۹
۴۷	حاذق - حکیم حاذق بن حکیم	۹۱	۶۵	شوکت بخاری (محمد اسحق)	۱۲۰
	ہمام گیلانی -				

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۶۶	قاسم - قاسم دیوانہ مشہدی -	۱۲۲	۸۲	سید - عبداللہ خاں - قطب الملک	۱۵۲
۶۷	طغرا - ملا طغراے مشہدی -	۱۲۲	۸۳	امیر الامرا - سید حسین علی	۱۶۲
۶۸	مخلص - (میرا محمد کاشانی)	۱۲۵	۸۴	آصف - نواب نظام الملک آصفیہ	۱۶۳
۶۹	موسوی - موسوی خاں میرزا	۱۲۶	۸۵	طاب شراہ -	۱۶۳
۷۰	سراستھ - میر محمد زمان سہرندی -	۱۲۸	۸۶	آفتاب - نواب نظام الدولہ بٹنا	۱۸۲
۷۱	علی - (شیخ ناصر علی سہرندی) -	۱۲۹	۸۷	ناصر جنگ شہید رح	۱۸۲
۷۲	وحید - میرزا محمد طاہر قزوینی -	۱۳۲	۸۸	نصرت - دلاور خاں -	۱۹۶
۷۳	عالی - میرزا محمد شیرازی -	۱۳۶	۸۹	قبول - میرزا عبد الغنی کشمیری	۱۹۷
۷۴	خالص - سید حسین -	۱۳۹	۹۰	گرامی - میرزا گرامی کشمیری -	۱۹۸
۷۵	باذل - رفیع خاں مشہدی -	۱۴۱	۹۱	گلشن - شیخ سعد اللہ دہلوی	۱۹۸
۷۶	اثر - شفیعی شیرازی -	۱۴۲	۹۲	قدس سرہ	۱۹۹
۷۷	سر خوش - محمد افضل -	۱۴۳	۹۳	یکتا - احمد یار خاں -	۱۹۹
۷۸	طاہر - انقاس خاں نقہ	۱۴۴	۹۴	شہرت - شیخ حسین شیرازی -	۲۰۱
۷۹	غبار - میرزا ابوتراب -	۱۴۵	۹۵	ثابت - میر محمد افضل آبادی -	۲۰۳
۸۰	واضح - میرزا مبارک اللہ	۱۴۶	۹۶	سراج - میر محمد علی سیالکوٹی -	۲۰۴
۸۱	بیدل - میرزا عبد القادر	۱۴۸	۹۷	آفرین - فقیر اللہ لاہوری -	۲۰۵
	عظیم آبادی -		۹۸	روحی - سید جعفر زبیر پوری -	۲۰۷
			۹۹	امید - قزلباش خاں ہمدانی -	۲۰۹
			۱۰۰	نرائے - شیخ محمد فاخر -	۲۱۰
			۱۰۱	افضلی - شیخ محمد ناصر -	۲۱۹

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۹۹	غالب - شیخ اسد اللہ -	۲۲۰	۱۱۵	شاہدی - میر عبد الواحد حسینی	۲۲۷
۱۰۰	محمود - مرث قلی خاں -	۲۲۱		واسطی بلگرامی قدس سرہ	
۱۰۱	اقدس - میر رضی شوستری -	۲۲۳	۱۱۶	عشقی - سید برکت اللہ -	۲۲۸
۱۰۲	حزین - شیخ محمد علی -	۲۲۵	۱۱۷	ضیاء - حافظ سید ضیاء اللہ	۲۵۰
۱۰۳	متین - میرزا عبد الرضا	۲۲۶		بلگرامی قدس سرہ	
	صفائی -		۱۱۸	مدیر طفیل محمد بلگرامی -	۲۵۱
۱۰۴	آرنا و سراج الدین علیخان	۲۲۷	۱۱۹	واسطی - میر عبد الجلیل حسینی	
	اکبر آبادی			واسطی بلگرامی	۲۵۳
۱۰۵	مظہر - میرزا جان جان	۲۳۱	۱۲۰	سید علی معصوم مدنی -	۲۸۶
	سلمہ اللہ تعالیٰ		۱۲۱	شاعر - میر سید محمد سلمہ اللہ تعالیٰ	۲۸۹
۱۰۶	دردمند - فقیہ صاحب -	۲۳۲	۱۲۲	آرنا - میر غلام علی بلگرامی	۲۹۱
۱۰۷	شاعر - گل محمد معنی یاب خاں	۲۳۵		قدس سرہ -	
۱۰۸	عزالت - میر عبد الولی -	۲۳۶	۱۲۳	یوسف - میر محمد یوسف	۳۰۷
۱۰۹	جرات - میر محمد ہاشم -	"		سلمہ اللہ تعالیٰ	
۱۱۰	مرسا - جان میرزا -	۲۳۸	۱۲۴	غلام - میر غلام نبی بلگرامی -	۳۱۲
۱۱۱	ایجاد - میرزا علی نقی -	۲۴۰	۱۲۵	عجیب - سید قریش بلگرامی	۳۱۴
۱۱۲	افتخار - عبد الوہاب	۲۴۱	۱۲۶	بینخبر - میر عطی اللہ بلگرامی	۳۱۵
	دولت آبادی		۱۲۷	فقیر - میر نواز شش علی	۳۲۵
۱۱۳	امداد - شیخ غلام حسین -	۲۴۳		سلمہ اللہ تعالیٰ	
۱۱۴	ضمیری - شیخ نظام بلگرامی -	۲۴۴			

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱۲۸	غریب - سید کرم اللہ بلگرامی -	۳۲۷	۱۳۵	واحد - میر عبد الواحد بلگرامی	۳۲۱
۱۲۹	سید غلام مصطفیٰ بلگرامی	۳۲۸	۱۳۶	ایما - بندگی سید محمد حسن بلگرامی	۳۲۵
	قدس سترہ -	۳۲۷	۱۳۷	آگاہ - سید علی رضا	۳۲۶
۱۳۰	اسجدی - سید احمد بلگرامی	۳۳۲	۱۳۸	عارف - محمد عارف بلگرامی -	۳۲۷
۱۳۱	فرد - سید اسد اللہ بلگرامی	۳۳۶	۱۳۹	صانع - نظام الدین احمد بلگرامی	۳۲۸
۱۳۲	سید عظیم الدین بن سید نجابت	۳۳۷	۱۴۰	سخنور - شیخ محمد صدیق بلگرامی	۳۲۹
	بلگرامی	۳۳۷	۱۴۱	شہین - شیخ غلام حسن بلگرامی -	۳۵۰
۱۳۳	محب - سید غلام نبی بلگرامی -	۳۳۸	۱۴۲	وامق - نواز محی الدین بلگرامی -	"
۱۳۴	قابل - سید عبد اللہ بلگرامی -	۳۴۰	۱۴۳	محزون - سید برکت اللہ بلگرامی	۳۵۱

## فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعراے ہندی بحاشا

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف	۳۵۲	۲	میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ فرخ	۳۶۹
	فرہی -	۳۵۲	۵	سید غلام نبی بلگرامی -	۳۷۱
۲	سید نظام الدین المتخلص	۳۵۶	۶	سید برکت اللہ قدس سترہ	۳۹۲
	بہ مدہنایک -	۳۵۶	۷	میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی -	۳۹۶
۳	دیوان سید رحمت اللہ -	۳۵۹	۸	محمد عارف بلگرامی -	"



# فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشان ضمناً وارد شد

نمبر شمار	اسماء	صفحہ	نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	میر عبد السلام مشہدی مدفون	۴۴	۱۰	شیخ محمد تکیا	۲۱۱
	سوا اورنگ آباد۔		۱۱	حاجی افضل	۲۴۶
۲	شیخ علام مصطفیٰ انسان۔	۷۴	۱۲	میر معصوم	۲۸۶
۳	شیخ جان محمد۔	۷۷	۱۳	میر نظام الدین احمد	۷۷
۴	سید صدر جہاں	۹۲	۱۴	دیوان سید بھیکہ	۳۵۹
۵	میرزا محمد علی دانا۔	۱۱۷	۱۵	سید خیر اللہ	۳۶۲
۶	شاہ حمید مجذوب	۱۳۱	۱۶	سید حبیب اللہ	۳۶۳
۷	عرفظ محمد اسعد مکی	۱۹۰	۱۷	چنتا من شاعر ہندی	۳۶۵
۸	شاہ ابراہیم	۱۹۷	۱۸	مسرودا کر شاعر ہندی	۳۷۰
۹	شیخ محمد افضل الہ آبادی	۲۱۱		❖ ❖ ❖ ❖ ❖	



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سرمایہ حمد نیاز مبدی کے کہ ارواح معانی را باقوالب الفاظ آمیخت و سبب معلقہ  
افلاک را از در قدرت آویخت و جوہر صلوات نثار اتمی کہ نقش کلام معجز بر صفحہ  
روزگار نشانند و محضر دعویٰ زبان آوران را بہ مہر سکوت رسانند و اولاد و الاثر اژاد  
کہ مبادی فن ولایت و اصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

اما بعد عرض می دارد پاشکستہ زاویہ گمنامی فقیر غلام علی تخلص بہ آزاد  
حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادہ زلف سخن و مخلص معنی طرازان نو و کهن پیش  
ازین بخدمت موزونان سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعراء مسمی بہ پید بیضا  
محرر ساختہ اما آن نسخہ نقش انگارہ و تصویر تنگارہ بود لہذا بعد فراہم رسیدن بخنہ  
از مواد رنگ اصلاح رنگینہ شد و نقش ثانی بہ از اول برانگیختہ و چون سخن رسا  
تر از نشہ شراب و سرلیج تر از پرتو آفتاب است ہر دوید بیضا دستگاہ شہرت  
بہم رساند و جا بجای پرتو رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخہ ثانی را ہم نمے تواند پسندید و در میزان اعتبار نمی  
تواند سنجید۔ طبع نیز نگ درین شیوہ معذور است و شیشہ بوقلمون در تلون مجبور کہ  
چند آنکہ ملکات می افزاید۔ ساختہ و پرداختہ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید و ہر گاہ  
احکام عالم الغیب و الشہادۃ بہ اقتضاء مصلحتی رنگ می گرداند و خزان نسخ بہم

می رساند که مَا نَسْخُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلَهَا احکام ساکنان  
 حقیق امکان و فرورفتگان اسفل السافلین نقصان به طریق اولی قابل تبدیل  
 و نیازمند تعدیل تواند شد هر چند نسخ اول ثمره حکمت است و نسخ ثانی نتیجه غفلت  
 الحق تا که مصنف نشئه زندگی در سر و لباس عنصری در بردارد کتاب به انجام  
 نمی تواند رسید و طره گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید که بعد از نظر ثانی و ثالث و  
 هلم جز انقصا نها گل می کند و خارها در خاطر می شکنند بے روزی که مصنف تمام  
 شود تصنیف نیز رنگ مصنف گیرد و از لب بستنی کار سالها صورت پذیرد.

آورده اند که رکن قلم و سخندانان عماد کاتب اصفهانی وقتی علم مناقشه افراخت  
 اعتراض بر کلام استاد البلاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجه ساخت قاضی جواب  
 در سستی تحریر نمود و با دوه صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود و مخلص جوابش این که  
 "قَدْ وَفَّعَ لِي شَيْءٌ وَمَا اَدْرِي اَوْفَعَ لَكَ اَمْ لَا وَهُوَ اَنْ اَلْاِنْسَانَ لَا يَكْتُبُ  
 كِتَابًا فِي يَوْمِهِ اِلَّا يَقُولُ فِي غَدٍ لَوْ غَيَّرَ هَذَا كَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تَرَكَ ذَلِكَ  
 لَكَانَ اَوْلَى وَهَذَا عِبْرَةٌ عَظِيمَةٌ وَحُجَّةٌ مُسْتَقِيمَةٌ عَلٰى اَسْتِثْلَاءِ صِفَةِ النُّقْصَانِ  
 عَلٰى طَبِيعَةِ الْاِنْسَانِ"

و من هیچمان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشته ام و در عنوان  
 نسخه ثانی به خامه اعتذار این عبارت نگاشته :-

«و با آنکه سامان اصلاح چنانچه باید و شاید هنوز بحصول نه پیوسته و صورت این مدعا

«خاطر خواه نقش نه بسته اما باعث سرعت خامه خوشخرام در طی این مقام آنست که

«حیات فانی گری است بر باد چشم بقا از دستوان داشت و پیکر جسمانی حبابی است

«بر آب - کار این دم بنفس دیگر نباید گذاشت

”بیت پر تو عمر چرائے است کہ در بزم وجود نسیم مژہ بر ہزدنی خاموش است“

الحاصل بعد تالیف یہ مضامین بطریق رسید و سر پہنچہ حب الوطن و امن دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالان بلگرام صانہ اللہ عن طواریق الایام بہ تحریر در آید۔ و آثار یکہ در نقاب خفامتواری است جلوہ ظہور نماید۔ نختے بہ تحقیق و نتیجہ مطالب پرداختم۔ و طاؤسان معانی را بگلہ ام عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ و شاہدے کہ گرد خیال می گشت بر گرسی نشست نخت قریۃ وحدت انداختم۔ و فصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ و گروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ و بجوہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی و نکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرار اسرمائے طراوت بخشیدند۔ و ہم فصل شعرا را سامان نصارت۔ اما در موضع اول دائرۃ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضع ثانی رشتہ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ و فصلین فقر و فضلارا و اگزارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند و کلام شاعر بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلی نمی رساند لہذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ و تفصیلیان دفتر اول را درین دفتر نیز بر سبیل اجمال و استقلال بہ تحریر در آوردم۔

نام دفتر اول مآثر الکرام تاریخ بلگرام است مشتمل بر دو فصل فقر و فضلانور اللہ صاجعہم

و نام این دفتر سرو آزاد است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعاں فارسی آیدہم اللہ بزواج القدس فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جزاہم اللہ بجائزۃ الخیر

و برائے شعراء عربی النموذج علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم و فصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم - که فارسی دانان بسیط مطالعه اشعار عربی را و امی  
 گزاردند - و کاتبان عجم زبان عرب را به تحریفات از صورت نوعی بر می آرند -  
 و به تقریب مردم بلغرام جمعی دیگر را درین محفل خوانده ام و قوافل سخن را  
 از کجا تا کجا رسانده - مؤلف

این تازه سواد سرمه دیدار است      سرمایه بینش اولی الاقبصار است  
 هر چند تکلفی ندارد اما      چون نقش فرنگ ساده و پرکار است  
 اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم - و نظر را به نهال سیرابی نصارت  
 می افزایم -

خوشا مشاطه کلک هنرمند      به رخسار ورق مالیده غازه  
 شنوار قمریان غیب تازنخ      نشاند آزاد سرو سبز تازه  
 امید از حکماء این فن و حرکت شناسان نبض سخن آنکه اگر خدمت نیازمند پسند  
 افتد - نوشدارو دے دعا مرحمت نمایند - و اگر سقمی ملاحظه شود - به معجون لطف  
 معالجه فرمایند - اِنَّ اَجْرِيْ اِلَّا عَلَى رِيتِ الْعَالَمِيْنَ وَ هُوَ نِعَمَ الْمَوْلٰى وَ نِعَمَ الْمُحِيْتِ  
 فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی آید هُمْ اللهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ -  
 نخستین خامه زمزمه سخن شرافت کلام موزون و اصالت این دُر مکنون بیان  
 می سازد و سامعه سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد -

ارباب سیر اتفاق دارند که در محفل اقدس رسالت پناهی و رساننده نفاس  
 وحی الہی عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَ اَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید  
 و غنچه لعل مبارک بابتسم آشنای گردید و هرگاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن  
 می کشود مخاطب را به خواندن شعر و دیگوبیم اشاره می فرمود -  
 و موزونان پائے تخت رسالت را به هجو مشرکان مامور می ساخت و طائفه

معنی طراز ان را به انعام صلوات و اقسام عنایات می نواخت خطاب اُفْجُوا  
 الْكُفَّاءَ فَإِنَّمَا أَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ شَرِّ النَّبْلِ وَنَصَبٌ مِنْبَرٍ رَأَى حَسَنُ  
 بن ثابت رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَدَعَا اللَّهَ أَيَّدَهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَحَدِيثٌ بِهَا  
 حَسَنُ قَشْفِي وَاسْتَشْفِي وَعَطَا شِيرِينَ نام جاریه به حسان رَضِيَ اللَّهُ  
 عَنْهُ در وجه صله شعر و انعام بر در مبارک به کعب بن زهیر در جائزه قصیده  
 بِأَنْتَ سَعَادٌ مشهور است و در کتب معتبره مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آورده قال کعب (رَبُّنَا مَالِكٌ) ۷

جَاءَ السَّخِينَةُ كُنَى تَغَالِبَ رَبِّهَا وَلِيَغْلِبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَابِ  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللَّهُ يَا كَعْبُ فِي قَوْلِكَ هَذَا  
 و در روایتی آمده که حضرت فرمود إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَنْسَ ذِيكَ لَكَ يَعْنِي بَدْرَتِي  
 اللہ تعالیٰ فراموش نکند این شعرے کہ تراست۔

## حواشی

مراد از سَخِينَةُ بخائے مجمه بر وزن سفینه قریش اند و در اصل سَخِينَةُ طعام است  
 که از آرد و روغن ترتیب دهند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال می کردند و مردم  
 دیگر ازین وجه قریش را طعن می زدند تا بحدی که نام ایشان سَخِينَةُ افتاد و لیغلبن  
 صیغه مجهول است و مغالب صیغه اسم فاعل و غلاب صیغه مبالغه یعنی آمده  
 قریش تا غالب شوند پروردگار خود را و هر آینه مغلوب می شود غلبه جوینده بر  
 کسی که سخت غالب است یعنی حق سبحانه و تعالیٰ۔

و شیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت می کند کہ -  
 نابغه جعدی شعرے در حضور پرنور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم خواندہ  
 فرمود اَجَدَّتْ لَا يُفَضِّضُ اللّٰهُ فَاکْ یعنی شعر جید گفتی نشکند خداے تعالیٰ  
 دنداں ترا -

عمر نابغه یکصد و چند سال شد دنداںے نہ ریختے - و در روایتے ہر گاہ  
 دنداںے می افتاد بجائے آن دیگری روئید -

و بیہقی در دلائل بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بابُ اُخْتِیَارِہٖمُ صَلَّی  
 اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم الشَّعْرَ و حدیثے طویل آوردہ از جابر رضی اللہ عنہ  
 حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمد و گفت  
 یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مال بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار -  
 چون پدر او آمد - حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را می گیری - عرض کرد  
 کہ پرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمارت و قرابات او - آیا  
 صرف نکم آن را بر نفس خود و عیال خود - پس نازل شد جبریل علیہ السلام و  
 گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسید  
 یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرسید آیا گفتی در نفس  
 خود شعرے - شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُ نَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِکَ بِصِیْرَۃٍ وَ یَقْبِلُنَا  
 یعنی ہمیشہ افزون کند ما را اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را - و ہفت عدد

لہ دلائل النبوة جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدرآباد دکن -  
 لہ در نسخہ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن تفحص نمودہ شد - اما این باب  
 حدیث مذکور بنظر نیامدہ - آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ  
 مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ ممبئی صفحہ ۲۲۰ منقول است و صرف ابیات در شیخ حماسہ  
 تبریزی صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ یورپ بمقام بن ۱۸۲۸ عہم موجود است -



ایاتے کہ گفتے بود بعض رسانید اولش این است ۷

عَذَّ وَثَاكَ مَوْلُودًا وَعَلَيْكَ يَا فَعَا تَعَلُّ بِمَا أَجْنَى عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ  
جابر رضی اللہ عنہ گوید فیکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شَمَّ أَخَذَ  
تَلْبِيبُ ابْنِهِ وَقَالَ لَهُ أَذْهَبَ فَأَنْتَ وَمَا لَكَ لَا يَبِيكَ يَعْنِي كَرِيسَتِ حَضْرَتِ  
صلی اللہ علیہ وسلم از استماع ایات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو  
و مال تو پدر تیر است۔“

مسئله تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بہمیں حدیث ثابت شدہ  
و در حدیث شریف آمدہ ذکرِ عِنْدَ رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
الشَّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)  
و ابن سیرین گفت هَلِ الشَّعْرُ إِلَّا كَلَامٌ لَا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ  
إِلَّا فِي الْقَوَافِي فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ۔“

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بہ دلیل و  
درین امر خود نظم و اثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد  
مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض براحتی بین  
کلام آرند۔ چہ قصیدہ بانث سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با  
سُعاد و تشبیه رضاب بہ شراب است ۷

تَجَلَّوْا عَوَاضِ ذِي ظُلْمٍ إِذَا ابْتَسَمْتَ كَأَنَّكَ مِنْهَلٌ بِالنَّاحِ مَعْلُولٌ  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و الکارے فرمود  
و این زیادہ تر آنکہ و اصف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث کانت

عَنْقَهُ جَيْدٌ دُمِيَّةٍ بِرَامِي تَصْوِيرٍ مَدْعَاكَ رَدْنِ مَبَارَكٍ رَاہِ گَرْدَنِ تَمَثَالِ عَاجِ  
تَشْبِيہِ دَادِہِ وَآنِ رَا مَضَائِقَہِ نَدَانَسْتِہِ -

وَقَالَ وَصِيدٌ لَا فِیْ كَہِ اَزَاكَ اَبْرَعِلَا اَنْدَ گَفْتِہِ اَنْدَ كَہِ كَذِبِ شَعْرِ كَذِبِ نِیْسْتِ زَبْرِكِ  
قَصْدِ كَاذِبِ تَحْقِیْقِ قَوْلِ خُودِ اَسْتِ بَعْنِیْ كَذِبِ رَا صَدَقِ وَ اَمِیْ نَمَیْدِ وَ قَصْدِ شَاعِرِ  
مَحْفُضِ تَحْسِیْنِ كَلَامِ اَسْتِ -

اَزِیْنِجَا ثَابِتِ شَدِ كَہِ تَخِیْلَاتِ مَوْزُونَانِ بِرَامِیْ تَرْزِیْنِ اَشْعَارِ وَ تَحْلِیَّہِ بِنَاتِ  
اَفْكَارِ جَا ئِزِ بَاشْدِ وَ لِلّٰہِ دَسَّرَ الْقَائِلِ -

مَحْتِ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوبِ كَعِیْبِ وَ اَعْلَى كَعْبِہِ فِیْ كُلِّ نَادِ

وَحَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ گَاہِیْ مِثْلِ مِیْ زِدِ بِمَصْرَاعِیْ دُمِیْ فَرَمُودِ رَا سْتِ  
تَرْزِیْنِ كَلِمَہِ كَہِ شَاعِرِ گَفْتِ كَلِمَہِ لَبِیْدِ اَسْتِ - اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ وَ  
اَحْيَا تَمَثَّلِ مِیْ فَرَمُودِ بَا یَنْ مِصْرَاعِ - وَ یَا قَتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

و ہر جادِ رِ کَلَامِ اَتَمِیْ وَ حَدِیْثِ رِ سَالَتِ پِنَاہِیْ ذَمِّ شَعْرِ وَ شَعْرَا وَ اَوَاقِعِ شَدِہِ بَاتِفَاقِ  
اَتَمِّ دِیْنِ دَرِ بَارَہِ ثَرَاثِرِ خَا یَانِ مَشْرِکِیْنِ اَسْتِ -

اَمَّا نَفِیْ تَعْلِیْمِ شَعْرَا وَ حَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ دَرِ کَرِیْمِہِ مَا عَلَّمَنَا الشَّعْرَ وَمَا  
یَنْبَغِیْ لَہِ اَزِ بَرَاہِیْ اَنْسْتِ كَہِ اَگَرِ حَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ فِکْرِ شَعْرِ شَاعِرِ خُودِ مِیْ سَاخْتِ  
پَسْتِ فَطْرَتَانِ گَمَانِ مِیْ بَرْدَنْدِ كَہِ لَکَلِّ مَبَارَکِ بِہِ اَیَاتِ بِنِیَاتِ اَزِ جَمَّتِ سَلِیْقَہِ زَبَانِیْ  
اَسْتِ نَہِ سَفَارَتِ رِ بَانِیْ

وَ اِیْنِ نَکْتِہِ دَلِیْلِہِ اَسْتِ وَ اَصَحِّ بِرِ بَرَاعَتِ اِیْنِ صِنَاعَتِ

مَعْمَدِ اَحْيَا نَا اَزَانِ مَرْتَبَہِ جَامِعِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ کَلَامِ مَوْزُونِ سَرِ بَرِ مِیْ

زِدِ - اَزَا نَجْمِہِ اَسْتِ -

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

وگفته اصلح شعرے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بعض رسائل خود آورده کہ کعب بن زہیر در بیت

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٍ يُسْتَضَاءُ بِهِ مَهْدَتَيْنِ سَيُوفِ اللَّهِ مَسْلُوكِ

سَيُوفِ الْهِنْدِ گفته بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سَيُوفِ اللَّهِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہر اسباب اصلح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چه ہندیغے را گویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوہرُ

الْمُهَنْدُ السَّيْفُ الْمَطْبُوعُ مِنْ حَدِيدِ الْهِنْدِ

شبه در مدینہ منورہ علیٰ مُنَوِّرِهَا الصَّلَاةُ وَالتَّحِيَّةُ نکتہ در فضیلت کلام

موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ و آن اینست کہ بخاری روایت می کند اَن  
مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ۔ برضائے حکمت پناہان و طبائع دقت دستگاہان ہوید است کہ

بعضی از شعر یعنی شعرے کہ شرعاً محمود باشد مندرج در مفهوم حکمت است زیرا کہ مفهوم  
شعر اخص من وجہ از مفهوم حکمت است و مقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است

پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود و مقدم در ذکر باشد و حق عبارت این کہ گفته  
شود بَعْضُ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اَنِّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ

تقدم لفظی را بر اصل خود گذاشت برای اہتمام شان شعر و افادہ حصر و اسلوب معنوی  
را قلب کرد و حکمت را مخبر عنہ ساخت بجهت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت

بعضی از شعر است و لازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضی از شعر باشد و مندرج در ان  
کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است و خبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

از افادہ حصر بتقدیم خبر و ایراد کلام با سلوب تاکید چه قدر بر مراتب مبالغہ افزود و

و مدارج تفصیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد کہ ہر آئینہ حکمت نیست مگر بعضی از شعر لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلّی اللہ علیہ وسلم باید دریا کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آدرودہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ و قتیکہ مصلحتے شرعی مقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبعیضنیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است و حق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجمت مبالغہ۔

و ابن ماجہ روایت می کند اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُمَا وَجَدَهَا فهو احق بها یعنی کلمہ حکمت گم شدہ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوارتر است بہ اخذ آن۔ و قید ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اَنْظُرْ اِلَى مَا قَالْ وَلَا تَنْظُرْ اِلَى مَنْ قَالْ و در کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمہ حکمت ضالۃ مومن است یعنی مطلوب است اورا در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمہ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدہ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلاً طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بحال مومن بر فرد کامل انتہی و کلمہ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجمت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ اَلْكَلِمَةُ الْقَصِيدَةُ بِطَوْلِهَا۔

اکنون باید دانست که در حدیث **إِنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةً** اگر قطع نظر از مبالغه کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی **بَعْضُ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ** حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق **بَعْضُ الشَّعْرِ كَلِمَةٌ حَكِيمَةٌ وَالْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشَّعْرِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ** - لفظ کلمه در صغری زیاده کرده شده زیرا که شعر حکمت قوی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجه آنچه مسلم روایت می کند که **"گفت شریذ صحابی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَدِيفُ رَسُولِ اللَّهِ رَأْسُهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُوزِي فَرَمُودُ آيَا هَسْتِ بَاتُوا زِ شَعْرَامِيهِ بْنِ الصَّلَاتِ حِيَرِي -** گفتم هَسْتِ - فرمود بسیار - پس خواندم بیت را که خوش آمد حضرت راضی الله علیه و سلم و فرمود زیارت کن تا آنکه من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود که نتیجه شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر - و استحباب طلب از هر جا که باشد چه اُمّیه بن الصلت کافر بود - و حضرت صلی الله علیه و سلم فرمود **أَمِنَ لِسَانُهُ وَكَفَرَ قَلْبُهُ** در کتب سیر آمده که شعراء مدحت طراز حضرت صلی الله علیه و سلم صد و شصت و نه از رجال و دوازده از نسا بودند و باستثناء کریمه **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** سر امتیاز با سمان می سودند - و همچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سربسته عرش را بمفاطیح زبانها گشوده اند و نفائس معانی را با سلوب شعرا دانموده **رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى -**

و اول کسیکه جواهر سخن را در رشته نظم کشید و این تحفه موزون را از خزانه غیب به قلم و شهود رسانید آدم علیه السلام است چون **قَابِيلُ** یا **بَابِلُ** را شربت شهادت

چشانیید- مرثیه فرزند شهید در سلک نظم کشید از انست

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا      وَوَجْهُ الْأَرْضِ مُغْبَرٌ قَبِيحٌ

تَغَيَّرَ كُلُّ ذِي طَعْمٍ وَلَوْنٍ      وَقُلْ بِشَاشَةِ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ

قَوَّاسُ عَلَى هَابِيلَ ابْنِي      قَتِيلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِيحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کرده اند و جمیع دیگر انکار

نموده اند که انبیا علیهم الصلوٰۃ والسلام از گفتن شعر معصوم اند-

و در تفسیر معالم التنزیل از ابن عباس روایت کرده که آدم علیه السلام

این مرثیه را با سلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود که همیشه متواتر شوند

و برین مصیبت عظمی رقت نمایند- چون به یعرب بن قحطان رسید- از زبان سزنی

بلسان عربی ترجمه کرد و موزون گردانید-

امیر خسرو علیه الرحمہ فرماید

ما همه در اصل شاعر زاده ایم      دل باین محنت نه از خود داده ایم

و مرز اصائب گوید

آنکه اول شعر گفت آدم صغی الله بود      طبع موزون حجت فرزند ی آدم بود

اکثر مؤرخین آورده اند که اول کسیکه شعر فارسی گفت بهرام گور است روزی

بشکار رفته بود- شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصرع بر زبانش گزشت

منم آن پیل دمان و منم آن شیریلہ

دلارام چنگی که محبوبه او بود و هر سخن که از بهرام سر بر می زد مناسب آن

جواب بهم می رسانید- در مقابل گفت نام بهرام ترا و پدرت بوجبلہ

و بعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دہلی در کتا بہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند۔

ہشیر اگیہان انوشہ بزمی جہان را نگہبان و نوشتہ بزمی  
ہشیر بر بضم ہا و کسر زای فارسی بمعنی خوب و نیکو و صاحب فرہنگ سروری  
بفتح ہا گفتہ بر وزن صغیر نوشتہ۔ و ازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدہ در مدح او پرداخت و صلہ جزیل یافت۔ مطلعش اینست۔

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فریقین گسترانیدہ بحد و فضل در عالم بدین  
ابتداء خلافت مامون سہ ثلث و تسعین و مائتہ (۱۹۳) بودہ است۔

و بعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفار کہ در احدی و خمیس و مائین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عبید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد و یکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور بر زبان پسر گزشت۔ غلطان غلطان ہی رود تالب گوئی۔

این کلام ہمذاق یعقوب خوش آمد و با فضلا در میان آورد۔ بعد از خوش مصراعے از بحر ہزج یافتند و مصراعے و بیتے دیگر ضم ساختہ دو بیتی نام کردند و رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دو بیتی نام دارد۔

و برنخے آورده اند کہ ابتداء شعر فارسی در اسلام ابو جھض سفدی گفت و

اور حدود سنہ ثلث مائتہ (۳۰۰) بودہ و شعرے کہ با او نسبت دہند ایست

آہوے کو ہے در دشت چگونہ دودا یار ندارد بے یار چگونہ رودا  
بالجملہ واحد و ثلث مائتہ (۳۰۰) ہجری شرمز مہ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما  
کسے بہ تدوین نپرداختہ تا در عہد سلاطین سامانیہ استاد رود کی ظہور کرد و دیوان شعر  
ترتیب داد و بمرو دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجان متاخرین را کہ ابتداء ظہور یا انتہاء  
وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است بر صدر بیان مے نشانند و بعد از ان  
موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گردانند تا عرصہ سخن را دستگا ہے بہم رسد  
و نظر تماشا ئیان را جولا نگا ہے پدید آید۔ و دیوان ہر صاحب سخن کہ بدست اُنقاد و  
بتقریب انتخاب اُن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم  
دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب دادہ چشم یاران  
را گرم تماشای سازم۔

## (۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضہ انوار در ارشاد حقائق  
و معارف بے نظیر اُفتادہ۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ دَا  
مدت سی سال بجا روبر کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و در ان  
فرست قدم از روضہ علیہ بیرون نگذاشت۔ و از حطام دنیا بہ حصیرے و ابریقیے  
قتاعت کرد و ہم در ان بقعہ مبارک در حدود سنہ عشر و الف (۱۰۱۰) فنا مے صورت  
با فنا مے معنوی ہم آغوش ساخت۔



صاحب تاریخ صحیح صادق نقل می کند که وقتی بکنار آب رسید - خواست  
که بگذرد - پایش فرورفت - با خود گفت این معنی از تعلق است و مرا به هیچ چیز  
جز دیوان شعر خود تعلق نیست دیوان را در آب انداخت و چون بیک صبا بر  
روے دریا خرامان بگذشت -

هنگام هزار رباعی گفته بود از آنجمله قریب بیست هزار که در سفائن مردم مرقوم  
بود باقی ماند - وَمِنْ الْقَائِسَةِ النَّفِيسَةِ هـ

با ذات بهر صفت گرانید خوش است	نغمه بهر آهنگ سرانید خوش است
از بهر خدا هیچ عمل ضائع نیست	در خلد زهر در که در آیند خوش است
عالم چه کنی و عالم آرائی را	همراز نگشته یار اسیرائی را
در خانه اگر هزار صورت باشد	درمان نکنند در دتنهای را
بر خود درید و دم نخی باید زد	بیرون از حد قدم نخی باید زد
عالم همه آئینه حسن ازلی است	می باید دید دم نخی باید زد
آنانکه باصل کار نیکو بینند	کار این سو برای آن سو بینند
ز آلوده که روی جامه را خیاطان	این رود و زند حسن آن رو بینند

## (۲) فیضی و فیاضی شیخ ابوالفیض اکبر آبادی

طوطی هند سخن گستری است - و ملک الشعراء درگاه اکبری - در طبقه سلاطین  
تیموریه هند اول کسیکه بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباحثات نمود - غرض الی مشهوری  
است که از پیشگاه اکبر بادشاه باین خطاب نامور گردید - و بعد در میدان اواز صحرای  
فنا بر غزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازه گشت و در عهد جهانگیر بادشاه  
طالب آملی و در زمان صاحبقران شاه جهان آقا الله بزرگانه ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکے تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متبحران اخبار موزونان روزگار ہویدا است کہ از شعراء ولایت ایران  
و توران کسانی کہ بمذاحی سلاطین و امراء ہند پرداختہ و قسم اند قسم اول  
جمعے کہ از اوطان خود بگلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت مہدوحان دریافتہ مثل حکیم  
روحانی سمرقندی صاحب تابیج صبح صادق گوید کہ سلطان شمس الدین  
ایلمتش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرين و ستمائے (۶۲۳) قصد رنختنبہور کرد  
و گرفت پس بمند و رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن  
آدان از ہنجا را بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید و صلہ جزیل یافت  
مطلعش این است ۵

خبرہ اہل سما برد جبرئیل امین ز فتحنامہ سلطان عصر شمس الدین  
و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہند خرامید و مسمول فراوان عنایت و رعایت  
سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور  
است۔ طور خاصہ دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکاری برد و مثل شیخ آفری اسفراہی  
کہ بعد تحصیل زیارت حریم مکہ بین شرفما اللہ تعالی بسیر ہند شتافت و با سلطان محمد  
نبیرہ را یات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و از انجا رو بدکن آورد  
سلطان احمد شاہ بہمنی با عز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان در ان ایام  
شہر سپیدہ بنیادی کرد و دارالامارۃ در کمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت  
کتاہ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آفری ہم چند بیت موزون ساخت۔ از انجملہ  
است این دوبیت ۵

حبذا قصر مشید کہ ز فرط عظمت آسمان پایہ از سدہ این درگاہ است

آسمان هم نتوان گفت که ترک ادب است      نصر سلطان جهان احمد بهمن شاه است  
 سلطان در وجه صله دوازده هزار بسته قماش عنایت نمود شیخ گفت (اتحل عطایاکم  
 الا مطایباکم) سلطان بیست هزار تنکه دیگر وجه کرایه راه رعایت فرمود شیخ بااحمال  
 واثقال بخراسان عطف عنان نمود و مثل شهید می قمی که بعد فوت سلطان  
 یعقوب بدیار هند هجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد - صاحب تاریخ  
 فرشته گوید که چون اسماعیل عادل شاه در سنه ست و ثلثین و تسعمائة (۹۳۶) قلعہ  
 بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت بر روی خلایق باز کرد - مولانا  
 شهید می قمی که از کمال شهرت از تعریف مستغنی است در آن مدت از خطہ گجرات  
 آمدہ بود - و بواسطہ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد - سلطان حکم  
 فرمود کہ بخرانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد - چون مولانا  
 از ریج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزی کہ از گجرات  
 متوجہ این درگاہ می شدم و دوچندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز  
 کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت روح پرور سرافراز شوم - سلطان سخن پرور  
 نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدہ است کہ افتناست در تاخیر و طالب رازیان  
 دارد - باید کہ دو دفعہ بخرانہ رفتہ آنچه از دست بر آید تقصیر نکنی - و وقت فرصت  
 غنیمت شماری - چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس  
 برخاستہ دو کرت بخرانہ شتافت و ہمیا نہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون  
 آورد - چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید - فرمود مولانا راست مے گفت  
 کہ من قوت ندارم - و نزاکت این کلام برابر باب ادراک واضح و روشن است

لے تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ ممبئی و تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ یورپ -

لے تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۳ مطبوعہ ممبئی -

کہ ہم جانب خوش طبعی منظور است وہم جانب ہمت - قسم ثانی - جمعے کہ قدم سعی باین  
دیار نفر سودہ اند - و غائبانہ تحفہ گرا نمایہ مدح ارسال نمودہ - مثل خواجہ حافظ شیرازی  
قدس سرہ کہ بدرگاہ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ غر لے فرستاد - این دو بیت ازان  
است -

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند      زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ مے رود  
حافظ رشوق مجلس سلطان عیادین      غافل مشوکہ کار تو از نالہ مے رود  
دش عارف جامی قدس سرہ کہ اورا با ملک التجار خواجہ محمود گاو ان امیر الامراء  
سلطان محمد شاہ بہمنی والی دکن ارتباط خاص بود و ارمنان مدائح ارسال  
می فرمود - از انجملہ قصیدہ ایست کہ یک بیتش این است -

ہم جہان را خواجہ وہم فقر را دیباچہ است      رہبر الفقر است لیکن تحت استار الغنا  
و در خاتمہ غر لے می فرماید -

جامی اشعار دلاویز و حبشی است لطیف      بودش از حسن ادالطف معانی تارش  
ہمرہ قافلہ ہند روان کن کہ رسد      شرف مہر قبول از ملک التجار ش  
اما در عہد اکبر بادشاہ عدد ہر دو قسم محد کثرت رسید - و بازار ہر دو گردہ ہشت  
گرم گردید - طائفہ اولی عیان اند - و مستغنی از اطالت بیان - و طائفہ ثانی را شیخ  
ابوالفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :-

و د آنا کہ سعادت بار نیافتند و از دور دستہا گیتی خداوند را ثنا گزارند بس انہوہ چون قاسم  
» گونا بادی - ضمیری سپاہانی - وحشی یافقی - محتشم کاشی - ملک قی - ظہوری ترشیری  
» رشکی ہمدانی - دلی دشت بیاضی - نیکی - نظیری - صبری اردستانی - فکاری  
» اسفرائینی - میر حضور قی - قاضی نور می سپاہانی - صافی بکینی - طوفی تبریزی -

واز جملہ ثانی شیخ علی نقی کمرہ قصیدہ سی و پنج بیت در ستایش شیخ فیضی

پرداختہ و از صفایان بہند روان ساختہ ازان است ۵

مرا افکند بر نظم امورم پر تو فیضی      ابو الفیض آن گزین اکبر و شیخ کبیر من  
ظہیر قدوہ پیشینیان حتی ظہیر الدین      امیر زبدہ اہل زمان حتی امیر من  
اگر ہستم مجیر اندر سخن او بہت خاقانی      و گر من مستحیرم آستان او مجیر من  
کیم با او رسد در شاعری دعویٰ بچشی      کہ در این خانقاہ ہم من مرید او پیر من  
زمین ہند با قرب درش نعم النعیم دل      ہواے خلد و راز حضرتش بس المصیر من  
و شیخ فیضی را وقت سفارت بر بان شاہ والی احمد زنگر با ملا ملک قمی  
و ملا ظہوری تر شیرازی ملاقات واقع شد و صحبت کبری اقتاد۔ بعد معاودت از  
جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود

ملا ظہوری نثر لطیفہ در مدح شیخ فیضی بقلم آورده۔ حکیم عین الملک  
شیرازی مکتوبات شیخ جمع نموده و در خاتمہ مکتوبات۔ نثر مذکور مندرج ساختہ۔

مرزا اصائب علیہ الرحمہ اور انجوبی یادی کند و می فرماید  
این آن غزل کہ فیضی شیرین کلام گفت در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستہ  
احوال شیخ فیضی تفصیلاً در فصل ثانی از دفتر اول پیرایہ بیاں پوشیدہ اینجا آنچہ  
مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد۔

نامش ابو الفیض است۔ سالہا فیضی تخلص کرد۔ آخر فیاضی قرار داد و اشعار  
باین معنی می نماید ۵

زین پیش کہ سگہ ام سخن بود      فیضی رقم نگین من بود  
اکنون کہ شدم بہ عشق مراض      فیاضیم از محیط فیاض  
پادشاہ اورا بنظم خمسہ مامور ساخت۔ در مدت پنج ماہ کتاب نلد من چہا نہ

دولیت بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیہا از نظر پادشاہ  
گزرانید۔ درجہ استحسان یافت۔ حکم شد کہ نسخہ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ و نقیب  
در حضور می خواندہ باشد۔ از ان کتاب است ۵

بانگ قلم درین شب تار بس معنی خفتہ کرد بیدار  
و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سواد را بعد وفات  
اد شیخ ابو الفضل بہ بیاض رسانید  
و در پہلوی شیرین خسرو۔ سلیمان بلقیس و در رازاء سکندر نامہ۔  
اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما با تمام نہ رسانید  
از مقطعات اوست ۵

منم فیضی کہ در میدان معنی چمن چابک سوارے تیر تگ نیست  
بجلد شعر من از پوست تا مغز ہجائے مردم ناپاک رگ نیست  
بدان می ماند این پاکیزہ گفتار کہ در دیوان حافظ نام سنگ نیست  
شیخ محمد تحفے الہ آبادی در کتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را  
این بیت بنظر نہ رسیدہ ۵

شنیدہ ام کہ سگان را قلاہ می بندی چرا بگردن حافظ نے نہی رسنے  
راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق  
واقع شدہ و مقطع چنین است ۵

مزانج دہر تبہ شد درین بلا حافظ کجاست فکر حکیمے و راے برہمنے  
از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی نے خواست در دیوان فقیر آزاد  
موجود است و ازین لفظ مبرا است۔

دیوان شیخ فیضی بنظر درآمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلتیا

ادفر گرفته شده

نماند گریه شب وصل بقراران را      سبیل طلعت آن ماه بُرد باران را  
 خبر برید شب عید پیر مصطبه را      که راست می‌کنم امشب رسی شب را  
 اگر سر نه کشتم سوسو بیخودی چه کنم      مرا ز همدی خود ملال می‌گیرد  
 شدیم خاک و لیکن ز بومی تربت ما      توان شناخت کزین خاک مرد می‌خیزد  
 مژگان پوش چون قدم از دیده می‌کنی      مردان ره برهنه نهادند پائے را  
 آنچه به فیضی نظر دوست کرد      مشکل اگر دشمن جانی کند

### رباعی

بر ما چه زیان اگر صف اعدا زد      مشت خاشاک لطمه بر دریا زد  
 ماتم برهنه ایم در دست قضا      شد کشته کس که خویش را برما زد

### (۳) انیسی شاملو یو لقی بیگ

نکته سنج یگانه است و انیس معانی بیگانه - از ایران دیار به شیر مهند خرامید  
 و مدتها در ظل عاطفت خانخانان آرمید - و فاش در برهان پور در سه شلث  
 عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصه محمود و ایاز شروع کرده بود - هادم اللذات قطع سخن کرد و آن  
 نقش صورت اتمام نپذیرفت - از آنست در وصف چشمه

بحدی سرد کنز بیم فسر دن      نیار و عکس در و غوطه خوردن  
 بریم ما غم تو هر نفس بخانه خویش      چنانکه مرغ بر دهنش با شیان خویش  
 یادگار از مادرین عالم غم بسیار ماند      رفت اگر آتش نشان دود بر دیوار ماند  
 خبر گل مرسانید به مرغان نفس      کس چرا مُژده نوروز بزدان آرد

قاصد اعلیٰ نامہ تواند نہ حرف شوق حیف از زبان کہ بال کبوتر نمی شود

## (۴) نوعی ملا نوعی نجو شانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ و شیء اقلش بقیمت لالی۔ مرزا اصائب گل

دعای برتریت اوئے افشانده می فرماید

این جواب مصرع نوعی کہ خاکش سبز باد سایہ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادہ و انیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او

شتقا شد دامن دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پخت

و بکرات و مرات جو آنز گر انمند اند وخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت

فاخرہ و زنجیر فیل و اسب عراقی صلہ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید

ز نعمت توبہ نوعی رسید آن مایہ کہ یافت میر معری ز دولت سنجر

ز گلبن املش صد چمن گل اُمید شگفت تا کہ بہرح توشہ زبان آور

در عہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبر آباد از باز

مستف میگذاشت قضا را سقف فرو داد۔ نوجوان بر خاک ہلاک افتاد۔ عروس نامر

کہ در نہایت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ

در حضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن

بیائمدی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجا است کہ شعراء

زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند و ہمین یک

شوہر می کند۔ و اورا سرمایہ زندگی می شمارد و بعد مردن شوہر خود را با مردہ شوہر

می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید

خسرواد عشق بازی کم زہند وزن مباح کز برای مردہ سوزد زندہ جانے خویش را



و از غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصه عشق زن بر مرد واقع شده یعنی قصه  
یوسف علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام -

ملا نوعی حسب الامر شاهزاده دانیال در واقعه مذکور شنوی سوز و گداز  
بنظم آورد - از انست ۵

جمال ناز را پیرایه نو کرد      عبارت را تبسم پیشرو کرد

و از ساقی نامه اوست ۵

بده ساقی آن ارغوانی نبید      که روز خرابان بپایان رسید  
بگردان زره عمر برگشته را      چو شاه نجف روز شب گشته را

وفات نوعی در برهان پور سنه تسعة عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق افتاد -

دیوانش بمطالعہ درآمد و این ابیات حاصل شد ۵

زاں پیش که صبح از شب امید بر آید      بکشد هین شیشه که خورشید بر آید

دست فرسود تمنا دل شیدائی نیست      این گل طور بود لاله صحرائی نیست

باد می خواهم به سیر ماه تمام کار نیست      هیچ ماه چاره چون ساغر شراب نیست

شراب مطرب و دلدار در مقابل بود      میان دیده و دیدار شرم فاصل بود

ما بے سواد علم معاش زمانه ایم      مفلس شریک مایه این کارخانه ایم

ما عاشق و جز خانه خرابی فن مان نیست      خصم است بخود هر که بجان دشمن مان نیست

یکروز صبا بوی گلے برد به یعقوب      بگریست که این نکبت پیراهن مان نیست

نسیم مهزجا رب گل دماغم رفت      اگر غلط نکم بوی یار می آید

سبوی باده سلامت که زینت دوش است      سرے که نایه در دست گو بدوش مبار

توروی آئینه و ما قفای آینه ایم      چنانکه از تو بد از مانکو نمی آید

چو جام باده مسخر شود بدعوت صبح      چه لازم است که تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ ز اجزای جہاں تابع رنگے است در بادہ گرت خصم نمک ریخت شکر گیر

## (۵) نظیری۔ مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سر سبزش نظیر فیروزہ نیشاپور است از انش نظیری خوانند۔ و دیوان  
ز گینش رشک نگار خانہ فقہور است از انش بے نظیر دانند۔

مرزا صائب گوید ۵

صائب چہ خیال است شود ہچو نظیری عرفی بہ نظیری نہ رسانید سخن را  
وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا نظیری را بر عرفی و بر خود مطلق نخواہد  
بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خودی فرماید ۵  
بلبل خوشنوا ۵ نیشاپور نخل از طبع بے نظیر من است

مولانا نظیری فیروزہ دار از نیشاپور برآمدہ در ہندوستان بہمین جوہر شناسی  
خانخانان نامے بر آورد و قصائد عزادری در محبت خانخانان بر صفحہ روزگار ثبت  
نمود۔ و صلوات گرا نمایہ اند وخت۔ بعد چندے بدلات خضر توفیق احرام حسین  
مخترمین بر بست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ ہندوستان کشید۔  
و در گجرات۔ احمد آباد رنگ توطن ریخت۔

وقتے جہانگیر پادشاہ کتبہ عمارتے امر فرمود۔ مولانا غولے گفتہ بعرض رسانید کہ

مطلعش این است ۵

این خاک درت صندل سرگشتہ سربا بادامڑہ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود۔

شیخ محمد مندومی تخلص بغوثی در کتاب گلزار ابرار ۵ گوید ۵۔

”مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت۔ مہذب الاخلاق بود

« در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گز از منعطف  
 « ساخته نخت سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارنده گلزار ابرار روشن ساخت سپس  
 « دوازده سال که تنم عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر  
 « حدیث از خدمت مولانا حسین جوهری داره نمود و در هزار و بیست و سه (۱۰۲۳) بعالم  
 « قدس خرامید انتتہ -

قبرش در تاج پورہ احمد آباد واقع شدہ و بر قبرش گنبدے تعمیر کردہ اند این چند  
 بیت از دیوانش انتخاب افتادے

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را	تا چپ نکنی راست بخواند ننگین را
بے عشق عقل را ہنرے در داغ نیست	بد سوز دآن فتیلہ کہ از شعلہ داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفل محبوب را	بر سر راہش بنید ازید مکتوب مرا
سببین عجیب و قبولم کہ در پناہ تو ام	اگر بد دو جہانم کہ نیک خواہ تو ام
و گر خدا بردای دل سر کجا داری	کہ یکدور و ز شد آتش بنیر پاداری
جرم من است پیش تو گر قدر من کم است	خود کردہ ام پسند خریدار خویش را
می گیرم و از گریہ چو طفلم خبرے نیست	در دل ہو سہمست ندانم کہ کد ام است
بہ مہربانی او اعتماد نتوان کرد	کہ تازہ عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمہائے تازہ ز حرمان عمہ یاست	عنقا بر وزگار کسے نامہ بر نشد
توان ز نامہ من یافت اشتیاق مرا	عیاشوق باندا زہ سخن باشد
بہ بیج عشوہ برم جان کہ مست ناز مرا	اہانت است کہ خود بر سر متاع آید
دوستے بود کہ مردیم بہنگام وداع	آن قدر زندہ نہانیم کہ محل برود
یک توجہ از تو در کار است و صد عالم مراد	غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود
تو کار خود بہ غمۂ معشوق و اگر زار	بی طاقتی مکن کہ نکویان نکو کنند

مسافرانِ چین نارسیده در کوچ اند      شگوفه می رود و شاخ بار می آرد  
 مکرو خد متت عمر سیت می بندم چه شد قدم      برهن می شدم گراین قدر ز ناری بستم  
 بوی یار من ازین سست وفای آید      گلم از دست بگیرد که از کار شدم  
 نازم باین شرف که غلام محبتم      لاف نسب ز نسبت آدمی ز نم

## (۶) سبخر میر سبخر خلف میر حیدر معالی کاشی

سبخرش هموار است و گهرش آبدار - دیوانش بنظر امعان در آمد غزل و قصیده و  
 شنوی یک رتبه دارد -

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در شطرازی  
 بادشاه و شاهزاده ها و امراء اکبری بنظم آورده و بامیرزاجانی والی تنه نیز مربوط بود و  
 زبان بداحی میرزاجانی و میرزاغازی و تارسی کشود -

در اواخر عهد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد - و در ظل عنایت ابراهیم عادل شاه  
 قرار گرفت - عادل شاه در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر مر و پیش بها  
 عطا فرمود - و شکسته حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود -

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد - و در زمره ممدوحان  
 خود از ابراهیم عادل شاه اظهار رضای کند و در مدح او می گوید -

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند      نخست والی غزنین دوم خدیو دکن  
 رسد بعهد تو شاعر به پای ملک      ز به نوازش شاه و ز به ظهور سخن

اشاره بملا ملک قلی و ملا ظهوری ترشیزی هر دو شاعر مشهور پای تخت ابراهیمی  
 در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام  
 اوصدور یافت اما پیش از وصول فرمان - منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سہ احدی و عشرین و الف (۱۰۲۱) روداد۔ مصرع "افگند بادشاہ سخن چہ سنجی" تا پنج است۔ مؤرخ دو عدد زائد را بہ حسن تعبیر افگند۔

۱۰۲۳  
۱۰۲۱

ایں چند بیت از غزلیات سنجہ بہ انتخاب در آمدہ

شہ حسن است ہر جانب بازار مرا	تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا
نہ تاپ دیدن و نہ طاقت شکیبائی است	تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است
محققان کہ ز دریای علم در جوش اند	چو کودہ تا نکتی شان سوال خاموش اند
آتش خرمین منی شبنم کشت دیگران	دو رخ من چہ اشدی ای تو بہشت دیگران
ای بخت صبح عشرت تا کہ بخواب بینی	بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی
رہے بردگوش بہ راز نہان ما	در قفل دل شکست کلید زبان ما
ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زودی روم	طبع ترا زیادہ مکر نمی کنم
الماس بدل پاشتم و منت کشتم از خود	من لذت این نخم بسوزن نہ پسندم
اگر از دامن محل کشیدم دست بیتابی	بہ پایہ ناقدہ افتادم بہ گرد ساربان گشتم
ما عجز دشمنم حریفان ز بون طلب	ای خون ما بہ گردن طبع غیور ما
ای غم ہجر پیش ازین جائے تو نیست درم	یا بگذر ازین سرا یا بنا قبالہ را
امشب ای ہمسایہ و ہمان من از خود ترا	گر کسہ احوال من پرسد بگوید خانہ نیست
مہر آمد بہ تماشای تو با تیغ و ترنج	گو بیا گر ہوس دست بریدن داد
مرا کہ سینہ زمین نمک فروشان است	دماغ سوزی مرہم بہ دماغ من غلط است
نیست او با سر آزادی این مرغ اسیر	در نہ صد مرتبہ گرداند بگردہ سر خویش
این زمان بے نسبتم سنجہ و گر نہ پیش ازین	دست من در زلف او گستاخ ترا نشانہ بود

## (۷) زمانی - ملا زمانی یزدی

علت این تخلص آنست که مذهب تناسخ داشت - و خود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت  
و این خام خیال را در عالم قاف می آرد - که

در گنج فرو شدم پے دید از یزد بر آدم چو خورشید  
هر کس که چو مهر بر سر آید هر چند فرو رود بر آید

و آو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - و دم بهم صغیری بلبل  
شیر از زود دیوان خود را نزد شاه عباس ماضی برد و عرض کرد که دیوان خواجہ راجہ آ  
گفته ام - شاه فرمود خدا راجہ جواب خواہی گفت - کلیات اودہ ہزار بیت است <sup>لف</sup> <sup>مؤ</sup>  
صبح صادق سال وفات اود <sup>سنہ</sup> <sup>احدی</sup> <sup>و عشرین</sup> <sup>والف</sup> (۱۰۲۱) نوشتہ و  
ناظم تبریزی در تذکرہ خود گوید "وفات اود <sup>سنہ</sup> <sup>ہزار و ہفدہ</sup> (۱۰۱۷) واقع شد"  
غنیۃ تاملش باین رنگ می شگفد

حکایت از قد آن یار دلنواز کنید باین فسانہ مگر عمر مادر از کنید  
ہلاک شیشہ در خون نشسته خوشیم کہ آخرین نقش عذر خواہی سنگ است  
زبان حال خموشان کسے نمی داند و گر نہ سوسن آزاد در فسانہ تست

## (۸) شانی - شانی تکلو

در بخوری شانے بلند دارد - و مکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مرح او  
قطعہ طویل الذیلے می پردازد - و در عنوان آن می طراز دے

صبا بکوی دل آشفگان عشق گز زمین نبوس اگر آسمان دہد دستور  
بگو بگردمک دیدہ ہنسہ شانی کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایہ نور

تو آن مسج مقالی که ملک معنی راست      بیاض جبهه کلک تو صبحگاه نشور  
واوازشنا طرازان پایہ سریر شاه عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاه  
اختصاص داشت۔ و در صلاہ این بیت ۵

اگر دشمن کشد ساغر و گردوست      بطاق ابروی مستانه اوست  
شاه او را بزرکشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شانی در او آخر زندگانی در مشهد مقدس گوشه انزو ابرگزید۔ و از سرکار  
شاهی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث و عشرين و الف  
(۱۰۲۳) واقع شد "پادشاه سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پر تومی دهد ۵

چه خوش است بادوزلفت سرشکوه باز کردن      گله های روز و ہجران بشب دراز کردن  
لذت آزار گر این است پیکان ترا      هیچ اجرے نیست در محشر شهیدان ترا

ہر قاصد آہے کہ بسوی تو فرستم      ہچون نفس باز پسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی      ہر چند کہ پرواز کنم در قفس اُفتم

نیست ممکن کہ گزیم ز غزالان خیال      ورنہ مجنون تو تنہا ترا زین می بالیست

(۹) شکیبی - محمد رضا بن خواجہ عبداللہ صفا ہانی؛

از نثر او خواجہ عبداللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر  
احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب را  
یاد می کند و می فرماید ۵

برندی شہر شد حافظ پیران چندین رع لیکن      چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دام  
شکیبی در سنہ اربع و ستین و تسعمائہ (۹۶۷) متولد شد بر خے علوم در شیراز و لختے

در صفایان تحصیل کرد. و به اراده سیرمهند در کشتی نشسته خود را به ساحل بندر چپول کشید.  
 و از آنجا به قصد ادراک خانخانان که در آن ایام در گجرات بود. عازم گجرات شد اتفاقاً  
 خانخانان در آن فرصت به آگره رفته بود. شیکمبی از گجرات به آگره شتافت. و خانخانان  
 را دریافت. و با او سیرسندھ و دکن کرد. در سنه ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان  
 جدائی ورزید. و در سمرقند از توابع مالوا رسیده بیماری صعب کشید. و نذر کرد اگر شفا  
 حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند. از برکات این نیت شفا دست بهم  
 داد. و در سنه اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بر بست. و این سعادت غظمی را  
 حاصل نمود. و بعد از سال از راه هند رسورت برگشت. و در برهان پور با خانخانان  
 برخورد و در سنه ثمانیه عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشه نشینی کرد خانخانان برای او  
 سیورعالی و صدارت و بهلی از درگاه جهانگیری برگرفت. و باین تقریب در دار الخلافه  
 و بهلی بدل جمعی فروکش کرد. تا آنکه در سنه ثلث و عشرين و الف (۱۰۲۳) محل سفر عالم دیگر<sup>ست</sup>  
 شاعر خوش طبیعت صاف فکر است. ساقی نامه برای خانخانان در سلک نظم کشید  
 و بصله ده هزار روپیه جیب و دامن آرزو پُر کرد. ازان است ۵

بیاساقی آن آب جوان	بدہ	ز سر چشمه خان خانان	بدہ
سکندر طلب کرد لیکن نیافت		که در هند بود او بظلمت شتافت	
ای خدا جنس مرا از غیب بازار	بدہ	می فروشم دل بدیدار	خرید ای بدہ
شکسته دل نشویم ارترا سر جنگ	است	که آبگینه ما هم طبیعت سنگ	است
تو غنچه سحر من چدراف صبح دم		تو خنده بر لب من جان در آستین دارم	
پروانه نیک رفت که در پیش شمع سوخت		آگه نشد که سوختن غائبانه چیست	

### رباعی

نزدیست جهاں کہ برو نش با ختن است      نژادی او شش دو کم ساختن است



دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است برداشتش برای انداختن است

## (۱۰) رضی-آقا رضی اصفہانی

اُستاد فن و نقاد سخن بود- سیر ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع و عشرين  
والف (۱۰۲۴) جادہ فنا پیود ”آہ از رضی“ تاریخ است۔  
۱۰۶۷ھ

نقش سخن باین آئین می بندد

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است کہ سرخروی گل از طپا پنچہ باد است  
در فراق تو چنان است تن بے جانم کہ چو فانوس بہ تحریک نفس می گردد  
نخواہم زیست چند اینکہ بازار دپیا مثل وصیت نامہ بر بال مرغ نامہ بر بستم

## (۱۱) ملک- ملا ملک قمی

مشہور سخن سرا بیان است- و معروف نکتہ پیرایان- مرزا صائب سخن اورا مکر  
تضمین می کند و در قطعے می گوید

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید ملک چشم بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری  
و صغریٰ بہ شوق شاعری افتاد- و از قلم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن  
سخن گرم داشت- آخر متوجہ قزوین شد- و قریب پچہار سال در مصاحبت موزوں  
و مستعدان آن مقام گزرانید-

و در رمضان سنہ سبع و ثمانین و تسعمائے (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سرے  
بیدار و کن کشید- و از مرتضیٰ نظام شاہ دیوانہ والی احمد نگر و بعد اواز بزرگ  
شاہ اکرام و انعام فراوان یافت-

و در بیجا پور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ- از

مقربان بساط عزت گشت۔ وثمر ہا از نہال برومند دولتش برچید۔ و چون جوہر  
قابلیت ملاحظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید۔ و دختر خود را در حبالہ نکاح او در آورد۔  
صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید:-

”مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری تہذیبی کتاب فروش را کہ نہ ہزار بیت است“

”ربنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند“

شیخ فیضی وقتے کہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر بامو

شد۔ در عرضہ خود از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ:-

”دراحمد نگر دو شاعر خاکی نہاد۔ صافی مشرب اند۔ و در شعر تہ عالی دارند کیے ملا“

”ملک قمی کہ کبس کمتر اختلاط می کند۔ و ہمیشہ مژہ ترے دارد۔ دیگر ملاحظہوری کہ بغایت“

”در نگین کلام است۔ و در مکارم اخلاق تمام۔ عزیمت آستان بوس دارد“

ناظم تبریزی گوید:-

”در سنہ ہزار و بست و چہار ملا ملک فوت شد و ملاحظہوری یک سال بعد از او“

و ابوطالب کلیم گوید:-

ملک آن پادشاہ ملک معنی کہ نامش سکہ نقہ سخن بود

چنان آفاق گیر از ملک معنی کہ حد ملکش از قم تا دکن بود

سوی گلزار جنت رفت آخر کہ دلگیر از ہوائے این چین بود

بجسم سال تاریخش ز ایام بگفتا۔ او سر اہل سخن بود

اما این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد۔

پیش ازین کلیات ضخیمہ از ملا ملک دیدہ بودم۔ در وقت تحریر دیوان غزل

۱۵ اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے در بار اکبری میں صفحہ ۳۹ سے لغایت ۴۱ نقل کیا ہے

دیکھو در بار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۹۹۰ء +

مختصرے ازو بنظر در آمد- خوش لفظ است- اما معانی تازه کم دارد- و تشبیه که رکن  
رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شده- و اشعار چیدہ و ازین قبیل  
است کہ بہ تحریر می آید

دلم ز داغِ غمت صد ہزار جارِش است	کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرغ کہ بیدارِ محبوب است	اگر وفانہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگرچہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست	ولیک صحبتِ شان خالی از تماشا نیست
مدہِ رخصت کہ ریزد خونِ مردمِ چشمِ فتانت	کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت
اگر بامدعی عہدِ وفا بستی نمی رنجم	کہ می دانم ندارد اعتبارے عہدِ وپیتا
بروزِ محشر شهیدانِ چو خون بہا طلبند	نیشتمے کن و خاموش کن زبانِ ہمہ
با احتیاط می عافیت بہ ساغرِ ریز	کہ سنگِ تفرقہ خصم پیالہ داران است
پیامِ مستِ عہدان داشت سقمے	کہ قاصد دستِ بر نفسِ خبر داشت
صلح کرویم من و غیرِ دین بود صلاح	زانکہ جنگِ من او- باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کور کہ در سایہ پروانہ گذاخت	بہتر آنست کہ تقلیدِ سمندر نکند
صد تم دیدی ملک یکبارہ سر کن شکوہ	نیستی شرمندہ لطفے زبانت لالِ چسیت

### رباعی

عاشق بہوس گر سر کای می داشت	جادِ جرم چون تو نگاہ می داشت
ای کاش ملک بوالہوسی می آخت	تا در نظر تو اعتبارے می داشت

### (۱۲) ظہوری - ملا ظہوری نریشیری

ظہور دولت سخن در عہد او بمحارج علیا رسیدہ و نہالِ کلام موزون ازین  
تربیت او سر بہ طارم انحراف کشیدہ-

مرزا صائب اور ابا ادب یاد می کند و می گوید:

صائب ندا شتیم سرو برگ این غزل این فیض از کلام ظہوری بمارسید

ظہوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر خوش آمدے

باخبر کشیدہ تغافل رسانده بود خود را به پیش من کہ نگاہ از قفارسید

ساقی نامہ ظہوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و بہ نازک ادائیہا دل از

دست می برد۔ کتابتہ این میخانہ بنام بہرمان شاہ والی احمد نگر است۔

نثر ملا ہم طرز خاص دارد۔ آما غزلش باین رتبہ نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات

محل سیاحت برست۔ و بہ سیر عراق و فارس پرداختہ عازم گلگشت و کن گشت و

از خوان احسان ابراہیم عادل شاہ فراوان نعمت اندوخت۔ و کام موزبان را بہما

اوشیزین ساخت۔

ملا ملک قمی اور ابرز یور کمالات محلی دیدہ طرح اُلفت ریخت۔ و صبیئہ خود را در عقد

ازدواج مولانا کشید۔

و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند کہ تالیف با ہم شارکت فکر بہ تحریر

آوردند۔ چنانچہ ملا ظہوری در دیباچہ ”خوان خلیل“ می طرازد کہ ”ظہوری

قبل ازین در پیرایش ”گلزار ابراہیم“ و اکنون در گستردن ”خوان خلیل“ سہیم

عدیل ملک الکلام است“

وفات ملا ظہوری در کن سنہ خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

نہ سال پیش ازین کلیات سیرضامتہ از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل

بدست آمد و بیتے چند انتخاب اُقتادے

شب از مرگان تر فرستم غبار آشنانش را پیشانم کہ کارے یاد و ادم پاسانش را

لہ مراد از کتابہ در بیجا ڈیوی کیشن است۔

تفاضل پیشہ صیدا فلک این سرزمین باشد      کہ دائم بہ ترتیبِ رنگا ہے در کین باشد  
نیفتاد و چنان کہ کوشش افلاک بر خیزم      مگر گرد تو گرد گرد من کہ خاک بر خیزم  
ہچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم      کوچہ گردی است بجا گرچہ زمینگیر شدیم  
ازین چہ باک کہ رسم و فانی دانی      بلاست اینکہ طریقِ جفا نمی دانی  
مدار خویش منہ جملہ بر نئے دامن      گذشت کار ز طفلی چہ را نمی دانی  
سعادت است بہ عشق تو بہ نفس مردن      وکیلِ خضر منم عمر جاودان نذر است  
تصرفِ عجیبے کرد در مزاجش غیر      عجیب نیست کہ غیرت مزاج گوشہ است  
نیاز مود کہ زور غرور تا چند است      اگر حرف ضرور است عجز ما اینجا است  
کہ دید است این چنین صیاد قدرت آن مروت      کہ زخمِ فربہ از پنجرِ لائے بر نگر داند  
خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن      نیستم مردِ عداوتِ محبتِ سوگند  
بجلدی چون لگا ہے تیر بینان قاصدِ خواہم      نشستن بر سرِ راہ صبا از من نمی آید  
بہ نکلین گاہِ عرضِ حال کو و آہنی بودم      چہ دانستم حیا در عیشِ سیما ہم اندازد  
خمشوی نفہما دار و سخن پرداز می داند      نخستین اینکہ ساکت ہیچیکہ ملزم نمی گردد  
اگرچہ یاد مرا رخصتِ نشستن نیست      ہمین بس است کہ بر خاطرش گذرد داد  
ز حد برد است چشمِ اشکبارم قرعہ غلطانی      نمی دامنِ شکیبم از سفر کے باز می آید  
سعی فرماے کہ سیاب شوی از تف شوق      کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزون گردد  
بُرد باران کوہ را از گاہ کمتر می نهند      نا توانان اند لیکن در سخن برداشتن  
ذوقی است پادشاہِ اقلیم دوستی      خواہم کہ یک دور روز تو باشی بجای من  
تبیخ تو نمی داشت اگر آبِ مروت      خونِ چومنے را کہ رساندے بہ بہا  
فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد      و گر نہ چیست از خورشید و مہ آئینہ گردانی

کدام جوڑ تو از لطف و نشین تر نیست چه احتیاج که تشویش انتخاب کشی  
 شیخ فیضی در عریضہ خود از احمد نگر بہ اکبر بادشاہ برمی نگار دکہ :-  
 ”مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزی یکے از شرفاء مکہ معظمہ مجھے بود۔ اقسام  
 ”مردم بر کنار حوض نشینہ صحتہ می داشتند۔ بہ تقریبہ یکے از اہالی ماوراء النہر گفت  
 ”کہ فردا چہار یار بر چہار گوشہ حوض کوثر نشینہ آب بمونان خواہند داد۔ محمود صباغ  
 ”نیشاپوری برخاستہ گفت۔ نامعقول مگوئید حوض کوثر مدور است و ساقیش علی مرتضی  
 ”و گر بخت“

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر در میان آمد۔ رشتہ فائدہ از سحاب قلم  
 می تراود کہ حوض کوثر مربع است۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در کتاب  
 ”البدور السافرة“ می آرد اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَزْأَمُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَى الْحَوْضِ اَنْظَرُ مَنْ يَرِدُ  
 عَلَيَّ وَالْحَوْضُ مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَنِزَايَا عَلَى السَّوِيَّةِ يَعْنِي عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ

## (۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود۔ و گوئے غزل گوئی از اقران می ربود۔ قوت مدرکہ  
 بلند داشت۔ و باملاش کویہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند۔  
 میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) نوشتہ و  
 ناظم تبریزی گوید ”وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد۔  
 و او ساز سخن باین قانون می نوازد کہ

شمکشان محبت دم از فغان بستند      گرہ ز جہہ کشاند و بر زبان بستند

ترا به نکست پیرا بنی مضایقه نیست      و لے بہ طالع ماراہ کاروان بستند  
گردل از عرض تمنا برادے نرسید      این قدر شد کہ ترا بر سر ناز آوردم

## (۱۴) فرقتی - ابو تراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیہ سخن عتبہ شاہ عباس ماضی بود -  
و گوی سخن از ہماستانان می ربود -

واو قطعہ بنظم آوردہ پیش صادقی بیگ نقاش بہ اصفہان فرستاد -  
و التماس تخلص کرد - صادقی بیگ قطعہ در جواب نوشت - و چہار تخلص تجویز نمود -  
از انہا فرقتی پسندش افتاد - از ان چہار تخلص یکے کلیم بود - گفتند چرا کلیم تخلص نمی  
کنی - گفت نخواہم کہ طرفا کلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست و عشرين و الف (۱۰۲۶) اتفاق افتاد نہال کلکش این

نوع ثمری افشاندہ

بمخون ترا عار ز عریانی تن نیست      پروانہ پر سوختہ محتاج کفن نیست  
چہ شد اگر مرثہ بر ہم نمی توانم زد      کہ لب بلب نرسید است ہیج دربارا  
خون تراوش می کند از چاکہای سینم      طفل اشکم باز گم کرد است راہ خانہ لا  
چو جادوئے کہ از بہر فسون لبہا بجنباند      بہ افسونم زندہ چشمت ہم بہر لحظہ مژگان لا

## (۱۵) فغفور - محمد حسین

از سادات لاهیجان - و در فن طبابت و شعر و خوشنویسی ممتاز زمان بود - در  
ایران رسمی تخلص می کرد - و بعد وصول ہند فغفور تخلص برگزید - بے شاہ  
مصوران کشور فصاحت است - و نحو نقش طراز ان قلم و کتابت -

دراواخر ایام زندگانی ملازم شزاده پریوز بن جهانگیر بادشاه شد و اشعار خود را به حدت او موشح ساخت.

و در بلده اله آباد سده شان و عشرین و الف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فنا افتاد.

دیوانش قریب چهار هزار بیت نوشته اند. نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشده

فلک امشب بکام زنده در و آشام می گرد	عس کو خواب راحت کن که امشب جام می گرد
در عشق چو سبابة تسبیح شماران	صد عقده به پیش آمد و از راه نگشتم
سر شوریده بسامان توان باز آورد	این نه و شمار پریشانست که از سر نبند
این قوم خود نما که نه بینند عیب خویش	آئینه کاش در گرد تو تیا کنند
می رسد نازت از آن چشمت که چون غنچه گل	سر مرثگان تو از طرف کله می گزرد
ملاحظت تو گواه است و شور خجسته من	که بے نمک نسرشتند خاک آدم را

## (۱۶) نظام - میر نظام دست علی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است - و نظام قلم و نکته پرداز - در عمر شتی سالگی دنیای پنج روزه را وداع کرد - و این سانحه در سده تسع و عشرین و الف (۱۰۲۹) واقع شد - خوابگاهش حافظیه شیراز -

سحاب کلکش باین آبداری گوهر می افشاند

دل مرا عشق گرداند بگرد چشم پر کارش	چو آن مرغی که گرداند کس بر گرد و یارش
ز دنیا یکسر موعم نباشد اهل دنیا را	که دلگیری نباشد و نفس مرغان دیار را
گر فلک من هم آغوشش نماید و وز میت	باغبان بر چوب بند گلبن نوخیز را



چشم چون بر عشوه کرد اول بسو خوشید  
 باده خود خورد ساقی ساغر لبریز را  
 دل که افسرده شد از سینه بدر باید کرد  
 مرده هر چند عزیز است نگر نتوان داشت  
 من آن مرغم که باشد آشیانم سایه برگ  
 تواند جنبش بای مرا بے خانمان کردن

## (۱۷) مرشد - ملا مرشد میرزا جردی

مرشد سالکان جاده سخن است - و صاحب تلقین مرتاضان این والا فن  
 از وطن خود رها گراے هند شد - چون بقندھار رسید - جاذبه التفات میرزا  
 غازی وقاری عقاب پائے او گردید و در آن عتبه کرسی نشین عزت گشت - و  
 مرشد خان خطاب یافت - بعد فوت میرزا غازی خود را به هند کشید -  
 پوشیده نماند که وارد شدن مرشد از ولایت خود بقندھار و رحل اقامت افگندن  
 در سایه عاطفت میرزا غازی هفده سال پیش ازین هنگامے که تخریر پید پیضا در میا  
 بود - در تذکره مشاھدہ افتاد - تعیین تذکره از خزانه حافظ برآمد -

و میر تقی او صدی صفایانی صاحب تذکره عرفات گوید - محض کلامش اینکله

”مرشد وقتیکه از یزد جرد به صفایان آمد بنده بخدمت ایشان مکرر رسیدم - از آنجا“

”بشیراز رفته - مدتی سیر کرد - چون بمک سندھ افتاد - صحبت او با میرزا غازی برآمد“

”و ترقیات نمود - و مرشد خان خطاب یافت - و چون میرزا غازی جرعه شهادت چشید -

”اراده درگاه جهانگیر بادشاه نمود - در اثناے تخریر این مقالات به آگره آمد - چند روز او“

”دیبا فتم - پس در اجبیر رفته به اردو کے جهانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف“

”گردید و الحال با مهابت خان می باشد“

و همچنین میر تقی در ترجمه طالب آملی که با او هم ملاقاتها دارد می نویسد که :-

”وقتیکه از ایران عزم هند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود“

برخال و خط شناسان چهره تایید است که میرزا جانی والی تنته پدر  
میرزاغازی در سنه احدى و الف (۱۰۰۱) ناصیه بخت بملازمت اکبر پادشاه  
برافروخت. و میرزاغازی در تنته ماند. اکبر پادشاه تنته را به میرزا جانی  
ارزانی داشت. و نیابت به میرزاغازی عنایت شد و چون میرزا جانی در  
برهان پور دسنة ثمان و الف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد. پادشاه  
میرزاغازی را مشمول عواطف داشته ولایت سندھ را با او باز گذاشت. و  
در سنه احدى عشر و الف (۱۰۱۱) سعیدخان چغتایانتزاع سندھ مامور شد میرزا  
غازی حلقه انقیاد در گوش کشید. و تا بهکمر رسم باستقبال بجا آورده سعیدخان را  
دریافت. و بهمراهی او خود را بدرگاه اکبری رسانید. همت خسروانی بر حمت  
بحالی ملک سندھ رنگ رفته او را بحالت اصلی آورد. و در عهد جهانگیری صو  
ملتان در اقطاع او اضافه شد. آخر بصوبه داری قندهار سرمایه افتخار  
اندوخت. و همنجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدى و عشرين و الف (۱۰۲۱)  
پیمانه حیات او لبریز گردید.

میرزاغازی بعد از آنکه از سندھ بهند خرامید. باز به سندھ نرفت.  
پس ملاقات مرشد و طالب با میرزاغازی در سندھ بقول میر تقی در عهد  
اکبری بوده باشد. واللہ اعلم

مخفی نماند که تذکره میر تقی صفایانی بعد تبیض این جریده بنظر رسید  
اسامی شعراء ترتیب حروف تہجی می کرد. عجب صلائے عامی در داده. و به ادنی  
موزونے کہ بے برده چه قدیم چه جدید در همان خانہ خود تکلیف نموده و به از  
تذکره میر تقی کاشی است. تذکره صفایانی نسخہ ناقص از حرف الصاد تا

حرف الیاء بدست آمد و چند جاذبہ بعضی مطالب الحاق نموده شد۔

مرشد در سہ تثنین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری برآمد منتخب از دیوان  
او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید  
و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از مینجانہء فکرش تراویدہ  
مطلعش این است ۵

بہار است و دل مست و من در خار	خوشا جامے خاصہ از دست یار
گیرم کہ روزِ حشر سر از خاک بر کنم	آن دیدہ کو کہ جانبِ قاتل نظر کنم
من آن مزعم کہ گریاری نماید تخت سازم	بود تا گوشہ بامِ قفس معراج پروازم
طرہ و لبر نیم تا کہ پریشان زیستن	چشم عاشق نیستم تا چند حیران زیستن
کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر	تا دوروزے جمع گردد زمین پریشان زیستن
بسیار ز حد می گزر دگر می مجلس	و سوختہ در پس دیوار نباشد
بے سبب مرشد ز طورین شکایت میکند	اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام
جوان زبسکہ شد از فیض ابر عالم پیر	شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر
ہمان بزرگ گل افتد بخاک سایہ گل	زبسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر
ہوا چنان بر طوبت کہ از زبان تا گوش	ہزار جا بزند ریشہ نالہ شبگیر
چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز	کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

### رباعی

راست پیچیم بسے نشیب است و فراز  
کز انجاش خبر ندارد آغاز  
چون نالہ عاشقان پست و بلند  
چون وعدہ وصل گلرخان دور و دراز

### (۱۸) ز لالی خوانساری

در اختراع تازی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتادہ و بایجاد سبۃ

ستیارہ سپہ بلند خیالی را رونقے دیگر داده۔

عمدہ شنیات او ”محمود وایاز“ است کہ مصنف اکثر اوقات خود را صرف این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید  
 در استفتاح این منشورنامی بچو تانیخ نظمش از نظامی  
 و تانیخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرين و الف (۱۰۲۲) باشد این مصرع افادہ میکند

الہی عاقبت محمود باشد

اما ترتیب نادادہ ورق حیات گرداند شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمر  
 در ہندوستان نسخ متعدده فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ  
 ربطے داد۔ و ملا طغرائی مشہدی دیباچہ نثر بہ تحریر آورد۔

وفوت ز لالی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع  
 از جہان رفت ز لالی بجنان“ تانیخ یافتہ اند۔

از محمود وایاز است ہ

مئے کز وے خرد بے برگ گردد غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد  
 جنون یک قطرہ از لائے خم او سر بہوشی و پائے خم او

## (۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورہ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن و قوف بجد تمام  
 بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقراں مستثنیٰ برآمد  
 و اکثر ناوک فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت  
 بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔

لہ ازین مصرع تاریخ مطلوب برنے آید۔

غرا دارد- و بیشتر ناگستر حاتم بیگ اعتماد الدوله است- و در صله قصیده دالبیه  
 که در مدح اعتماد الدوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید- و بعد فوت شیخ هم چند  
 سال آن وجه به متعلقان شیخ می رسید- مطلع قصیده مذکور این است ے  
 اہل صورت کہ جمعیست صوری شادند فارغ از تفرقه معنوی اصدادند  
 رحلت شیخ در سنہ احدی وثلثین و الف (۱۰۳۱) اتفاق افتاد- این چند بیت  
 از دیوانش فرا گرفته شد ے

چندان دلم بپرستن چشم تو شاد نیست	وانم کہ بر تو اضع مست اعتماد نیست
کشد چو سو چین بے قدرت ملال مرا	گذر چو مار سیہ سایہ نہال مرا
کم گن شراب لطف کہ پر شد ایام ما	روغن چنان ہریز کہ میرد چراغ ما
کردی سفید چشم نفی را ز انتظار	این بود پنبہ کہ نہادی بداع ما
ہنگام و دغش می کم نو عہد دیرین را	چو بیاے کہ وقت مرگ ایمان تازہ می سازد
عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند	کو کہن آخر زبرد بر این قوم را بدنام کرد
نقی در گریہ آورد اضطراب عشق جانان را	کہ زور آتش سوزندہ آب چوب تر گیرد
من گشتہ آن چشم کہ در عین تکبہ	با ہجو منے در صد و ناز در آید
رفتی و خموشم کہ در آغاز مصیبت	ما تم زده یکچند بشیون نبرد راہ
نقد دل دزدی و آنگاہ بہ قریب جیا	سر بہ پیش افگنی و چشم ببالا نکنی
نیست در عشق دل شاد شنیدی کہ چہ د	پادشاہی ز غلامی پدری از پسری
وای بر جان خلایق اگر آرند بحشر	عوض روز قیامت شب تنہائی را

## (۲۰) طالب آملی

برادر خالہ زادہ حکیم رکناکاشی بود- جو یای معانی بلند است و خواص لالی و پسند

میرزا صائب گوید

بطر تازہ قسم یاد می کنم صائب کہ جائے طالب آمل در اصفہا پیدا

در ریعان شباب از ولایت خود برآمده بہ نر ہتکدہ ہند خرامید چون میرزا  
غازی و قاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔  
و نقد کمیاب قدر دانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبان خود را باستان میرزا  
غازی کشید۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبان قصیدہ طولانی در مدح  
میرزا غازی می طرز و دوران قصیدہ رفتن خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان  
می نماید۔ از اینجا است این بیت

عنایات شوق تو شد ورنہ کے دل زوے فال رجعت ز ہند و ستانم

و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبداللہ  
خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر برد۔ آخر با عتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ  
شد و در سنہ ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندو  
و در ہمین سال ابو طالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معادلت نمود۔  
طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نور جہان  
قصائد غرا دارد۔

دستی النسا خانم ہمشیرہ طالباست۔ دستی النسا خانم در عہد صاحبقران  
ثانی شاہ جہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ و شوہرش نصیر ابراہیم رکن  
کاشی در ہندوستان رخت ہستی بر بست۔ چون فرزندے نہ داشت دستی النسا  
خانم دو دختر کہ از طالبان ماندہ بود بہ فرزند ی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل از دولج قتل  
خان و خور در ابجاء نکاح حکیم ضیاء الدین مخاطب بہ رحمت خاں کہ سپر  
حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکناست در آورد۔

ستی النساء خاتم درزی الحجه سده ست و خمسين والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی

در نور دید-

طالبها در اوائل مہر دار اعتماد الدولہ بود آخر مستعفی شد و قطعہ اعتذاری  
بنظم آورده - از انست ۵

دو صنف اند اہل طبیعت کہ ہرگز      ندارند باہم سر سازگاری  
یکے را فرومایگی کرد شاعر      یکے را بزرگی و عالی و تباری  
من آن شاعر م شکر بتہ کہ دارم      ز بخت بلند تو اُمیدواری  
کہ گر دہر بایقوت یکداندہ گردد      دروینیم از چشم نا اعتباری  
بہ گلزار معنی ہزار فصیحم      بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری  
چو مہر تو دارم چہ حاجت بمرم      مرا مہرداری بہ از مہرداری  
طالبها در مدح قلیج خان ناظم لاہور قصیدہ ہشتاد و چہار بیت در یک  
شب فکر کردو بان می نازدومی گوید ۵

منم کہ نیست چو من شاعرے ز اہل سخن      منم کہ نیست چو من قائلے ز اہل کلام  
گواہ این دوسہ معنی ہین قصید بس است      کہ یافت از سرشب تاسپیڈ دم اتمام  
اما میرزا صاحب اشہب فکر از طالبات نیز تر راند - و ہنگام ورود بر بان پور  
قصیدہ شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آورد و در آنجا  
مے فرمائد ۵

ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سخر      نبیند جمع بدار العیار بر بان پور  
کہ قوت سخن و لطف طبع مے دیدند      نمی شدند بطبع بلند خود مغرور  
ہمین قصیدہ کہ یک چاشت روی داد      ز اہل نظم کہ گفت است در سنین و شہور

اگرچہ طالبات را بیست و سہ بیت افزون است - اما افزونی ابیات طالبات با وسعت

وقت کم است۔ و کمی ابیات مرزا با تنگی فرصت افزون۔ و این معنی از تقسیم ابیات بر ساعات واضح می شود۔

آمدم برین که نسبت بجناب مرزا اصائب بے ادبی نمی توان کرد۔ اما این همه تفاخر از طالب آملی نامنظور است۔ چه شوکت قصیده قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین در عرض چهار ساعت بنحوی انشا نمود۔ و مطلقاً لب با ظہار کمال نکشود۔ مطلع قصیده این است ے

بسکه جوشد شعله حل کرد از مینائے من      شبیشه را فواره آتش کند صہبائے من  
و در آخر قصیده می گوید ے

شب که گردیدم ہم آغوش پریزاد خیال      چار ساعت در گذار شام دیو آسای من  
این همه اطفال معنی را که افکار من اند      زاد کلک مریم آسای میحازای من  
طالبادین جوانی از زیبا خلعت زندگانی برآمد و این واقعہ در سنہ ست و  
ثلثین و الف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال روداد۔

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبادین در وقت تخریر۔ بدست آمد فرصت وفا  
نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود۔ گل چند از گلستانش حوالہ دست قلم می شود ے  
گر من بجائے جوہر آئینہ بودے      بے رونما ترا بتو کے می نمودے  
من کیم کہ شرم قتل من سر اندازد پیش      ہیکلِ خرم گرانی می کند برگردنش  
بے نیازانہ زار باب کرم مے گزرم      چون سیچشم کہ بر سر مرہ فروشان گزرد  
ملایت کن و فارغ شو از ملایت خلق      کہ نخل موم ز آسیب تیشہ آزاد است  
دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب      ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم  
سبک چین کہ بگلگون می سوار شدم      امیدہست کہ رنگ پرید را گیرم  
خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح      در عمارتگری گنبد ستار خود اند



مرغ در جهان نئے بینم دہرگوئی دہان بیمار است

## (۲۱) شفقائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملاطیبیہ حاذق بود۔  
مشائرا الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ وحکمت نظری را بیشتر ورزید۔ ومدتے  
مشق طبابت کرد۔ قرا بادین او مشہور است۔ وعمر باد نسخہ نویسی شعرا فتادو بمعاجین  
افکار و ماغما را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرمایدے

دراصفہان کہ بدر سخن رسد صائب کنون کہ نبض شناس سخن شفقائی نیست  
حکیم نزد شاہ عباس ماضی با فرونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدی  
کہ روزے در عرض راہ شاہ را بر خورد۔ شاہ خواست کہ از اسب فرود آید حکیم مانع  
آمد اما مرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت ”شاعری فضیلت شفقائی  
را پوشید۔ و ہجا شعرا و را پنهان ساخت“ لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم توبہ  
موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع و ثلاثین و الف (۱۰۳۷) اتفاق افتاد۔  
زادہ طبعش دیوان جد و ہزل و چند مثنوی است مثل ”دیدہ بیدار“ و  
”نمکدان حقیقت“ و ”مہر و محبت“ این ابیات از دیوانش ماخوذ شدے

درد دل در آفرج گلہای داغ کن	از خانہ چون طول شوی سیر باغ کن
خویش را بر قلب غم آخر دل بیتاب نہ	این کتان پارہ کوس خصمی مہتاب نہ
حاکمے نو کو کہ بردر گاہ اودادی کنیم	مشت خوئے جربین بالیم و فریادے کنیم
از زبان خنجر کین پریش دلہا مکن	عالی را طعمہ شمشیر استغنا مکن

اے درآغوشِ ملکِ مودہ بد خوئی مکن      شکرستان زیر لب باری ترش روی مکن  
 بخود غم تو نگویم کہ بیم رسوائی است      نہان کنم ز خیالت کہ یار ہر جائی است  
 بہ انتقام ابد آشتی میسر نیست      ز بسکہ خوے تو بر یک گناہ بے پیچہ  
 نو بہائے کہ دلی نشکند از پہلوی او      جائے آنست کہ پہلوی خزان بنشیند  
 دامن دیدہ نگہدار کہ در مذہب ما      دل چو شد کشتہ دیت از مژہ تر گیرند  
 یک لحظہ نپرداخت مراد او ر محشر      این شکوہ جانسوز محشر دگر افتاد  
 خدا عشق مرا از رنگ رسوائی نگہدارد      کہ بدبیتیابی پیرامن این رازی گردد  
 گرفتہ جان بہائے وصال نمی شود      از قاصد تو ذوق خبر می توان گرفت  
 آن دل کہ نامزد بوفائے تو کردہ ام      کارے مکن کہ عہدہ جوئے دگر شود  
 تپ غم دیدار ولسوزی شکر زبان دارد      تبسم را مکن بشیرین کہ می ترسم بجا آن فتم  
 نہ ہر بیدارم بہ نرم امتحان کم کم مرید      ہر چہ داری بر سرم ہم ریز تا کیجا کشم  
 پشیمستن پیمان ہین پس است تلانی      کہ بہر تازگی عہد او دست بدستم  
 مراقبت بہ پنهان دیدنی کردی خوشنم      کہ بوی عبتی می آید از اندان بہا کردن

## (۲۲) قاسم - قاسم خان جوینی

قاسم مائدہ فصاحت است۔ و ناظم خواہر بلاغت۔ منیجہ بیگم خواہر اعیانی  
 نور جہان بیگم در جبالہ عقد قاسم خان بود۔ و بہ علاقہ سلفیت جہانگیر بادشاہ  
 بہ پایہ امارت و تربیہ مصاحبت سربرا فراخت۔ و بہ قاسم خان منیجہ مشہور گردید  
 در او آخر عہد جہانگیری بحکومت صوبہ اکبر آباد و حراست قلعہ آن مصرعے  
 پرداخت و در آغاز دولت شاہ جہانی بہ منصب پنجزاری پنج ہزار سوار و ایالت

صوبہ بنگالہ امتیاز یافت۔

و در سنہ آشتین و اربعین و الف (۱۰۷۲) بعد فتح ہو گلی بندر کہ از بناد  
عمدہ بنگالہ است۔ بفاصله سه روز باجل طبعی در گذشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاقی  
بود در نماز تہجد تقید داشت۔ و ہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید  
رایت سخن باین شکوہ می افرازدہ

نمونہ جرس بیدلم صدانہ کم ز بس شکستہ دلم لب نچندہ وانکنم  
راہ از هجوم گریہ بر آواز بستہ ایم خون خورده ایم تالپ غماز بستہ ایم

## (۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ و طراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا  
تضمین میکند و می گوید

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت پوشیر از دو طرف می کشند زنجیرم  
از ولایت خود بکشور ہند آمد و بشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری  
گردید۔ بعد چندے سدہ جہانگیر بادشاہ لازم گرفت۔ و بہ تقصیرے مورد عتاب شد  
در حبس افتاد۔ و بتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مدتے با اولسبر  
برد۔ آخر ولایت ایران معاودت نمود و ہما نجا در گذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آردہ  
در عشق ہر کجا کہ بلندی است پست است فیروزہ جہابی گردون بدست ماست  
نتوان عربد با چشم تو گردن آرے بتواضع گزرانند ز خود مستان را

## (۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ و حرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن اور انصافین می کند و می فرماید

این جواب آن غول صبا که فتی گفته است از فراموشان مباد آن کس که مار ایا کرد  
فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملائمت و نهایت پاکیزگی زندگی زندگانی میکرد۔ وفات  
او در سنه پنجم و اربعین و الف (۱۰۲۵) واقع شد

گوهر سخن چنین در سلک نظم می کشد  
هنر از نکته بمن گفت چشم غمازش  
چو سرمه خورده که بیرون نیاید آوازش  
بدیده اشک شود رهنمون دل مارا  
ستاره شمع بود رهروان دریا را

## (۲۵) فصیحی

از اعیان سادات هرات۔ و آئینه نقش پذیر حسن صفات بود۔  
خواننده افسون فصاحت۔ نوازنده قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید  
آنانکه مست فیض بهار اند چون اسیر تہ جرعه ز جام فصیحی کشیده اند  
ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم هرات عظیم تقرب  
داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت در آن ایام ورود حکیم  
شفائی به هرات اتفاق افتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست  
داد۔ و مشاعره ایشان بمنارعه انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از هرات  
برآمده فصیحی را، بخو کرد۔ فصیحی در دیوان بلندوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت  
جواب نشد۔ فصیحی در دیوان شفائی بنظر درآمد دل نخواست که زبان قلم بکلمات رکبک آشاشود۔  
میر تقی اوحدی صفا هانی گوید: چند نوبت عزم هند کرد مانع او شد ند چون ماهیچہ  
لوائی شاه عباس ماضی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروز هرات  
گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاه افتاد۔ و عنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ و ہمراہ خود بعراق عجم و ما زندران برد۔ از فروغ بیت  
گوہر اورا جلائے بخشید۔

دیوان فصیحی بنظر در آمد۔ خوش محاورہ است۔ اما مضمون تازہ بندرت دارد۔

این چند بیت از دالتقاط یافت ۵

زبون درد پریشان زلف یار شدم	نہ صید دوست کہ صید دل نگار شدم
وزست خط دوست کہ چون بخت سر آید	آب سیہ از چشم خورشید بر آید
تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی	زلف بر خوش میفشان کہ پریشان نشوی
لبہ کز ناز کی بار تنبسم بر نئے تابد	بخون غلظم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم
رتبہ حسن بلند است چه حاجت بہ نقاب	بہر منع نگہی کز مژہ کوتاہ تراست
ہزار بار قسم خورده ام کہ نام ترا	بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود
خوشا بر نوک مژگان شمع کیشان زیم	آن قدر زخمی کہ دل میخواست دیر بیکان نمود
ما زہر قاتلیم فصیحی نہ شہد ناب	مرد طباغچہ خوردن بال گس نسیم
خار ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند	محروم بوستانم و مردود آتشم
نوبہار ایشیم گل عیشم مفریب	کہ من این نالہ زار از دل خرم دادم
مختصر دستی کہ مارا بود صرف جام شد	گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زخم
خاک آن کوی نصیحی ز جبین رنجہ مکن	از مہ و مہربیا موز جبین سائی را

## (۲۶) شاپور طهرانی

پدش خواجگی براد حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری  
است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد و لفریب دارد و غزلہاے دیوان زیب  
مرزا صاحب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ۵

صائب این تازہ غزل آن غزل شاپور است      کہ گران می رود آنکس کہ توکل دارد  
 کلیات شاپور نظر در آمد قصیدہ نسبت دیگر اقسام شعر خوشتر می گوید و در وقت و نزاکت  
 می دهد چون قاعدہ اغلب این جریدہ ذکر ابیات غزل است چندی از غزلیات او جدا نموده شد  
 بشوخی تو سوارے بصد زین شست      تو تا سوار شدی فتنہ بر زمین شست  
 گرچه در حاشیہ بزم تو داخل باشم      رو خراشیدہ ترا از صفحہ باطل باشم  
 نہ گل جہیم ازین بتان نام یاسمن بدم      دلے پردرد از غوغای مرغان چمن بدم  
 درہ یارے کرو منون یاری نیستم      گرچه خود را گشتہ ام بے شرمساری نیستم  
 بے می سرتیار دل ریش ندارم      تا مست نگردم خبر از خویش ندارم  
 نازک دلم چو کاسہ چینی خدائے را      انگشت بر لبم زنی کز فغان پُر است  
 قدیمین پست از بلندیکا استغنائی است      ورنہ دیوار من از دیوار کس کوتاہ نیست  
 ماؤ نگاہ دور کہ زندان پاکباز      بر سر نئے زندگے را کہ بو کنند  
 سینہ بر خنجر اوزن کہ شہادت اینجا      ناقص است از مدد کشند بہ قاتل نرسد  
 چو ابرم از پیر نع کہ ورت گریہ می آید      اگر بر خاطر باد صبا بہیم غبار خود  
 میرود نقص کنان بدم تیغے شاپور      دامنش را بگذارید کہ کارے دارد  
 گو میا بہر تلافی بسیر کشتہ خویش      بہ کہ این صلح برنجیدن پای نکشد  
 بر تبر کہ چون بیشکراز دست تو خوردم      تا آہن پیکان ہلگی جزو بدن شد  
 یہیچ جبرئے نیست در عالم ز غمازی بتر      عشق معذور است گر منصور را بردا کرد  
 عیب پوش خود نباشم عیب جوی گس نیم      در دمندم در شکست در دمندان نیستم  
 نعم البدل وعدہ صد سال وصال است      آن بوسہ کہ نقد از لب پیغام گرفتہ  
 کفے غبارم و عریانی ست کسوت من      نیم عبیر کہ خود را بہ پیر ہن مالم  
 روشن نشد ز آتش ما چشم خانہ      ہچون چراغ گور بویرانہ سوختم

فرست عرض تمنا کو که در ایام وصل      یار مستغنی من مستغرقِ نظاره ام  
 زین سرکه فروشان نتوان باده خریدن      صفرای می از باده خونا بشکستیم  
 ورق هستیم از هم بدرانید که من      دیده ام آنقدر اصلاح که باطل شد

## (۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شهرستانی

شاعر ادبند است و موجد انداز های دلپسند - ابو طالب کلیم گوید  
 میرزای ما جلال الدین بس است      از سخن سخنان طلبگار سخن  
 راستی طبعش استاد من است      کج نیم بر فرق دستار سخن  
 و میرزا اصائب سخن او را مکر تضمین میکند و در مقطعه میگوید  
 خوشا کسی که چو صائب صاحبان سخن      تتبع سخن میرزا جلال کند  
 اسیر اگر چه بلیذ فصیحی هروی است اما با میرزا اصائب اعتقاد تمام دارد و  
 مکر نغمه ستایش می بخند - و جای می گوید

با وجود آنکه استاد فصیحی بوده است      مصحح صائب تواند یک کتاب بنویسد  
 میرزا از اجله سادات شهرستان صفایان است و بمصاهرت شاه عباس  
 ممتاز زمان پیوسته سرگرم صحبت ارباب کمال بود - و بعلوم و سموفرت اتصاف  
 داشت - اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خورگشده که در عین جوانی بر بستر ناتوانی  
 افتاد - و در سده تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار هستی ببار فنا داد -

دیوانش سیر نموده شده غث و سمین دارد - و مضامین تازه کم واقع شده این  
 چند رشفه از خمستانش می چکد

گرچه آن قیمت نندارد دل کم پامالت شود      صرف آتش بازی طفلان همسالت شود  
 زهت کشتن بده ز گیس کم نگاه را      یا کم آشنای دل گرمی گاه گاه را

بامید کسے نگذاشت بیدارش دل را      خدا اجرے دہد در کشتنِ ماقاتل مارا  
 بلب ہر دم ز شادی شکر این سودا نمی گنجد      کہ در دامِ تغافل غیر صیدِ مانمی گنجد  
 پس از عمرے بسویم گزنگا ہے کرد جا دارد      شہید زخمِ شمشیرِ تغافل اجر ہا دارد  
 خطیاریا گرچہ سوزِ دنگہ شکرش ہست      چہ غمِ خار دارد می ناز در سرش ہست  
 بکدام جان باز د بکدام سر بہ بخشد      چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دہش ہست  
 جولانِ دل شکاریش از کار بردہ است      مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت  
 غیرت روانداشت کہ تنہا گزارش      عمر عزیز در قدم نامہ برگزشت  
 نہ خوب دامن و نہ زشت اینقدر دامن      کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخاب من است  
 گرچہ استغناست ناقِ کشتگانِ خون بہا      چہمِ خوبان را نگاہِ عذرخواہی لازم است  
 دیریشان کدہ یاس بود فیضِ رسا      سایہ بیدخوش آیندہ شمالے دارد  
 صبحِ خندان می شود بر کو تیغِ آفتاب      کاٹے باید کہ از تقصیرِ جاہل بگذرد  
 بدوستی کہ چو در کوی او غبارِ شوم      نسیم را خبر از سرگزشت من کمیند  
 بگذارید کہ بگذارم و آہے بچشم      عمر ہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام  
 گفتم نہ ہی دل نشنیدی سختم را      از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی  
 دستے کہ بزگیر داز پافتادہ را      چون آستینِ خالی است بیکارتا بگرد

### رباعی

آگاہی چسیت سیر دنیا کردن      در ملکیت وجود سودا کردن  
 چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان      از سرمہ سایہ دیدہ بنیا کردن

### (۲۸) ادائی - میر محمد مومن یزدی

کلامش ادایاے خوب دارد۔ وانداز ہائے مرغوب۔ درد یار خود متہم بالحاد گرڈ



و مجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد همت کشید و در سه ٹلٹین و الف (۱۰۳۰)  
وارد و کن شد۔ و دوران الکہ مراحل زندگانی بی پایان رسانید۔

سیارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند  
بے روی تو روزیکہ رہم برچمن اُفتد دیوار بہ از سایہ کہ بر روی من اُفتد  
یک دل آزاد دین دامنہ فانی نیست یوسف نیست درین مہر کہ زندانی نیست  
چاشنی گیر ز ہر کاسہ این خوان گشتم خوش نمک تر ز سر انگشت پشمانی نیست  
رباعی

این عمر بہاد نو بہاران ماند این عیش بسیل کوہساران ماند  
ز نہار چنان بزی کہ بعد از مردن انگشت گزیدنی بیاران ماند

## (۲۹) سعید انقشبند بر دی

نقشبند کا رگاہ خوش تلاشی است۔ و صورت آفرین ہیولا سے خوش قماش میزنا  
صائب اور ابر زبان ادب یاد می کند و می گوید

این خوش غزل فیض سعید می نقشبند صائب ز بحر دل تباہل رسیدہ است  
سعید اور صفایان اقامت داشت۔ و نزد اکابر وقت معزز و محترم می زیست  
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد  
کس نیست کہ خرم ز دل ریش برارد این خار مگر آتش از خویش برارد

## (۳۰) نظیر شہدی

نظیر عنایب بہار است۔ و عدیل طوطی شیرین گفتار۔ در سه ٹلٹین و الف  
(۱۰۳۰) احرام بیت اللہ بست و بعد از ادراک این سعادت متوجہ ہمت گشت۔ و

در اثناء راه شد اند بسیار کشید و کشتی او شکست - بعد محنت تمام به شهر بیجا پور رسید -  
 و در سلک مقربان عادل شاه انحرط یافت -

اول نظیری تخلص می کرد - با استدعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد - گویند  
 نظیری عوض حرف یاده هزار روپیہ به نظیر تسلیم کرد - و این سوال و جواب ظاہر اغماض  
 شده باشد - زیرا کہ نظیر بعد فوت نظیری به ہندوستان رسید و اللہ اعلم

نظیر آہوان معانی را باین قسم شکاری کند  
 نگذاشت ز سامان تنم ضعیف جدائی      چندانکہ نگاہ شوم و از مرثہ خیزم  
 در سلسلہ بال فشانانِ ہوائی      خم ناشدہ از نامہ من بال پر نیست

### (۳۱) نادم لایہجانی

سرخروئی معرکہ شعر است - اما از شکست نفس نادم تخلص می گزیند و صدر آرای  
 مجلس نصحا است - لیکن از فروتنی در صف آخر می نشیند - لکن طلق اللسان بود -  
 و قصب السبق از را افضان مہنار زبان آوری می ر بود - از دیار خود بمالک و کن  
 افتاد - و بامولانا نظیری نیشاپوری محبت معتقدانہ داشت - بعد چندے بقتو  
 بنگالہ خرامید - و از انجا بہ عظیم آباد تپہ حرکت کرد - آخر بہ اصفہان معاود  
 نمود و ہما نجا مرحلہ آخرت پیمود -

بحان کلامش در سرزمین ورق سہری شود

در کعبہ اگر دل بسوے یار نباشد      احرام کم از بستن زنا رہ نباشد

ہرگز این طفل مزاجی ز رود از یادم      گریتا بوت روم شوخی گہوارہ کنم

باعث جلوہ گل دیدہ بیدار من است      بلبان شور بر آید کہ خواہم نبرد

ہنوزش رنگ طفل ہست گل چیدن نمید      ہر امن آشیان بلب از گلزار می آید

## (۳۲) سروری کا بلی

عالم بیگ نام دارد نکات رنگینش گلدستہ سروری است۔ و خیالات و نشینش  
سرمایہ حضوری۔ در آرد وی جہانگیری بسرے برد۔ و در زمرہ خوش خیالان می رست  
نہال فکرش باین رعنائی می بالد

آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش است	لطف و دشنام تو تسکین دین بیوش است
چون بخت زیر پوست پتیدین سماع است	در رقص دست و پا زدن اختراع است
پیوند ما بطلب انقطاع است	چو کان صفت بطلب خود پشت پازیم
میوہ بید سایہ بید است	عذر دست نئی است خلق کریم

## (۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصرع اور تفسیر  
می کند وی فرماید

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم  
مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر مہند خرامید۔ روزگارے مہنڈاشت  
طرہ اشعارش پیرائے عارض ورق می شود

چون شاہ سواری است کہ از گرد بر آید	آہے کہ مرا از دل پر در بر آید
ز تنگنائے وجودم طال می آید	چو وسعت عدم و خیال می آید

## (۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخن

اور تفسین می کند و می فرماید

این جواب مصرع اوجی که وقتی گفته است پادشاهی عالم طفل است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیز را می گوید

صائب نمود جوهر شعر مرا به من تیغ برهنه ام که جگر دار یا فتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم هرات بسرے برد- و در مدح او فراوان

قصائد پرداخت-

دیوان او بمطالعہ درآمد و این چند بیت بالتقاط رسید

کرم گلے است که در باغ خود نمائی نیست کیم ساخته بودن کم از گدائی نیست

گر شامگه شیب و گر صبح شباب است پوشیدن چشم از دو جهان بیکره خواب است

ساغر بغیر داد ز رشکم خراب ساخت آتش بدیگرے زد و مار اکباب خست

نگه گرم عنانم صف دیدار کجا است بوسه بے ادبم گنج لب یار کجا است

رطل گران بقیمت جان می توان خرید این است گوهرے که گران میتوان خرید

درین زمانه پسر با پدر نمی سازد درین حدیث گوایم شراب انگوری است

بهریک لب خنده نتوان منت شاد شکی منصب گل گرد هفت خنجر تصویر باش

ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم می بزور این رنگ بر چهره مانسته است

خاطر جمعی ندارم از تو آخر دیده ام بهچو دستار پریشانم ز سروا کرده

کے بارایش ویرانه مایه آید آنکه در آینه یک جلوه بصدا ناز کند

من گفتم خویش را بے غم تسلی ساختم خاطر غم را باین معنی تسلی چون کنم

با آن که قتل ما بتخل حواله کرد چندان امان نداد که خاکے بسر کنم

صفای روی عرقناک یار را نازم که صلح داد بهم آفتاب و شبهم را

از بادہ نمی توان بریدن زین آب گذر نمی توان کرد

اوجی این قطرہ خونی کہ اجل خواهد برت  
صرف آنست که در گردن دشمن باشد

## (۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقی فراوان انوار چندے در خراسان  
با حسن خان شاملو گزرانید۔ آخر با صفہان شتافت۔ و در سلک منشیان  
شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتے۔ از آن  
است ے

ما مشرقی از کنار من رفت از مشرقم آفتاب رفت  
دیوان مشرقی بملاحظہ درآمد۔ قصائد غزاد مدح شاہ صفی بنظم آورده۔ و  
مقطعات ہجو بسیار گفتے۔ بحر و اوراق التزام کرده کہ زبان خامہ را از ہجویات و  
ہرلیات شعر انگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کرده۔ این چند بیت از غزلیات او  
برچیدہ شد ے

نمی گویم کہ آتش زنگت گل بو بگرداند	الہی آن گل آتش طبیعت خو بگرداند
دوستان بوی می از خرقہ مایے آید	نکبت یوسف ازین کہنہ قبا می آید
ہجو خورشید قدم بر سر دنیا دارم	عالے در تریک آبلہ پا دارم
پر تو شمع رنخ افتاد در کاشانہ ام	سروش یا قوت شد خاکستر پروانہ ام
دل را بشیم گل دانخے نرساندیم	پروانہ خود را بچرانخے نرساندیم
چو عندلیب دارم باہ و نالہ گزشت	چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت
باغبان چون عنخہ نرگس مراد خواچہ	تا بحسرت در کد امین بزم چشمے و اکم
ز کعبہ یم و رشک آیدم بخون نابے	کہ از زیارت دلہائے خستہ مے آید

کار دو بار عیش تباراج دادن است      می راز خم بجام کن و در سبوح کن  
 مطلب اضطراب بقصد رسیدن است      از شیشه تابلب نرسد می رسیده نیست  
 نه در بهار نشاط نه در خزان الے      فلک مرا بچہ امید در قفس دارد  
 نه زخم خار کشیدم نه بوی گل دیدم      ز عنذلیب شنیدم که نو بهاری هست  
 آب حیات تیغت جان داد مشرقی را      ہرگز کسی ندارد جان داد فی چنین یاد

### (۳۶) منیر ابو البرکات لاہوری بن ملا عبد المجید طٹانی

صاحب طبع منیر و نظم و نشر و لپیڑا است۔ در منشآت خود گوید ”من بے خانمان  
 کہ در قلم و سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام“ منظومات او و مشر  
 کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دارالسلطنت  
 لاہور است

در عہد شاہجہانی اول بامیرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد  
 بسری برد این سیف خان داماد میرزا ابوالحسن مخاطب بہ آصف خان  
 بن میرزا انغیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد از ان  
 منیر با اعتقاد خان حاکم چوہدر پسر خرد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از  
 خوان احسان اوزلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد خیت  
 حیات بر بست۔ نقش اورا بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند

قدم برون نہند ماہ من ز منزل خویش      بود چو صورت آئینہ زیب مخمل خویش  
 سی قدان کہ گرفتار جلوہ خویش اند      چو نخل شمع دو اندر شبہ در گل خویش

## (۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشهدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادت زیارت حرمین  
شریفین اندوخت - و بگلگشت همنده خرامش نمود - و در شهر ربیع الآخر سنه شصتین  
و اربعین و الف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبه صاحبقران ثانی منته برب گذاشت روز اول  
قصیده بعرض رسانید که مطلعش این است -

ای قلم بر خود ببال از شادی بکشان زبا و شناسی قبله دین ثانی صاحبقران  
بعنایت خلعت و انعام دو هزار روپیه کامیاب گشت - و در ذیل ثنا طراز ان اخراط  
یافت - و بیومیه بیش قدر سے موظف گردید - و بارها بجوانمزد کام دل اندوخت  
شیخ عبد الحمید صاحب شاهجهان نامه در وقائع جشن نوروز سال هزار  
و چهل و پنج هجری می نگارد که :-

”روز پنجشنبه دوازدهم شوال سریر آرای آسمان چهارم پر تواعتدال بر ساحت محل  
انداخت و افسرده طبعان نباتات را با هتزاز در آورد - شش نزد هم ماه مذکور -  
”حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیده که بهرح پادشاهی محلی ساخته بود بر زبر  
۸ کشیده مبلغ وزن را که پنج هزار و پانصد روپیه شد با و مرحمت گردید و در واسط شهر  
”ربیع الاول سنه تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) بعنوان صله شرعیه مهر عنایت  
”شد - و در جشن شفا یا فتح جهان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش -  
”در او ائل شوال سنه اربع و خمسين و الف بعنایت خلعت و دو هزار روپیه تمتع  
”بر گرفت -“

شیرخان در مرآة الحیال می نویسد که :-

”حاجی محمد جان قصیده رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفته بعرض رسانید پادشاه“

”اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش ازان پر کردند انتہی“

امام مؤلفین شاہجہان نامہا مثل ملا عبد الحمید لاہوری و ملا علماء الملک  
تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگار و صلہ پُر کردن  
دہان قدسی بجواہر بہ زبان قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامہ صاحبقرانی نظم آورده چون نام عبد اللہ خان فیروز جنگ  
در وزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان ادا کردہ

نہنگے کہ از غایت احتشام      نگنجد بجز از بزرگیش نام  
بجای ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدن نام دو تعلیل آورد۔ از غایت احتشام  
و از بزرگی۔ احد ہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شدہ  
نہنگے است از غایت احتشام      نگنجد بجز از بزرگیش نام  
و طورے بنکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے  
کہ از غایت احتشام او نام بمرتبہ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحی کہ  
کرده شد معنی را صاف ادا می کند۔

شہنوی و قصیدہ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او  
در سنہ ست و خمین و الف (۱۰۵۶) اتفاق افتاد کلیم در مرثیہ او ترکیب بندے  
گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان ببل قدسی چہنم زندان شد  
شیخ عبد الحمید می گوید کہ ”قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور  
درگزشت“ و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ

عمر یاد او زیر زمین      خاک بر سر کرد قدسی و سلیم  
عاقبت از اشتیاق یکدگر      گشتہ اند این ہر سہ در یکجا قہیم

لہ تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ حاجی محمد جان قدسی۔



ظاہر منطوق عبارتِ ہمین است کہ ہر سہ در یکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ ” استخوان اورا بمشهد مقدس نہیں“

دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار افتادے

زود بہ کردم من بے صبر و باغ خوشی را	اول شب می کشد مفلس چراغ خویش را
در جلوه گری مثل تو کس یاد ندارد	نادر بود آن پیشہ کہ استادند ارد
در مجلسی کہ یاران شراب مدام کرد	نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند
اینجا غم محبت۔ آنجا جزای عصیان	آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند
در چنین فصلی کہ ببلبل مست گلشن پر گل است	گر ہمہ پیمانہ عمر است خالی خوشت
ہر چہ بازلف تومی ماند دل از من بزد	روز عرم در تمنای شب بیدار گشت
غم هجوم آورد من در فکر بے سامانم	میزبان نخلت کشد ہر چند ہمان آشناست
عیش بن باغ باندا زہ یک تنگدل است	کاش گل غنچہ شود تا دل مابکشاید
گردستِ شام ہجران گیر و گلو می شب را	مشکل کہ تا قیامت از صبح دم براید
عشق چون قیمت ارباب معیشت میکرد	لالہ دانعے زمین برد کہ ز انعم دارد
تاب ہجران بشرایم نیست تا وقت صبح	پیشتر از صبح می خندد گل پیمانہ ام
نگذاشت بخواب عدم شیون ببلبل	گل ریختہ بودند مگر بر سر خاکم

### (۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طرشتی

از طبقہ اتراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم وزہن تقیم۔

در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبداللہ وزیر لاہیجان بصری برد۔ و بزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مشغولی رنگینه در تعریف لاهیجان انشا کرد-

آخر الامر در عهد شاهجهانی سرے بہند کشید و مشغولی مسطور را تغیر داده بنام کشمیر ساخت - ازان است در صعوبت راہ کشمیر

چنان معلوم می گردد کہ این راہ      رہ موران بود بر خرمن ماہ  
ز بس رہ و در و سنگین خراہد      زیابیش رشته پنداری برآمد  
ہمانا کہ فراست این کوہ خو نوار      کہ دارد بر کمر زین راہ ز تار  
مغلطان سنگ از وتامے توانی      کہ باشد بد بلائے آسمانی  
بسامان رفتن این راہ زشت است      مجر و شو کہ این راہ بہشت است

بعد و در دہند و ستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت - میر عبد السلام از عمدہ امرا شاہجهانی است و در عهد شاہزادگی منصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد - پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ - سپس بخطاب اسلام خان و والایہ وزارت مباہی گشت و چون نوبت وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود و ہم در زمان حکومت دکن سنہ سبع و خمسين و الف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود - مقبرہ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد -

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسرے برد - و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع و خمسين و الف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست - و در دامن کوہے کہ مشہور بہ تخت سلیمان است مشرف بہ تالاب ڈل خلو نشین خاک گردید -

این چند بیت از دیوان سلیم برابر باب ذوق سلیم عرض می شود

مگذار ز دستم که گل باغ وفا ..	بر دست تو شایسته تر از رنگ حنائیم
تا چند دیو کعبه مخوان این فسانه را	همچون کمان حلقه یکے کن دو خانه را
بدست آئینه از عکس خوش گلدسته را ماند	ز نشانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند
ای تازه روز زخم خدنگ تو داغ ما	از روغن کمان تو روشن چراغ ما
دقفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا	بہتر از سرو بود سایہ صیاد مرا
مدعی گز نکند نخت سخن دلگیر است	در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است
تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت	خونہائے شمع از مہتاب می باید گرفت
نار سائی بہ ہنر و ہمہ جا ہمراہ است	جامہٴ سرو زر موزونی او کوتاہ است
جدل از خصم ہنر باشد و از من عیب است	چون رگ لعل زردانارگ گردن عیب است
ہما نصیب تو از من چنانکہ خواہی نیست	کہ استخوان مرا مغز ہچو ماہی نیست
امشب کہ ز بختم بسوی بزم تو راہ است	چون شمع سراپای تنم وقف نگاہ است
صید ما را از خدگش درد دل جان آتش است	ناوک اورا نگہ چون شمع پیکان آتش است
ساقی گلغام صحن باغ را میخانہ ساخت	از طرب چون صبح صوفی سحر را پیانہ ساخت
واقف کسے ز شیوہ آن کجکلاہ نیست	چون صورت فرنگ نگاہش نگاہ نیست
نیم بلبل فصل گل بگلشن آشیان گیرم	دہم صد گل کہ چون شمع یک برگ خزان گیرم
چو بلبل باعث شورید گفتاری نمی دانم	چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم
با وجود صد ہنر لاف ز شعر و لکش است	خامہ در دست ہنر و تیر روی ترکش است
روزی کس را خورد کسے دیگرے زان چوب است	آب نتواند فردو بردن کہ زرق آتش است
بہر کدام نمک لطف می کنی خوب است	کہ داغہائے دلم را ز ہم جدائی نیست
راحت مردان ہم از پیر بخت مردانگی است	شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکا
ذوقے از دیدن معشوق بدگیری نیست	نخنہ در چاک نفس نفل دیزندان است

نگردد گریه مستانه ام کم که این باران شب سینه گرفت است  
 نتوان نمود نقش ترا آبخنانکه هست آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است  
 خنده بر سر و مکن این همه در محفل خویش جامه کوتاه اش اولی است که خدمتگار است  
 تسلیم از مریه نوحال آسمان پیدا است نشان مرکب طفلان رکاب کوتاه است  
 چون تدروی کاشیان تبدیل ساز میشود قالب مجنون تپی لیلی چو در محفل نشست  
 به بزم باده مرو به صحیفه غزلے سفینه بطلب تا توان در آب نشست  
 همان بخانه دیر چو ماند عزیز نیست کوتاهی زمانه ز عمر دراز ماست  
 گرسرو بود کجکله و بر زده دامان منعش نتوان کرد از اینها که جوان است  
 هیچ کس حال سر مار نمی داند که چسپیت عالمی را چشم همچون صبح بردستار است  
 شاهان چرا تسلیم برورشک می برند ملک سخن چو بیش ز یک گوشواره نیست  
 دل درون سینه ام می رقصد از حرف و تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص  
 از یار مصلحت نیست آهنگ شکوه کردن چون دف بکلفه مادیوار گوش دارد  
 در مقام عشق دل را از تعلق پاک کن بانمده آئینه را نتوان بدست شاه داد  
 سلیم گفت که دارم بطره ات سخن بخنده گفت که هندو زبان چه می داند  
 یوسف من چشم طفلان نیست تنها بر دست شوق مکتوب تو پیران را کبوتر باز کرد  
 هیچ کس پرورده خود را نمی خواهد زبون آب آتش را خصومت بر سر خاشاک شد  
 اعتباری دولت جمشید را پیدا نشد تاک تا از دو دمان خود باو دختر نداد  
 نسبتی در عاشقی ما را به مرغ بمل است تاز ما صیاد سرنگرفت ما را سر نداد  
 نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال تانیا مسوی هندستان حنا رنگین نشد  
 با خبر باش از زبان خود که انایان راز از خموشی حلقه در گوش سخن چین کرده اند

جهان سفلہ اگر داد جرعه آبے      همان نفس چوئی آن را بروی من آورد  
 از عذرتیت هرگز دلگیر و عده او      کامل همیشه خواهد همراه لنگ باشد  
 شانه می آید بکار زلف از آشفستگی      آشنایان را در ایام پریشانی پرس  
 چو تند باد حوادث مشوغبار انگیز      پناه مردم بے دست پا چو مژگان باش  
 بسک درام فوق جستن از فضاے روزگار      در میان خانه بچون تیر میدان می کشم  
 سفر اول شوق است بکویت مارا      صید ماز و دتوان کرد که نو پروازیم  
 حیف باشد که ز بے مری او شکوه کنیم      ماکه معشوق پران، همچو کبوتر بازیم  
 چنان قناعت فقر است سازگار مرا      که چون حباب شوم زربه از هوا خورن  
 عہد کردم که گر این بار بکوی تو رسم      سر مرده دیده کنم سایه دیوار ترا  
 مخفی نماند که در متبع فقیر اول کسیکه تضمین چسبان و مقطع غزل طرح انداخت سلیم  
 است - می گوید ۵

تسلیم امشب بیا در تربت حافظ قبح نوشت      اَلَا يَا أَيُّهَا السَّاقِي اِدْرُكَا سَاوَنًا وَلَهَا  
 دے گوید ۵  
 گفت حافظ دید چون کلک بیا نم را تسلیم      بلبے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت  
 زبان زد خلق است که او معانی بیگانه را با خود آشنای ساخت - چنانچه مُلّا  
 و ارسته گوید ۵

دخلی که نکردی بکلام الله است      بیتے کہ نہ ردہ تو بیت الله است  
 طرفہ اینکه سلیم از دست دیگران می نالد و می گوید ۵  
 دیوان خود بدست حریفان مدہ سلیم      غافل مشو کہ غارت باغ تو می کنند  
 و نیز می گوید ۵  
 دیوان کیست از سخنانم تھی تسلیم      تنہانہ بر من این ستم از دست صاحب سست

نام میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب  
خیلی صاحب قدرت سیر بضاعت است - حاشا که با خدو جر سپردارد - و متاع بیگانه را  
دستمایه خود سازد - مضامینی که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بنظر تنج  
این نارسا رسیده در اینجا ثبت می نمایم - و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر  
سلیم مذکور می شود -

سلیم به مشاطه را جمال تو دیوانه می کند      کائینه را خیال پریشان می کند  
صائب به دل را نگاه گرم تو دیوانه می کند      آئینه را رخ تو پریشان می کند  
نعنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که

هر کس که دید روی تو دیوانه می شود      آئینه از رخ تو پریشان می شود  
سلیم به چشم تو ام زهوش تهیدست می کند      یک سرمه دان شراب مرا مست می کند  
صائب به از چشم نیم مست تو بایکجهان شراب      ماصح کرده ایم بیک سرمه دان شراب  
سلیم به صدا چگونه بر آید که این سیه چشمان      بنگ سرمه شکستند شیشه مارا  
صائب به مانند ناله دل درد پیشه مارا      بنگ سرمه شکستند شیشه مارا

ملاطاهر نعنی نیز این مضمون بسته است

زیم آنکه مبادا صدا بلند شود      زنگ سرمه شکستیم آگینه خویش  
سلیم به ز آشفتنی طره مقصود خبر داد      هر فال که از شانه شمشاد گرفتیم  
صائب به خوابه فتاد این نفس بدست من      این فال را از شانه شمشاد دیدیم  
سلیم به زینت ارباب معنی جوهر ذاتی بست      لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباحش  
صائب به شمع برخاک شیدان گر نباشد گو مباحش      لاله در کوه بدخشان گر نباشد گو مباحش  
سلیم به اگر بچشم حقیقت نظر کنی دانی      که طوقی فاخه برپای سرو خلخال است  
صائب به حسن بالادست لا آیشی چون عشق نیت      طوقی قمری سرور بهتر ز خلخال زراست

سَلیم سے سلیم ہند جگر خوار خور و خون مرا      چہ روز بود کہ را ہم باین خراب قناد  
صائب از ہند جگر خوار بردن ہی آیم      دستگیر من اگر شاہ نجف خواہد شد  
اما ملا نوعی جو شانی پیش از ہر دومی گوید  
گداخت ہند جگر خوار امی اجل پسند      کہ استخوان ہماٹی غذای زراغ شود  
و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید  
دلہ در آرزوے ہند خون شد      کہ خون با داد دل ہند جگر خوار  
مقتضای حسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توار د کنند و تا کہ محل حسنی داشتہ  
باشد چہ را در پی محل دیگر روند۔

علامہ تفتازانی در مطول نقل می کند۔ محض کلامش اینکہ :-

”حکم سرتہ وقتہ کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد و الا احکام سرتہ مترتب نمی توان  
”شد و از قبیل توار د خواہد بود۔ و در صورتی کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید  
”گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بر دہ چنین یافتہ۔ و باین محسن  
”تعبیر مغتنم دانہ فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم غیب و نسبت  
”نقص بغیر انتہی“

و اگر کسے بنظر نقیشت ملاحظہ کند کم شاعرے را از توار د مضامین خالی یا بد چہ  
احاطہ جمیع معلومات خاصہ حضرت علم الہی است تعالی شانہ۔ خامہ معنی نگار تیرے  
بتاریکی می افکند چہ داند کہ صید و ارستہ است یا بال و پرستہ ابو طالب کلیم خوب  
گفتہ و گوہر انصاف سفتہ

منم کلیم بطور بلند می ہست      کہ استفادہ معنی جز از خدا نکنم  
بخوان فیض الہی چو دسترس دارم      نظر بکاسہ در یوزہ گدا نکنم

دلے علاج تو اردنی تو انم کرد  
مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کم  
فقیر جزوے از اشعار تو ارد فراہم آوردہ - چند بیت از تواردات سخن سجان

متاخرین برسبیل استنشاء عرض می شود

بحوالی دو چشمت چشم بلا نشسته  
چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشسته  
برای کشتن من ز ہر درنگین دارد  
ندانستم کہ از خط زہر در زیر نگین دارد  
کہ بہ جذبہ محبت پسر از پدر گر فتم  
بکشا کش نہانی پسر از پدر بر آرد  
سبب این است جلائے وطن آئینہ را  
زین ستم آئینہ در فکر جلائے وطن است  
نگہ خود نتوانم ز رخت بردارم  
کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم  
بہر قلم نوشتہ دارد

رقم قتل جہانے است کہ تحریر شد است  
مگر ز دست قضا این قدر نمی آید  
از قضا این قدر نمی آید

کہ شبہای سیاہم ابرو پیوستہ را ماند  
بے تو شبہائے درازم ہمہ بر ہم بست است  
کہ دارد چشم لطف از دلبر نامہربان من  
کہ عاشق گشتہ چشم وفا از یار ہم دارد

امیر خسرو بستم دل سیران کجا گریزد از تو  
صناہ بحوالی دو چشمت چشم بلا نشسته  
بنائی عتفا کہ بر لب او خط عنبرین دارد  
صناہ امیر جان شیرین دہتم از لعل سیرایش  
میر سحر دم واپسین زینجا ہمیں ترانہ تن زد  
تقیہ چہ غم از فریب دشمن کہ محبت زینجا  
سلیم شوق رویش ہمہ کس بغریبی دارد  
کلمہ چند در خانہ اش آتش فدا ز پر تو تو  
سلیم چون کشم بار گران غم دوری کہ ضعف  
کلمہ ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم  
آسیر نیست جوہر بہ تیغ یار اسیر

میر صیدی نیست جوہر کہ بشمشیر تو تصویر شد است  
لاغر بتی قضا جہاز تو خونم چہ آنے ریزد  
آسیر یار ہرگز بہر نمی آید

سلیم مگر از صبح محشر روزن من روشنی یابد  
و اعظاہ چون دو ابروی سیا کہ ہم پیوستہ است  
حزنی مرا بر سادہ لوحی کا حزنی خندہ می آید  
فطرت مرا بر سادہ لوحی کا فطرت خندہ می آید



سلیم ۛ آنکه پیغمبر دازا بسوی او دل است  
 فطرت ۛ می توان از دل تمپیدن یافت احوال  
 صائب ۛ سر حشمه حیات لب میچکان اوست  
 فطرت ۛ عیش ابد بکام دل در دمنه تست  
 صائب ۛ صحبت ناجنس آتش را بفریاد آورد  
 علی ۛ آب چون در روغن افتد ناله خیزد از جوش  
 مشرقی ۛ برگ خنائیم و بامید رنگ و بو  
 خالص ۛ مارا خبر ز شادی و غم نیست چون  
 و اعظم ۛ مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا  
 وحید ۛ دورنگن نام را که نام فکندن  
 ناظم مدراج ۛ چنان بگذشت زین سقف شفا  
 وحید ۛ ز چشم مر سوے بالا سفر کرد  
 فیاض ۛ بباغ بسکه ز شرم رخت گل آب شود  
 وحید ۛ بگلشنه که کُرخ دوست بے نقاب شود  
 دانش ۛ لب تشنه تیغیم بگو قاتل مارا  
 قاسم دیوانه ۛ دم آ بے ز تیغی ستمندم  
 صائب ۛ همیشه صاحب طحال ملعین باشد  
 بیدل ۛ دشگاہت هر قدیش است اکلفت بیشتر  
 وحید ۛ بال مر شکستگی پر بسته است  
 بیدل ۛ مالا فہمت از مدد عجزے ز نیم  
 حاکم ۛ از ۛ عدم آئینہ - عالم عکس انسان

نامہ بے طاققان بر بال مرغ بسمل است  
 نامہ بے طاققان بر بال مرغ بسمل است  
 عمر دوبارہ سایہ سر و روان اوست  
 عمر دوبارہ سایہ سر و بلند تست  
 آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ  
 صحبت ناجنس را باشد شمر آزارها  
 در دست دیگرے است خزان و بہار ما  
 در دست دیگرے است بہار و خزان ما  
 شدنگین بانام تا افکند از خود نام را  
 صاحب نام و نشان نمود نگین را  
 کہ سیلاب نگہ از عینک صاف  
 چو نور دیدہ از عینک گوار کرد  
 غلاف غنچہ گل شیشہ گلاب شود  
 ز شرم غنچہ گل شیشہ گلاب شود  
 کو آب کہ شیرینی جان زد دل مارا  
 دلم می سوزد از شیرینی جان  
 کہ چین بقدر بلندی در آستین باشد  
 در خور طول است چہنایے کہ دارد آستین  
 پرواز ما چو رنگ ببال شکستہ است  
 پرواز ما چو رنگ ببال شکستہ است  
 چو چشم عکس دروے شخص پنهان

جهان انسان شد و انسان جهانے      ازین پاکیزه تر نبود بیا نے  
 انسان هستی شخص عدم چو آئینه پیش      عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش  
 انسان مثل چو چشم عکس است درو      آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش  
 این مضمون توضیح میخوابد لهذا بشرح رباعی پرداخته می آید۔

## شرح

هستی را که در اصطلاح صوفیه صافی عبارت از حقیقت حق است تعالی شانه  
 تشبیه می دهد شخصی که خود را در آئینه مشاهده می کند۔ جمت جامع آنکه هر دو محتوی بر تو  
 از کثرت اند۔ کثرت در ذات را ئی باعتبار اعضا و در ذات حق عزّ شانه بحسب شیونات  
 ذاتیه چنانچه می فرماید کُنْتُ لَكُنْزًا خَفِيًّا۔ و هر دو خواہان ظهور اند آن تناسب اعضا  
 می بیند و این کمال اسمائی و صفاتی جلوه می دهد چنانچه می فرماید فَأَحْبَبْتُ أَنْ  
 أَعْرِفَ۔

و عدم را که در اصطلاح این طائفه علیہ عبارت از علم حق است جل بر آن تشبیه  
 می دهد به آئینه۔ بعلاقه آنکه هر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجه تشبیه آنکه حقائق عالم که نزد صوفیه صور علیہ است  
 در مرتبه علم تجلی می گرد و چنانچه عکس در مرآت منطبع می شود و برابر باب بینش هویدا  
 که چنانچه در آئینه عکس جمیع اعضا می افتد عکس چشم نیز می افتد۔ و در عکس چشم عکس آن  
 شخص بتمامه نمودار می گردد۔ پس حقیقت انسان را که از جمله حقائق عالم مخصوص بجامعت  
 و مظهریت اتم است تشبیه می دهد بعکس چشم که آن هم ممتاز است از عکس سایر اعضا که  
 آئینه داری آن شخص می کند و او را با و بازی نماید بخلاف عکس دیگر و هذا معنی  
 کَلَامِ الشَّيْخِ الْأَكْبَرِ قُدَّسَ سِرُّهُ وَكَانَ أَدَمُ هِيَ الْمِرَاةُ الْخَلْقُوتُ۔

و اشتراک اسم مشبه و مشبه به یعنی انسان و انسان العین لطفی خاص دارد و تخصیص  
شاعر که انسان است این لطف را دو بالا کرد-

پس معنی رباعی چنین باشد که هستی یعنی ذات حق که جامع جمیع شیونات است  
در مرتبه علم که بمنزله آئینه است جلوه نمود و عالم بمثال عکس و ظلال آن شخص متمثل شد-  
و معنی بے خویش و بخویش آنست که عالم را مانند عکس دو جهت پیدا شد- آئین رو  
که موجود علیحدہ می نماید و بوصف غیرت بنظری آید بے خویش است یعنی هیچ زیراکه  
آن شخص در حقیقت خود بر خود مشهود می گردد و عکس را جز در وہم غلط نماید وجود  
نیست- و آئین رو که عکس در حقیقت خود اوست که بر خود متجلی است بخویش یعنی  
موجود فی حد ذاته-

اما حقیقت انسان از جمله خفایا عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم که ذات  
حق در و جلوه فرمود با جمیع مراتب که در عالم متجلی است-  
و معنی پاک از کم و بیش آنست که ظهور حق تعالی در حقیقت انسان و ظهور او  
در تمام عالم با هم متضاد و متناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان و تفصیل در عالم-  
چنانچه صورت آن شخص در آئینه و در چشم عکس تفاوتی ندارد الا به اعتبار کبر و مرآت و  
صغر و چشم عکس- و نظری همین انسان را عالم صغیری نامند و عالم را انسان کبیر-  
این معنی بر طبق اصطلاح مشهور است و اگر بر مکتشف حضرت مجدد قدس سره  
حمل کنند نیز می تواند شد-

نزد مجدد قدس سره خفایا عالم اعدام است و صفات عالم اعدام صفات الهیه  
بشرط آنکه وجود حق جل شانہ و وجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیت که اعدام  
بمنزله مواد باشند- و وجودات بلکه عکس آنها بمثابہ صور- و هر یک حقیقت ازین ماده  
و صورت ترکیب یافته واللہ اعلم-

دین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفیٰ است  
 و اصلش از کتب و مولود و منشأ او مراد آباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسان کامل  
 بود و در احاطہ علوم عقلی و نقلی ممتاز و مثل تحصیل معقولات بیشتر از ملاحظہ الدین  
 شہید سہالوی نمود و نمذسے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلہ  
 سند حدیث بہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید۔ و رسم ارادت در طریقہ  
 تادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد از کلماء عصر بود و در عزالت و استقامت یگانہ وقت می زیست۔  
 شاہ کلیم اللہ جشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبت اسلاف نمنا داشته باشد۔  
 صحبت شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفیٰ در فنون دیگر سواى علوم درسی نیز دستگاہ عالی داشت مثل  
 طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شاہ بینی و علوم ہندی بچینی کہ  
 اکثر براہمہ حل غوامض از خدمت شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنادید  
 شعراء ہندی در حضور او مرفرود می آوردند۔ و اصلاح کبت و دودھ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نہ داشت۔ و  
 استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلہ متع  
 ذکر می کرد کہ ہر گاہ این کس رجوع بخواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ  
 نی یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بہر فن کہ مناسب آن کس می  
 دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقہ منصب داری  
 از بہر بیار و کن خرامید۔ و مدتی درین دیار بسر برد آخر با ترک نوکر پیشگی کردہ  
 و ریلدہ ایلیچور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانی تعلق خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبه از  
 قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا  
 را جوان فوت شد و من سر بصر ادا دم وقتی مولانا قطب الدین را اگرے بران  
 قصبه افتاد و از مردم استفسار حال بنده نمود۔ صورت واقعه بعرض رسانیدند۔ فرمود  
 کسی برود و او را بیارم مردم گفتند او بآبادی زرنهار نمی آید۔ حضرت ماقلم گرفته بر شقه  
 نوشت اَطْرِقْ کَمَا اَطْرِقْ کَمَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِي الْقُرَى

این کلام افسون عرب است که بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام  
 درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملاکه اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدن شقه لَمْعًا و طَاعَةً بخیست ملاشتافتم و سعادت ملازمت دریافتم  
 شیخ پیش از انتقال بسه سال لباس را تغییر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول  
 در خواب دید که گوینده می گوید رَجُلٌ خَيْرٌ لِّعَمَلٍ خَيْرًا

انتقال او در سنه ثننین و اربعین و مائة و الف (۱۱۷۲) واقع شد۔ مدفن الحبیور  
 اکنون گلگون قلم به جاده مدعای اصلی می خرامد۔

گرفتیم که شاعرے جمیع دواوین زبانه را احاطه کرد دواوین زبان دیگر را چه علاج می  
 تواند کرد۔ و جامع السنه مختلفه بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامه حلبی متخلص  
 بفارغ گوید

جرم از طرف غیر و ملامت هم بر من گوئی سر انگشت ملامت زدگارم

این مضمون بعینه در شعر ابن شرف قیروانی واقع شده که می گوید

غَبْرِي جَنِي وَاَنَا الْمُعَاذُ بِفَيْكُمُ فَكَأَنِّي سَبَابَةُ الْمُتَشَدِّ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن شریق خواند و پرسید که مثل این مضمون شنیده۔

گفت بے شنیده ام و بیت نابغه دبستانی بر خواند

فَكَفَلْتَنِي ذَقْبَ امْرِئٍ وَتَرَكَتَهُ كَذِي الْحَرِّ يَكْوَى غَيْرُهُ وَهُوَ رَاتِعٌ

عمر بضم عین مہمہ مرضے است کہ در شتر میشود و در شتر صبح را داغ کنند تا سیرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندن شعر با ابن شرف گفت کہ تو این مضمون را از بیجا گرفته و

فاسد ساخته زیرا کہ معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو ہر دو یکے است و در بیت نابغه

جد است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نہ شخص با شخص

مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست کہ زبان را تعذیب

می کرد۔ و همچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ و شاعر را این اعتبارات

کفایہ می کند و ملا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید

نگاہ گوشہ چشمی سوی مای توان کردن نماز وقت بیماری با پامی توان کردن

و بر بان الدین قیراطی در ہمزئہ خود گوید

كَمْ سَلَامٍ بِالطَّرَفِ مِنْهَا عَلَيْنَا كَصَلَاةِ الْعَلِيلِ بِالْأَيْمَاءِ

و شوکت بخاری گوید

تا کیم مژگان چشم داغ باشد تیر او دیدہ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباتہ مصری گوید

خَلَقْنَا بِأَطْرَافِ الْقَنَافِ طُحُورًا هُمْ عِيُونُ الْمَوَاقِعِ السُّيُوفِ حَوَاجِبُ

طرف آنکہ شاعرے پیش از ابن نباتہ این مضمون را یافته۔ چنانچہ علامہ

تفتازالی در خاتمہ فن ثالث از مطول بیان کردہ۔

وسید حسین خالص گوید

خونے ز دم تیغ تو ای شوخ چکید است آن خال کہ بر گوشہ ابروے تو پیدا است

و مؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ۷

لَيْسَتْ مِنَ الْمُسْكِ خِيْلَانٌ يُوجِبَتْهُ دَمَّ تَقَاطُرٍ مِنْ صِمَصَامٍ لِحْظَتِهِ  
و علماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون  
باشد مذموم۔ و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست و ثانی بعید از ذم است۔  
بشرطیکه آثار سرقه هوید انباشد۔

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمه سلمان ساوجی میفرماید که:

و کے در سلاست عبارات و وقت اشارات بے نظیر افتاده۔ در جواب استادان  
قصائد دارد۔ بعضی از اصل خوبتر و بعضی فروتر و بعضی برابر۔ وی را معانی خاصه  
بسیار است و اکثری از معانی استادان به تخصیص کمال اسمعیل در اشعار خود آورد  
چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ۷  
معنی نیک بود شاهد پاکیزه بدن که بهر چند در جامه دگرگون پوشند  
کسوت عابد بود باز پسین خلعت او گرنه در خویش از پیشتر افزون پوشند  
هنرست این که کن خرقة پشمن ز برش بدر آرد و در واطلس و اکسون پوشند  
و مضمون این قطعه را محرکلمات در بیت آورده و بر منطوق قطعه شاید گزرا نیده۔  
بیت این است ۷

شاید معنی که باشد جامه لفظش کهن نکته دانے گیریر ترازه پوشاند خوش است

## (۳۹) کلیم ابوطالب

همدانی المولد کاشانی الموطن۔ عارج طور معانی است و مقتبس نور سخندان۔  
بُیضه سخنش ید بیضا است و خامه شعر شکش همدست عصا۔ در جمیع اسالیب نظم  
قدت عالی دارد و همه جاداد سخنوری می دهد و لهذا جمعی او را خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبارہ سیر ہندوستان کرتا ہوں اور عہد جمہانگیری رسیدہ بادشاہ نواز خان بن  
میرزا ارستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در  
سنہ ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب"  
تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شہر یزعم  
جانب ہند جلور یز ساخت و با میر حلقہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط  
گشت و تمتع برداشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست  
بد امن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَا اللّٰهُ بَرْهَانَهُ زِدْ دُورِ ثَنَا گسترانِ قَوْمِ  
سریر خلافت رتبہ سر حلقی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا  
در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتی کہ از سفر اول کشمیر لوامی معاودت برافراخت و چتر سلطنت در  
قرب مستقر الخلافہ اکبر آباد سایہ وصول انداخت ساعت در آمدن شہر و جلوس بر تخت  
مرصع کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال  
صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرختہ  
اند۔ و مورخان روزگار بر رخے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم  
شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین و الف (۱۰۲۲) مقرر شد۔ و تارسیان  
ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرہ شوال این سال نیز اعظم درز ہتکہ حمل خرامید  
و معائنہ سعید و نوروز نشہ سرور جہانیاں را دو بالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل  
شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تانہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابو طالب کلیم در تنہیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدہ نظم کرد و بہ پایہ سریر  
اعلیٰ معروض داشت بطلعش این است

نخستہ مقدم نوروز غرہ شوال      نشانہ اندچہ گہاے عیش بر سر سال



قصیده درجہ قبول یافت۔ و کلیم بمیزان عنایت خسروی سجیدہ شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ برآمد۔ و بان زبدہ موزونان انعام شد۔

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۲۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلہ قصیدہ برز سجیدہ شد۔ و ہمین قدر مبلغ هموزن برآمد چنانچہ در ترجمہ او گزارش یافت۔

و در سنہ ست و اربعین و الف (۱۰۲۶) باقیانائینی قصیدہ تہنیت نوروزی بعرض صاحبقران رسانید و بزر بر کشیدہ شد۔ و مبلغ پنج ہزار روپیہ مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست کہ قدسی و کلیم بپایہ سریر شاہی چنانچہ در میزان اکرام ہم سنگ بودند در میزان انعام ہم رتبہ مساوات داشتند۔ و چنانچہ این ہر دو از باقیان در موزون معنوی رائج اند و در موزون صوری نیز رجحان داشتند۔

و در جشن وزن شمسی سنہ ثمان و اربعین و الف (۱۰۲۸) در دار السلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیہ بصیغہ جائزہ شعر عنایت شد۔

کلیم در آخر ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساختہ رخصت کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطہ بہشت آئین رنگ اقامت ریخت و بتقریر سالیانہ از سرکار پادشاہی آسودہ حال می گزرانید۔

چون الوئیہ صاحبقران در سنہ خمس و خمیس و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ و غرہ زیج الاول این سال ظل و رود بر خطہ کشمیر انداخت۔ ابوطالب کلیم قصیدہ در تہنیت مقدم بسمع پادشاہ رسانید و بمرحمت خلعت و دولیت اشرفی طلایہ حمربہرہ مندر گردید۔

و ہجین روزے کہ موکب سلطانی موافق چہارم شعبان ہمین سال از

گلگشت کشمیر عطف عنان نمود کلیم را در صله قصیده و ویست مہر انعام شد۔  
 فوت کلیم پانزویں ذی الحجہ سنہ احدى و ستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت  
 و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید۔

گفت تاریخ وفات او معنی طور معنی بود روشن از کلیم  
 ۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوان کلیم نقل می شود۔

دل دامن مجاورت چشم تر گرفت	با طفل اشک صحبت دیوانہ در گرفت
زان چشم ندیدم کہ گاہے بمن افتد	بیمار عجب نیست اگر کم سخن افتد
نہ رحم کرد کہ خون دل خراب نخورد	غور از سفال شکستہ آب نخورد
کے تمنائے تو از خاطر ناشارود	داغ عشق تو گلے نیست کہ بر بارود
داغ برفلک و دل بریر پائے بتان	زمن چہ مے طلبی۔ دل کجا۔ داغ کجا
گر نفس تنگ است از بیرحمی صیاد نیست	صید از ذوق گرفتاری بخود بالیدہ است
دیدہ امید را کردی سفید از انتظار	دوست ماران را بنود این چشم از دلداریت
ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت	میان دست و دلم چون صد جدائی نیست
از جہان بے بہرہ را بنود تمنائے عمر خضر	روز کوتاہ از برای روزہ داران بہتر است
تو پادشاہ حسنی۔ مشاہر بوسہ بر ما	زیرا کہ عیب شاہان دانستن حساب است
ہر کہ خود بین و خود آرا۔ زہر مخروم است	ہیچو طائوس کہ پُز بنیت و کم پرواز است
سر بر تن صدف نبود زانکہ روزگار	یکجا بہیچ کس سرو سامان نمی دہد
کجا پُرسن تو ام قدر حظ بگو دامنم	ز سایہ ذوق نکرد آنکہ آفتاب نخورد
اغنیاء بہرہ ز اندوختہ خود نبرند	کہ ہمین تشنہ لبی قسمت دریا باشد
مژہ را داد ز کف چشم تو در آخر حسن	تُرک مفلس چو شود تیغ بہ بازار برد
دوستان نازک مزاج و طبع نازک داغ	چون کسے اوقات صرف پاس خاطر نکند

بتان ز صحبت ہم می کنند کسب غرور      ترا بآینه ہم آشنا نمی خواهیم  
دشنام و بوسه هر چه عوض می دهی بده      حاشا که با تو بر سر دل گفتگو کنم  
چون رشته گلدهسته بگرد همه خوبان      گردیدیم و یک یار وفادار ندیدیم  
آخربسان فاخته ام شد گلو کبود      منت ز خلق بسکه بگردن گرفته ام  
از ادای خارج هر کس خجالت می کشم      با کمال بے دماغی من وکیل عالم  
نهال سرکش و گل بے وفا و لاله دورو      درین چمن بچه اُمید آشیان بندم  
مکشای زبان بز خودی را چوبه بینی      ز نهال که شمع شب مهتاب نباشی

### (۲۷۰) معصوم - میر معصوم

پسر میر حیدر محمائی کاشی و برادر میر سنجراست - صاحب ذہن ثاقب - و  
ہم طرح ابو طالب کلیم و میرزا اصائب بود -

میرزا اصائب غزلے می فرماید و یکرنگی ہر سہ معنی طراز با ہم بیان می نماید

خوش آن گروه کہ مست بیان یکدگرند      ز جوش فکری ارغوان یکدگرند  
نمی زنند بسنگ شکست گوہر ہم      پے رواج متاع دکان یکدگرند  
زنند بر سر ہم گل ز مصرع رنگین      ز فکر تازہ گل بوستان یکدگرند  
سخن تراش چو کردند تیغ الماس اند      زند چو طبع بکندی فسان یکدگرند  
بغیر صائب و معصوم نکند سخن و کلیم      دگر کہ ز اہل سخن مہربان یکدگرند

میر معصوم مدتی با حسن خان حاکم ہرات بسر برد و در عہد شاہجہانی

تصدیہند کرد و در نواحی ہنگالہ افتاد - اعظم خان ناظم ہنگالہ میرزا باعزاز و  
احترام پیش آمد - و لوازم قدر شناسی بتقدیم رساند - اعظم خان جد ارادت خان  
واضح است - احوال او مجملآ در ترجمہ واضح سمت و ضوح می پذیرد -

میر معصوم مدتی رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ واز موائد احسان او کامیاب گردید۔  
سکہ سخن باین خوش عیاری رواج می دهد۔

مراکشایش خاطر نه از گلستان است      کلیدِ قفلِ دلم بَرّه بیابان است  
ای که همراه موافق ز جهان می طلبی      آن قدر باش که عتقا ز سفر باز آید  
خرابِ همت خویشم که صبح چون گردون      گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند  
نام قاصد چون برآمد قالب من شد تی      مرغِ روح من جواب نامه دلدار بود  
بعد تحریر پسر و آزاد معلوم شد که میر معصوم در سنه اثنین و خمسین و الف (۱۰۵۲)  
در بهند وفات یافت۔ و قطعۀ تاریخ فوتش در دیوان میرزا محمد علی ماهر بنظر در آمد۔ مادۀ  
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر و سحر قدم نهاد۔  
۵۲ ۱۰

## (۴۱) شیدا

مؤلف و منشأ و فتحپور از توابع اکبر آباد است۔ صاحب ذهن رسا و فکر آسمان پیا  
بود و شعر را بسرعت تمام میگفت۔ و بچشم زدن جواهر فراوان می سفت طبعش در مسلک  
سخن طرازی اگر چه راست می رفت اما از جادۀ حسن خلق انحراف داشت۔

قصیدۀ اعتراضات که در مقابلۀ قصیدۀ حاجی محمد جان قدسی بنظم آورده شهرت  
تمام دارد۔ و طالبائے آملی و میرالهی و دیگر مردم را بهجو کرد۔ چون شیوۀ هجا  
شعار خود ساخته بود۔ خود نیز هدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرۀ شیخ فیروز باشیدا  
مشهور است۔

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد هزار رسید"  
در او اهل حال چندے رفیق خانخانان بود و ایام ملتزم آستانه شریار  
بن جهانگیر پادشاه۔ بعد از ان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاه جهان۔

أَنَا وَاللَّهِ بَرَّ هَذِهِ مَنْحَرَطْشِدْ - وَدَرْ زِمْرَةُ أَحْدِيَانِ سِرْكَارِ وَالَادِ اُحْلُ گَرْدِيدِ - وَچُونِ  
مطلع او کہ ے

چیت دانی بادۂ گلگون مصفا جو ہرے حُسنِ راپروردگارے عشقِ راپہنجیرے  
سمیع پادشاہ رسید در غضب آمد بخت آنکہ اُمُ الخباثت را در لباسے کہ نباید  
وصف کرد - و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند - شید اقطعہ عذری  
املا نمود - و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ے

از صراحی دوبار قلقل ے پیش جامی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سر عتاب در گزشت ے

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ و ہنہ در بنیاد اسلام راہ یافتہ  
صاحبقران ثانی از سر نو موسس قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب  
عالمگیر متمم - و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمہ بر اسلامیان ہمند  
ثابت کردہ اند -

شید آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شد بمواجبہ از سرکار صاحبقران  
موظف گشت -

از منظومات اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار  
مطلعش این است ے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آمدہ سر حشیم فیض عیم

درین چین گل ولالہ شبنم اندود است کہ خندہ گل این باغ گریہ آلود است

بیکی ل کے توان اندیشہ دنیا و دین کردن کہ نتوان ہر دو دست خویش در یک آستین کردن

گفتن دہانہ لف تو تحصیل حاصل است باختر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسوگزد اند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

ہوایت در سرے گنج کہ در زیر دم تیغست      چو شمع از جیغ ہر دم سر دیگر برون آرد  
شہید حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم      بجائے موے سر در ماتم بند قبا بکشا

## (۲۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلہ سادات اربیمان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب  
سخن بود۔ دیوان مختصرے از و بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامہ او شیرین اُفتا  
از ان است ۛ

دماغم ز مے خانہ بوئے شنید      حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید

بگیرید زنجیرم اے دوستان      کہ سلیم کند یاد ہندوستان

دور از ان در اشک بیتام بزرگان آشناست      دست با سر۔ سر نیزانو۔ پایدا مان آشناست  
ادہم بیانے خوش دارد وزبانے دلکش۔ میرزا صاحب سخن اور اقصیٰ میں می کند و  
می گوید ۛ

ابن جواب آن غزل ثنا کہ ادہم گفته است      گرمش دامن بگیرم خون من خود مرده بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریگان شباب قصد گلگشت ہندوستان

کرد۔ و در عمدہ شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطبۃً بقرب خان  
کہ از امراء عمدہ شاہجہانی بود بار بار محفل خلافت گردید۔ و نوٹینان عظام نظر بہ نجابت  
خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن از بسکہ برندی و بیباکی مجبول بود۔

و سودائے نیز در سر داشت۔ و علانیہ متکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می

کرو۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرانید۔ خان مذکور

اورا بحبس فرستاد۔ تا دسہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد

زندانی ہستی را پدر و نمود۔

بہارِ بخش چنیں جوشِ مے زندہ

رسائی بین کہ چون بر خیزد از جا قدرِ عنایش      فتد گیسوئے او چون سایہ شمشاد بر پایش

(۲۳) الہی - میر الہی

از سادات اسد آباد من تو ارج ہمدان است - کلامش لطافت و غدوبتے

دارد - و مذاقہارا لذتے خاص می بخشد -

در صفا ہاں بسیار بودہ - و با حکیم شفقائی و آقا رضی صحبت داشتہ -

آخر بہ نذر ہنگدہ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خلق و در ویش مزاج بود - و نزد اکابر معزز و محترم می زیست -

فوتش در سنہ اربع و ستین و الف (۱۰۶۲) واقع شد یعنی کشمیری این مصرع

تاریخ یافت - مصرع بُرد الہی ز جہان گوی سخن

سیف کلکش جوہر با این خوبی عرض می کندہ

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد      ز آب دیدہ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گل باغ مراد      چون نچوئے چیدہ خندہ ام رفتہ زیاد

گربان چوپالہ پُرم در کفِ مست      نالان چو سبوی خالیم در رو باد

(۲۴) یکجی - میر یکجی کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش - و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش - از

ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رگراے ہند شد و در ذیل ثنا

طرازان شاہی منسلک گردید -

ملا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید -

”غزوہ ذی القعدہ سنہ تسع و خمسين و الف (۱۰۵۹) میزبجی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی“  
 و چون قلعہ ارک دار الخلافہ شاہجہان آباد با سائر عمارات بصرف مبلغ شصت  
 لک روپیہ در سنہ ثمان و خمسين و الف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ و صاحبقران وقت داخل  
 شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ میزبجی تاریخ بر آورد کہ ع  
 شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد  
 دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت و ہزار روپیہ صلہ مرحمت شد  
 انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع و ستين و الف (۱۰۶۴)  
 اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد

بہ بوریانہ نمی پاک از فقیران است	قدم منہ بہ نیستان کہ جا شیران است
ز روی آدمیت پذیر من ناصح نمی داند	کہ من بآن پری خو کردام آدم نمی خواہم
مدہ ز دست گریبان گوشہ گیری را	کہ مومیائی پائے شکستہ دامان است
ہر چہ یا ہم تانیف شام نمی گیرم قرار	در کف زال فلک پیو چون پرویز نم
نرمی بسیار خواہد باد رشتان ساقن	منغز خونا خورد تا در استخوان جا کردہ است
ہمچون غلاف گرد موافق یکے شوند	بانتیغ شان ز ہم نتوان ساختن جدا
حیاتم بس بود چندان کہ یکشب با گلے شام	شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم
ہران نے کار و در ناخن دل کردہ بود آخر	برائی فروش ایوان قناعت بویا کردم
نیم از ناوک صیاد آگہ۔ اینقدر دانم	کہ جلے دام اگر خواہی بخاکم متوان کرد
دولب و دوناخن مرد است تا بہم برسند	گرہ ز خاطر خود وانی توان کردن



## (۲۵) دانش میررضی بن میرابو تراب رضوی مشہدی

شاعر عالی جناب است و معنی تازہ یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نہال بیانش در نہایت نازکی و دلنشینی۔

در عہد شاہجہان پادشاہ با والد خود عازم ہند گردید و در اشتیاق ہند گفت ۵

راہ دور ہند پابست و طن دارد مرا چون خناب در میان فتن ہندستان خوش

بعد وصول ہندوستان باریاب محفل شاہجہانی گشت۔ و در شعبان سنہ خمس و

ستین و الف (۱۰۶۵) قصیدہ در مدح پادشاہ بعرض رسانید۔ و دو ہزار روپیہ

صلہ عنایت شد۔ بیتہ از ان قصیدہ این است ۵

بخوان بلند کہ تفسیر آیہ کرم است خطے کہ از کف دست مبارکش پیدا

و چندے خود را در ملازمان شاہزادہ وار اشکوہ در آورد و بہ الطاف

خاص نوازش یافت۔ شاہزادہ را این بیت او کہ ۵

تا کہ را سبز کن ای ابرنیسان در بہار فطرہ نامی میتوان شد چہرا گو ہر شود

بسیار خوش آمد و لک روپیہ بہاے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در ہنگالہ باشاہزادہ محمد شجاع بن شاہجہان نیز بسر برد۔

از انجا رخت سفر بہ حیدر آباد دکن کشید۔ و نزد عبد اللہ قطب شاہ والی آنجا

اعتبار تمام بہم رسانید۔

میرابو تراب والد میررضی ہم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و

در حیدر آباد سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرہ

میر محمد مومن استرآبادی دیده شد. بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر  
بنظم آورد. رباعی

فطرت بتوروزگار نیرنگی کرد      نواخت بهر خارج آهنگی کرد  
آن سینه که عالمی درومی گنجید      اکنون ز ترود نفس تنگی کرد  
و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته هم بر لوح مزار میر ابوتراب  
تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز      کاید بزمان کم بسر عمر دراز  
گیرم که چو عیسی بفلک بر شده      آید بچه کار بے پدر عمر دراز  
آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ - میر رضی را نائب الزیارة خود  
مقرر نموده در سنہ اثین و سبعین و الف (۱۰۷۲) رخصت مشہد مقدس ساخت  
که در روضہ رضویہ از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در اثناء این  
خدمت دوازده تومان تبریزی سالیانہ از سرکار سلطان باومی رسید. نقل فرمان تقریر  
سالیانہ در منشآت حاجی عبدالعلی طالقانی کہ منشی سلطان عبداللہ  
بود. بنظر رسید.

انتقال میر رضی در سنہ ست و سبعین و الف (۱۰۷۶) واقع شد. منتخب  
دیوانش بملاحظہ درآمد و این اشعار منتخب گردید.

نمک شناس اسیران گراز قفس رستند      بہ نخل خانہ صیاد آشیان بستند  
روی ماہ نو بروی بادہ گلگون بہ بین      آب عمر افزا بنوش و حسن روز افزون بہ بین

۱۵ ہجری رباعی بادی تغییر در مآثر الامر جلد دوم صفحہ ۵۸۸ مطبوعہ کلکتہ در ترجمہ علامہ فیضی مذکور است و  
وفات او در سنہ یک ہزار و چہار اتفاق افتادہ میر ابوتراب در سنہ یک ہزار و شصت و دو دادہ پس از  
باید فہمید کہ حقیقت حال این رباعی چیست.

در بزم گنم سیر کہ جائے دگر نیست      از حلقہ برون چون قلع می سفر نیست  
 بتار سازد رین بزم نسبتے داریم      خوش انداہل نشاط از ضعیف نالیہا  
 پر حذر از آفت ہم صحبت دیرینہ باش      کاش اول نبودے شیشہ با سنگ آشنا  
 صفو دشت بامداد رفیقان طی کن      چون قلم بے دوسہ یارے بسفر نیست  
 کشادہ روئی خوبان در آخر حسن است      دین چن ہمہ جاموسم خزان باز است  
 متاب رخ نفسے تابجائے خود باشیم      چو عکس آئینہ مازندہ از نگاہ تو ایم  
 شب عید آدمی بنیم قلع در دست نگینش      شبستان خنما مشب چراغ روشنہ دارد

## (۱۲۶) مسیح حکیم رکناکاشی

مسیح و مسیحی و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج  
 معنی زود رس خادم طبیعت سخن مدوح آفرین توالب کہن۔

میرا صائب نام اورا بتعظیم میگیرد می گوید  
 این آن غولِ حضرت رکناست کہ فرمود      پائے ملخہ پیش سلیمان چہ نماید  
 در فن طبابت نیز یدِ طولی داشت۔ و آثار تخلص خود بظہور می رسانید۔

سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکر منزل اورا بہر تو  
 قدم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ  
 از ولایت برآمد و درین باب گوید

گرفتک یک صبحدم بامن گران باشد سرش      شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش  
 و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانہ اکبر با پادشاہ با سودگی می گزرا نیل  
 و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و باریاب محفل سلطانی بود تا آنکہ بتقریب جانب

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر رحل اقامت افگند۔

آخر بار سفر بصوب حیدر آباد دکن بر بست۔ میر محمد موسیٰ استرآبادی وکیل السلطنت  
محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم شریف آورد حکیم برسم تواضع شیشہ گلاب را غلط کرده  
شیشہ شراب بر میر افشاند۔ میر آزرده گشت و حکیم غرق عرق انفعال شدہ راہ بیجا پور  
گرفت۔ و در انجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ آردوی جہانگیری معاودت نمود۔  
و با مہابت خان ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی شاہ جہان براوزنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعہ تاریخی  
املا کردہ بعرض رسانید و بانعام دوازده ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است

پادشاہ زمانہ شاہ جہان خرم و شاد و کامران باشد

بہر سال جلوس او گفتم در جہان باد تا جہان باشد

و در سنہ احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱) بنا بر کبر سن التماس رخصت مشہد

مقدس نمود۔ وقت رخصت بعنایت خلعت و پنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت و دین  
رفتن توفیق زیارت حریم شریفین یافت و بایران دیار برگشت۔ آوجی نطنزی  
گوید

میان ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینہ سخن از ورطہ بر کنار آمد	گزر بساحل ایران فتاد و دیار را
کہن شراب جوان نشہ طبیعت او	نوید عمر طبعی دہد احب را
ز مے مبادتی دست ساقی کہ رساند	بیای بوس صراحی پیالہ مارا

بعد ادراک زیارت روضہ رضویہ بجا ذبہ حب الوطن متوجہ کاشان گردید۔

و ایامے توقف کردہ بہ ارادہ در گاہ شاہ صفی رو بصفا مان آورد و از شاہ چند  
التفات نیافتہ بہ شیراز آمد۔ پس از چندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طراز دکہ :-

”حکیم رکناء عراق مراجعت نموده بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت۔ و چون در

”سلک مدحت سرایان این دو دمان علیہ انتظام داشت۔ و وارد۔ در اکثر سنوات

”اور از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند۔

وفاتش در سنہ ست و ستین و الف (۱۰۶۶) واقع شد۔ این مصرع تاریخ یافتہ اند

رفت بسوی فلک باز بسج دُوم

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است۔ معجون سخن چنین مرتب می سازد

اگر خواہی کہ سنجی زور فقر و سلطنت باہم

سبزہ پامال است در زیر درخت میوہ دار

در ہجر یکدور و ز صبورم کہ از فراق

چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بار کسے

دین دیدہ نہ وخت چشم بر تبار کسے

صد شکر کہ در جہان بستم ہرگز

تحت الحنک بقصد دستار کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقف فن است و نبض شناس سخن۔ میرزا اصائب تبضین مصراع ادے

پرواز دومی فرماید

جواب آن غزل حاذق است این نص

بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است و در غم انگیزی منصبے شایستہ سرفرازی داشت

و چون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہا نوی در زبان اکبری

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شاہ بہمان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری و خدمت عرض مکرر بمعرض امتیاز درآمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبر آباد گوشہ انزو گرفت و بسالیانہ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ و تا سنہ السبع و خمسين والف (۱۰۵۴) <sup>لیانہ</sup> شاہ او باضافہای متعدد پچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع و شتین والف (۱۰۶۴) در اکبر آباد شربت فنا پیشید۔  
ادبہم خامہ را باین روش جولان می دہد۔

زگروش فلک اسرار مہر و مہ شد فاش      بیک کلاہ دوسر مشکل است پوشیدن  
ما قدر جوانی چہ شناسیم کز اول      تصویر کشان قامت ما پیر کشیدند  
بقول من نرسید است فعل من ہرگز      خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش  
در پنج محلہ احوال سید صدر جہان کہ در ترجمہ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامہ  
تقریب بچو حوالہ می شود

مولد و منشأ سید بہانی است بکسر بائے فارسی و یا ئے تختانی در آخر قصبہ ایست  
از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ و طبعے ظریف و نکته سخ داشت۔  
ابتداء حال بواسطہ شیخ عبدالبنی صدر بسلامت اکبر بادشاہ رسید و منصب  
افتاء ممالک محروسہ برقرار گرفت۔

در سنہ السبع و تسعین و تسعاتہ (۹۹۴) پادشاہ اورا باتفاق حکیم ہمام نزد  
عبداللہ خان والی توران بایچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نموده

در خطہ کابل پادشاہ را دریافت -

و پس از چندے بعطای منصب صدارت کل بر صدر عورت نشست و رفتہ رفتہ بیایہ

امارت و منصب دو ہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ در ایام شاہزادگی چہل حدیث در خدمت سید بخواندہ شاہزادہ

اورا بسیار دوست می داشت - روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد - شاہزادہ با

سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد - قرض شمارا ادا می کنم - یا ہر منصبی

کہ خواہید میدہم - بعد جلوس سید را مختار کرد - او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ

بمنصب مذکور نوازش فرمود - و صدارت را نیز بحال داشت - و قنوج را در اقطاع

او تنخواہ کرد -

سید محسن الزمان نافع الخلق بود - در صدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش

بمستحقان مقرر نمود کہ میرزا جعفر آصف خان بغرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش

آشیانی اکبر پادشاہ در عرض پنجاہ سال بخشیدہ سید در عرض پنج سال بمردم حوالہ کرد -

صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت - اصلاً در عقل و حواس او فتورے راہ نیا

انتقال او در سنہ سبع و عشرين و الف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہر گاہ

سید ب سفارت توران رفت پادشاہ و امراء آنجا سید را در فنون بسیارے امتحان

کردند مثل خوشنویسی و تیر اندازی و شطرنج و غیرہ سید در ہر باب کامل عیار برآمد

و مردم آن دیار را در حیرت انداخت

اما ملا قاطعی رسالہ در باب ایچی گری حکیم ہمام و سید صدر جہان ترتیب

دادہ در ان رسالہ جمیع ہنر ہا نسبت بہ حکیم ہمام نوشتہ الا علم مجلس کہ آن را نسبت

ب سید نقل کردہ - و سید بر علماء آنجا غالب آمدہ -

## (۴۸) فرج - ملا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشہ زودرسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم  
مکی در سلاۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطریق می نویسد  
و میرزا صائب مکرر اوراد و مقاطع یاد می کند - از انجمله است ہ

ہمین ز خاک فرج کامران نشد صبا کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید  
از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبداللہ قطب شاہ  
والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام ہم رسانید  
پری زادان سخن را چنین تسخیری کند ہ

مغان کہ دانہ انگور آب می سازند	ستارہ می شکند آفتاب می سازند
دہوای بادہ گلزنک بیتا بیم ما	سالہا شد کز ہوا داران این ایم ما
از رہ بہانگ ہرزہ در ایان نئے روم	کے می دہد فریب صدائے جرس مرا
گر زیر سپہریم عجب نیست کہ دریا	در زیر حجاب آفرزون تر ز حباب است
ہمیشہ می خورم از خود شکست پنداری	کہ نیمہ ز دلم شیشہ نیمہ سنگ است
و از اشعار عربی اوست ہ	

لَا غَوْرَ اِنْ لَّمْ تُفْصِحْ اَلَا يَأْمُرْ بِى	الدَّهْرُ ابْنُ عَطَا وَ اِنِّ السَّاءُ
وَبِذَا جَرَى طَبْعُ الزَّمَانِ وَ اَهْلِهِ	دَفْنُ الْكَلَامِ وَ اَهْلُهُ اَحْيَاءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الشغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی

توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام ادنی آمد و عیب لشغ بر سامع  
منکشف نمی شد تا بحدی کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند ہ

لے سلاۃ العصر نسخہ قلمی ورق ۳۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - لے ابن خلکان نمبر ۹۰، حرف الواو  
مطبوعہ یورپ و کامل ہر صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -



ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر  
 نَعَمْ تَجَنَّبَ الْيَوْمَ الْعَطَاءَ كَمَا تَجَنَّبَ ابْنُ عَطَاءٍ لُّغْتَهُ الرَّاءُ  
 و دیگرے گوید  
 وَجَعَلَتْ وَصْلِي الرَّاءُ لَمْ تَنْطِقْ بِهِ وَطَعْتَنِي حَتَّى كَانَتْكَ وَاجِلْ

## (۴۹) احسن - ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام احسن تخلص بن خواجہ ابوالحسن تربتی - خواجہ  
 در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادہ وانیال و دیوانی دکن  
 اختصاف یافت۔ چون جہانگیر بادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول  
 بخدمت میزبخشگیری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت  
 و در سنہ ثلث و ثلاثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دارالملک کابل ضمیمہ وزارت مقرر  
 گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید۔

و چون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید خواجہ  
 را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود۔

و در سنہ اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبہ کشمیر مرحمت شد۔ و نظر بر آق  
 ستالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر بخصمت  
 کشمیر فرمود۔

و چون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد  
 سالگی و ولایت حیات سپرد۔ صوبہ کشمیر اصالتہ بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ  
 ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید۔

ظفر خان مدتی بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ و ملک تربت را مفتوح ساخت۔ و  
پایان عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳)  
محل بہ صحراے فنا کشید

ظفر خان صاحب جوہر و جوہر شناس بود۔ و سرے بصحبت و تربیت ارباب  
کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا صائب ماح آستان اوست۔  
ظفر خان چند جادو در مقاطع غزل میرزا اربادی کند از انجملہ است  
طرزیاران پیش احسن بعد ازین مقبول نیست تازہ گوئیہای او از فیض طبع صائب است  
ہشت عدد قصیدہ میرزا در مخ ظفر خان بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندان او  
بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجای آورد۔

دیوان مختصرے از ظفر خان مطالعہ افتاد۔ از انجاست

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید	نگاہ دار کہ روزے بکارے آید
در گوشہ میخانہ ہمین گفت و شنید است	یاران برسانید دماغے شب عید است
در بتان ہند چون او دلبر خود کام نیست	رام رام گر چہ می گوید و لیکن رام نیست
شادم بدل شکستگی خود کہ پیش من	قدیر دل شکستہ چو زلف شکستہ است
گوشہ چشمی اگر ساقی ببادار دیبجاست	عمر با در گوشہ میخانہ خدمت کردہ ام

## (۵۰) آشنا-عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفر خان مذکور۔ در عہد شاہ جہانی  
منصب ہزار و پانصدی داشت۔ و احوال سنی سالہ شاہ جہان را ملخص بقید  
قلم آورد۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویہ عروالت گزید و در سنا احدی دشمنین و الف  
(۱۰۸۱) رخت بہ نہا نخانہ عدم کشید

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہاے قصیر  
متعدد اردو و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت ازان است ۷

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست چرانہض مینا نگیرد بہ دست  
این چند بیت از غزلیات او فرا گرفته شد ۷

افت میانہ دوستمگر منی شود دندان مار قبضہ خنجر منی شود

بسکہ در راہ فنا با خاک یکسان شد تہم میتوان پہچون غبار افشانہ از پیراہنم

از حوادث گوہر مردانگی کمتر نشد تیغ اگر آہ آتش رفت بے جوہر نشد

ہر دم نوید لطف دگر مے دہد مرا دل مے بروز دست و جگر می دہد مرا

گر پوستم چنانہ کشد آسمان بجاست موشد سفید و تیرگی دل ہمان بجاست

کشتن بہت آورد وقت کشت مہتاب است دعا مے بخواران سیر عالم آب است

کہ ام چیز عزیزان ز یکد یکد گیرند بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند

بیاد روی تو شبہا کنم نظر اہ ماہ زہر سفید بود از برائے روز سیاہ

خلق خوشتر مرا بہ ثنا خوانی آورد گل عندلیب را بسخندانہ آورد

دولت بوقت تیرگی بخت نکبت است جاروب وقت شام پریشانی آورد

تیرہ طبعان بسینہ صاف بدانند ذوق آئینہ نیست بد رُو را

ما بزندان نعمت خوابشستن کردہ ایم گاہ گاہے نالہ بر خیزد از زنجیر ما

لقمہ چرب خوشامد نکند رام مرا دل من از سگ کوی تو وفادار تراست

مرد اتن آسانی باعث فنا گردد زود بگسلد از ہم رشتہ کہ بتیاب است

از بسکہ دست من ز تعلق بریدہ است رنگ گرفتہ را بہ جنا باز می دہد

سامان دل ز قطع تعلق شود زیاد      گل بیشتر دہد چو گنی شاخ را قلم  
 عقل ناچار کشد ز حمت آلائش نفس      دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود  
 طرز آئینہ خوش نہ کرد دلم      عیب پوشی بہ از مند پوشی است  
 ز دور ساختن ابرام سفلہ گرد بیش      کہ ز دورستن موازیے تراش بود  
 ہر کجا بود مرانشہ صفت با خود داشت      ہر گزم می نتوانست کہ بی خود سازد  
 تا درون پر بود از تفرقہ دل وانشود      چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند  
 چشم بسان آئینہ در عیب خلق نیست      پیوستہ ہرچو عکس خودم در کین خویش  
 نیست نازک طینتان با طاقت سیما خوش      دیدہ نرگس ندارد تاب سیما چرخ  
 چند چون رشتہ تسبیح شوی سرگردان      نتوان کرد سر رشتہ ز تقدیر برون

### (۵۱) صائب - میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غول طرازان و علامہ سخن پردازان است - ازان صبحی کہ آفتاب سخن در عالم  
 شہود پر تو افشانده - معنی آفرینی باین اقتدار سپرد و ابرہم نرسانده - چنانچہ خود گوے  
 دعوی در میدان می اندازد می طراز دے

ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید      یکے چو صائب شوریدہ حال بر خیزد  
 حامل لواے فصاحت - منشأ اعلاء کلمہ بلاغت - نور بخابت از ناصیئہ کلامش پیدا و لمعہ  
 شرافت از سیمائے بیانش ہویدا - فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش خیل خیل  
 معانی بیگانہ بندہ حاضر جوابش - ذوق سلیم در حدیقہ اشعارش بنو بر کردن مسرور و زہن  
 صحیح در خزینہ افکارش بدولت تازہ اند و ختن مغرور - فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین  
 جل بسیطش مختصر و تراکیب دلنشین - زلال تقریش در کمال روانی - لالی تعبیرش در ہمتا  
 غلطانی پایے وقت خیال با و رج کمال رسانیدہ - معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت -

قصیده و مثنوی هم دارد اما مشاطه فکرش به تزیین عروس غزل بیشتر پرداخته - و  
این غزل رعنا را بطرز تازه و انداز خاص جلوه افروز ساخته - چنانچه خود می فرماید  
غزل گوئی به صفا ختم شد از نکته پردازان      رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را  
و نیز می فرماید

غزل نبود باین رتبه هیچگاه صائب      نوا عی عشق در ایام من کمال گرفت  
و از جمله شرافت اوصاف میرزا است که با وصف این جلالت شان از شعراء  
معاصرین و متقدمین هرگز در اشعار خود یاد کرده بخوبی یاد کرده و تیغ زبان را بازخم هیچکس  
آشنا نساخته و خود می فرماید

به مور وقت سخن دست طرح ده صائب      گرت هو است سلیمان این جهان باشی  
پدرش از کدخدایان معتبر تبارزه عباس آباد اصفهان است میرزا در  
دار السلطنت اصفهان نشو و نما یافت - و به کثر فرصت درشش جهت عالم کوس  
سخندان زد - و در عین شباب آخر عهد جهانگیری متوجه هندوستان گردید - چون وارد  
دارالملک کابل گشت - ظفر خان که به نیابت پدر خود خواجه ابوالحسن تربتی ناظم  
کابل بود میرزا را به کند حسن خلق صید کرد - و لوازم قدر شناسی نوعی که باید به تقدیم  
رسانید - چنانچه شمه ازین ابیات میرزا مستفاد می شود

کلاه گوشه بخورشید و ماه می شکم	باین غرور که مدحت گر ظفر خانم
زنو بهار سخایش چو قطره ریز شوم	قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم
بلند بخت نهالا بهار تربیت	که از نسیم هواداریت گلستانم
حقوق تربیت را که در ترقی باد	زبان کجاست که در حضرت فرو خوانم

تو پای تخت سخن را بدست من دادی      تو تاج مدح نهادی بفرق دیوانم  
 ز روی کرم تو جوشید خونِ معنی من      کشید جذب تو این لعل از رگ کانم  
 تو جان زد خل بجا مصرع مرادادی      تو در نصاحتی دادی خطاب سخنانم  
 ز وقت تو معنی شدم چنان باریک      که میتوان بدلِ مور کرد پنهانم  
 چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود      نداشت طره شیرازہ روئے دیوانم  
 تو غنچه ساختی او راق باد برده من      و گرنه خار نئے ماند از کلماتم  
 تو مشت مشت گهر چون فصد من دادی      چو گل تو زر بسپر رنجی بدامانم  
 چون حکومت کابل در او اعلیٰ جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان  
 تفویض یافت۔ و ظفر خان بہادر اک عتبہ خلافت شتافت میرزا نیز بہ رفاقت  
 ظفر خان بہ سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنہ تسع و ثلثین و الف (۱۰۳۹) جانب دکن  
 باہتزاز درآمد۔ میرزا با ظفر خان در رکاب موکب سلطانی سرے دیار دکن کشید۔  
 از آنجا کہ شہر برہان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شہرے فرماید  
 تو تیا سازد غبار اگرہ و لاہور را      چشم من تا خاکمالِ گرد برہان پور خورد  
 و چون سید لشکر محمد عارف از مشاہیر اولیاء دین شہر آسودہ اند توجیہ گردان  
 خاطر فقیر چنین برخاست

فتاد بسکہ گزر شکر محمد را      غبار خیز بود کو چہائے برہان پور  
 و در ایام اقامت برہان پور پدر میرزا خود را از ایران بہ دیار ہندوستان  
 رسانید تا او را بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدم پدر بمیزا رسید۔ قصیدہ در مدح  
 خواجہ ابوالحسن انشا کرد و زخصت وطن التماس نمود و در آنجا می گوید  
 شش سال پیش رفت کہ از اصفہان بہند      افتادہ است تو سن عزم مرا گزار

هفتاد ساله والد پیراست بنده را      کنز تربیت بود بمنش حق بشمار  
 آورده است جذبه گستاخ شوق من      از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار  
 زان پیشتر کنز اگره بمحور و کن      آید عنان گسسته نر از سیل بے قرار  
 این راه دور را ز سر شوق طے کند      باقامت خمیده و با پیکر نزار  
 دارم امید رخصتی از آستان تو      ای استائت کعبه امید روزگار  
 مقصود چون ز آمدنش برودن من است      لب را بحرف رخصت من کن گزینار  
 با جبهه کشاده تر از آفتاب صبح      دست دعا بدرقه راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنه احدی و اربعین و الف (۱۰۴۱) از  
 وکن به اکبر آباد عطف عنان نمود. هزدهم محرم سنه اثنین و اربعین و الف  
 (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید.  
 میرزا محل سفر با ظفر خان بر بست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران  
 دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و مجل زیست. و در مدائح  
 ایشان قصائد غرا پرداخت.

وفاتش در سنه ثمانین و الف (۱۰۸۰) اتفاق افتاد و در اصفهان مدفون

گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ے

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو      عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو  
 بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعه سنگ مرمر است کنده شد

را قلم الحروف گوید ے

عندلیب نغمه پرداز فصاحت صائباً      رفت ازین عالم بسوی روضه دار السلام  
 خامه آزاد انشا کرد سال رحلتش      ببلبل گلزار جنت صائب عالی کلام  
 دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده و میرزا سی و سه

غول متفرق بخط خاص برخواستی آن نسخه قلمی فرموده اشعارش عالمگیر است مستغنی  
از تحریر - چند بیت بنا بر التزام پیرایه این مقام می شود

زبان لاف رسوامی کند ناقص کمالان را	که رو بر خاک مالد پرفشانی بسته بالان را
نه از روی بصیرت سایه بال هما افتد	سیمست است دولت تا کجا خیزد کجا افتد
از تماشا می پریشان جهان دلگیر باش	واله یک نقش چون آئینه تصویر باش
بی هیچ همدردی نمی یابم سزای خویشتن	می خنم چون بید مجنون سر بی پای خویشتن
زنگین تر از خناست بهار و خزان ما	بر دست خویش بوسه زند باغبان ما
جلوه برق است در میخانه هشیاری مرا	از پی تغییر بالین است بیداری مرا
می خورد باد دیگران مستانه بر ما بگذرد	در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد
ای که فکر چاره بیماری دل می کنی	نسبت خود را بچشم یار باطل می کنی
عشق سازد زهوس پاک دل آدم را	زد چون شعله شود امن کند عالم را
سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا	هر قدر افشرد دل را بنفشارم ترا
از جوانی داغها در سینه ما مانده است	نقش پای چند زین طاؤس بر جامانده است
ز پیری حرص دنیا نفس طامع را دو بالاند	گدا را کاسه در یوزه از کوزی مثنی شد
پا از گلیم خویش نباید دراز کرد	تیغ ستم به بین چه بزللف ایاز کرد
که حال دردمندان پیش چشم یار می گوید	که حرف مرگ بر بالین این بیماری گوید
اهل کمال را لب اظهار خاموشی است	رمّنت پذیر ماه تمام از هلال نیست
ای خوبی امید باین دستگاه حسن	این یک دو بوسه گز نه شماری چه می شود
رمزی ست ز پاس ادب عشق که مرغان	شب نوبت پرواز به پروانه گزارند
نقش پای رنگان هموار سازد راه را	مرگ را داغ عزیزان بر من آسان کرده است
مکن اعانت ظالم ز ساده لوحیها	که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد



در طلب مانے زبانان اُمتِ پروانه ایم      سوختن از غرض مطلب نزد آسان تر است  
 عقل کامل می شود از گرم دسر در روزگار      آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را  
 ز صدق و کذب سخن سخن را گزیری نیست      چو صبح تیغ جهانگیر ما دو دم دارد  
 با خبر باش که دل از خم زلفت نبرد      دُرِ گوش تو یتیمی است که در عالم نیست  
 مصرع رنگین مطلع می رساند خویش را      هر که کسب آدمیت کرد آدم می شود  
 ما حجاب آلودگان را جرأت پرواز نیست      گر دسر گردیدن ما گرد دل گردیدن است  
 صفای سینه مراد در حرم کند قندیل      چه شد بدون ز فزنگ آمد است شیشه ما  
 نیزنگ چرخ چرخ گل رعنا درین چمن      خون دل از پیاله زرمی دهد مرا  
 صائب ز ملائک مطلب رتبه انسان      آئینه بے پشت چه دیدار نماید

## (۵۲) غنی - ملا محمد طاهر اشعوی کشمیری

اشعوی قبیلہ ایست از قبائل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقہ درس ملا محسن فانی  
 کشمیری تلذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیت شایسته بهم رسانید - آخر  
 بغوا صی بحر سخن افتاد و جواہرے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب  
 کلام اورا تضمین می کند و می فرماید -

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید غنی      یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سر پوش داشت  
 غنی بغناء طبعی مجبول بود و با وصف بے دستگاہی بحضور خاطر سبزی برد - از اینجا  
 کہ غنی تخلص میکند

مدّة العمر در شهر خود گزرا نید - و در سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) دامن

از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است - چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت افتاده

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت      عالمی را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت  
 تو نگرانه ز بید لب بخوابش آشنا کردن      چون نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن  
 سیلی نخوری تا ز کفِ اهلِ زمانه      چون مهره شطرنج مرو خانه بخانه  
 تا توانی عاشقِ معشوق هر جائی مشو      می کند خورشید سرگردان گل خورشید را  
 سایه گرسایه کوه است سبک می باشد      کسب تمکین نکند سفله زار باب وقار  
 با تو نزدیکم دلم دورم ز فیضِ عام تو      موم در زیر نگین خالی ست از نقشِ نگین  
 از کشته شدن چهره عاشق نشود زرد      این داغ به پیشانی سیاب نهادند  
 در دم صبح غمی پیر فلک می گوید      که قضا نان دهد آن وقت که دندان گیرد  
 نیست چون مهره نردم هوسِ قصر بلند      خانه ام ساخته از ریختن رنگ بود  
 خاطر او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست      هر دم آن زلف پریشان شانه بینی می کند  
 رفتم سوی یار و ندیدیم روی یار      مانند هر دوی که رود سوئے آفتاب  
 گریختیم بر سرم رود از جانم روم      لیکن چو کوه ناله ز زخم زبان کم  
 غمی چو سایه مرغ پریده در ره شوق      اگر بنحاک بیفتم نیفتم از پرواز  
 چشمم کرم مدار ز شالان که جز نمرد      آئینه خلعت ز سکندر نیافت است  
 از نزاکت او فتنه مضمون من      گر بمضمون کس پهلوی زند  
 چراغ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس      اگر در پیش من دم میزنی خاموش می گردم  
 ز مضمون بردن یاران نمی باشد غمی مارا      چنان بستیم معنی را که نتواند کس بُردن  
 سعی به راحت همسایه ها کردن خوش است      بشنود گوش از برای خواب چشم افسانه را  
 راقم الحروف را هم مضمون مناسبت مضمون غمی بهم رسیده که  
 محنت همسایه ها بر خود گرفتن خوش ناست      از برای چشم بینی زیر بار عینک است  
 مخفی نماند که چنانچه گوش از استماع افسانه افاده خواب چشم می کند خط خود هم

که سمیع قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد - بخلاف بینی که عینک را حسبته شد برمی دارد - و  
برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد -

## (۵۳) ناظم هروی

عمده ناظران جواهر محانی - وزبده گهر نبدان عرائس سخن رانی است - در خدمت  
عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت و همت بغیض رسانی  
مردم می گماشت

برهان استعدادش مثنوی "یوسف زلیخا" است که یوسف سخن را از چاه وزند  
و اربانده بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشاند - اتمام این کتاب در سنه اثنین و سبعین  
والف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کا کله می افشاند

خواه بنم که رخس بد عمل زهد پی کم	تسبیح تازیانه گلگون مے کم
ز سیر باغ وزندان بر نیاید کام سودايم	نه شاخ سنبله بر سر نه زنجیری است در پایم
کتنی تا چند خواب ای مست غفلت ناله سر کن	سر منیای دل بکشد دماغ دیده تر کن
پیاله می ازین شیوه آبرو دارد	بدستگیری افتادگان ز پا منشین
قطره آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت	آدم خاکی چه طرف از عالم ایجا دبست
بیقراری عضو عضوم را بکام دل رساند	زخم تیغت بر تنم چون ماه نو ستیاره شد
بسکه از بے اعتباریهای خود شرمند ام	آپچنان سوی تومی آیم که گویا مے روم

## (۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نواده ملا فتح الله واعظ قزوینی است - پایۀ تعریفش ازان رفیع تر که بسلم قلم

له این مثنوی از بسکه ناله الوجود است و در کتب خانه آصفیه حیدر آباد کن موجود -

توان رسید۔ و شرف تو صیفش از ان بلند تر که ببال او راق توان پرید۔ لالی منظومانش  
در کمال خوش جلائی۔ و جواهر منشورانش در نہایت بیش بہائی۔

حجت کمالش کتاب ابواب الجنان است کہ تماش سخن را در نہایت نازکی  
بافتہ۔ و باتفاق جمہور کتابے باین خوش بیانی در باب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اما عمرش  
باتمام این کتاب وفات کرد۔ فرزندش میرزا محمد شفیع کہ تلمیذ والد خود است مجلد ثانی  
بہ انجام رسانید۔ این مجلد در بیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی و خوش  
انشائی نیست

مطالعہ دیوان واعظ طبع را در اہتراز آورد۔ این چند غزل از ختن او و خرمش  
مے آید۔

از زبان کلک نقاشان شنیدم بارہا	بے زبان نرم کے صورت پذیرد کارہا
این قدر طول اہل رہمید ہی در دل چرا	مصحف خود را باین خط می کنی باطل چرا
آزادہ بہر اہی کس بند نگرود	خاصیت سرو است کہ پیوند نگرود
بریدن از جہان سرمایہ از زندگی باشد	کہ افزون قیمت شمشیر از بُرندگی باشد
حرفے اگر بعاشق بے تاب مے زند	شرمش طپانچہ برگل سیراب مے زند
سر برون آورد و کس از روزن آئینہ گفت	فیض صحبت می تواند سنگ را آدم کند
نیک خواہان در جہان مکروہ طبع مردم اند	جز ترش روئی نہ بیند شربت از بیمار ہا
روزگار آخر شکر را شمش مے کند	شیشہ می سازد مکافات شکستن سنگ را
اگر خورشید ز خسار تو در پیش نظر باشد	چو ماہ نوز پیری می روم سوی جوانیہا
دست برداشتن وقت دعا ایمان نیست	کہ شفاعتگر ما پیش خدا دست تہی است
ز ابنای جنس خود بجز رباش زانکہ آب	با آن سرشت پاک بائینہ دشمن است
فروتنی بخدا زود ترک کند نزدیک	کہ زود قطع شود راہ چون سرازیر است

فیض پروانگی محفلِ ما چون نکند      که چراغش ز صفائی قدم یاران است  
 غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور      آب تلخی بید را باشد به از آب نبات  
 سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن      سخن بگوش بود پیش از زبان محتاج  
 شود از عزل - طبع ظالم معزول ظالم تر      کمان رازہ گرفتن بیشتر پر زوری سازد  
 آزاد نیستند بدولت رسیدگان      گردید پاسبان بندگان تا سوار شد  
 گرتی دستی نه و اعظم مایه دیوانگی است      چیت باعث کز درختان بید مجنون میشود  
 گشت داغ و دلنشین تر در هواے نو بهار      زانکه بهتر مهر گردد صفحہ چون نم می شود  
 باشد از بے خانمانان برگ عیش افینا      زندگانی شهر از پہلوی صحرا می کند  
 یاد گیر از بید مجنون شیوہ افتادگی      گر گزارند آردہ بر فرق تو سر بالا کن  
 ظالم چو افتد از کار استاد ظالمان است      سر حلقہ کمانهاست چون شد کبادہ  
 صد حیف که ما پیر جهان دیدہ نبودیم      روزیکہ رسیدیم بہ ایام جوانی  
 ظاہر آرائی نباشد شیوہ روشن دلان      میرد آتش از برای جامہ خاکستری  
 نیست جو خجلت از احباب تہی دستان را      بیداجز عرق بید نباشد نثرے

### (۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعر رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود - اصلش از قزوین است - مہما  
 باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہذا بہ مشہدی شہرت گرفت  
 بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند - نزد نذر محمد خان  
 والی بلخ رفت - و بمبصب انشا امتیاز یافت -

آخر عازم مہند شد و چہار دہم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) بآستان  
 بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول خلعت

و انعام سه هزار روپيه کامياب گشت۔ و در سلک بندگان درگاه درآمد۔ و در جشن وزن شمسی بیست و چهارم ربیع الاول سنه ست و ستین و الف (۱۰۶۶) ثنوی تهنیت جشن بعرض رسانید۔ و مبلغ هزار روپيه برسبیل جائزه مرحمت شد۔  
و در عهد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشیمر مامور گردید۔ انجام کار بعد از کبر سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاهی و طیفه تفریافت۔ و در دارالخلافه شاهیجهان آباد و طیفه حیاتش منقطع گردید۔

عندلیب فلم زمزمهء اومی سراید

آنها که خواب راحت بر خود حرام کردند	چون شمع کار خود را یکشب تمام کردند
سهل باشد لذت خاری که دیر پراهن است	دائم از ماهی که اورا خارا جزوتن است
دل منه بر لفت دشمن که تا گرم است	گر چیه جوشد آتش لیک او دشمن است
خارا آتش توان زد تا نگیرد دامن	منمیدانم علاج خار و امنگیر چیست
نیم بسمل شده مرغی بکف آرم که مرا	در خور حالت خود نامه بر در کار است
بدام زلف تو عالم تمام در بند است	کسی که باز بود دیده تماشائی است
تفای آینه را به ز روی آینه دان	که رو برو نشود با کسی که خود بین است

### (۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکته طراز ممتاز است و مصداق ترانهء عندلیب شیراز که مصرع  
”هرا آنچه ناصح مشفق بگویدت بنپذیر“

یعنی کلام او شنیدنی است۔ و جرعهء جام او چشیدنی۔

میرزا اصائب مکر شعر او را تضمین می کند و در طبعی می فرماید

این جواب آن غزل صفا که ناصح گفته است      تالپ ساغر بخون من گواهی می دهد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عیاس آبا و متوطن بود۔ و بشیوہ تجارت اشتغال داشت۔

اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیده۔ سواد کلامش سرمہ در چشم ورق می کشدے

بہ سرمہ رام نگردید چشم جادویش کہ از دو میل سیاہی رمید آہویش

در زندگی برگ کشید است کار ما خواب گران ماشدہ سنگ مزار ما

در حقیقت دل بیرحم ندارد مغزے پستہ را کہ نباشد لب خندان لہج است

### رباعی

نادان غلطش ز مستی رائے خود است بے قدریش از پستی کالای خود است

بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار خوش راہی و بد را ہمیش از پای خود است

## (۵۷) سالک محمد ابراہیم قزوینی

سالک مسالک خویش بیانی۔ و مخترع عجائب و غرائب معانی است۔ مدتے در

صفایان اقامت داشت۔ و با صاحب کمالان آنجا سرگرم صحبت بود۔

آخر عازم ہندوستان گردید و بواسطہ ربط قدسی و کلیم سرمایہ جمعیت

اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشان او آنچه داشت ہمہ را واکشیدند۔

ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید و مدتے اقامت گزید۔ و باز

بجاذبہ وطن بہ قزوین برگشت۔ و ہماںجا درگزشت۔

عنبہ کلامش چنین بومی و ہدے

مہر و کین شوخی چشمان ترا آئین است این دو بادام یکے تلخ و گر شیرین است

چہ ذوق چاشنی درد عافیت جو را کہ شیر ہم شکر آب است طفل بد خورا

عرق سعی محال است بجائے نرسد ابر را آبلہ دست گہر می گردد

فرست بہ پیشدستی قاتل نداده ایم گلگون دواندہ بردم شمشیر خون ما

استخوان من و مجنون بہ تفاوت بردار اے ہما چاشنی درد فراموش کن  
بے برگی من فکر سرانجام ندارد چون شمع تمام است بیک ترک کلام

## (۵۸) سالک یزدی

رہ نور و قلم و خوش مقالی است و تیز رو جادہ باریک خیالی۔  
آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمد  
سرے بہ صفا بان کشید۔ و چندے رحل افگند۔

از انجا بولایت و کن افتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدر آباد می گزشت  
چون طائفہ مغلیہ را از انجا بر آوردند بدار الخلافہ شاہ جہان آباد آمد۔ ملا  
شفیعائی یزدی بیاس ہموطنی رعایت بسیار نمود۔ و در سنہ ست و ستین و  
الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہ جہان رسانید۔ و در سلک مدحت  
گزاران منتظم ساخت۔

ملا شفیعائی یزدی مخاطب بہ وانشمند خان و در عہد شاہ جہانی بمنصب  
سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبہ میر  
بخشیگیری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔  
سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد

در ہوائے عشق پرورد مہ دل دیوانہ را چون سپند از بہر آتش سبز کرم داد  
آشنائی کہ نہ چون گردید بے لذت بود کونہ نو یکد و روزے سہر سازد آب  
نوائ نالہ نے می رسد بغارت ہوش تو برق تازی این نے سوار را دریا  
در خور خرخ بود دخل ز دیوان قضا نرود تا نفسے کے نفسے می آید



زبان هرزه در ايان توان نبر می بست که پنبه سرعه خاموشی جرس باشد

## (۵۹) صیدی-میر صیدی طهرانی

صید بند و حشیان خیال است و دام نه فراوان غزال- فرع شجره سیات  
است و صاحب انواع حیثیت-

از صفا یان به هند خرامید و پنجم ربیع الاول سنه خمس و شتین و الف (۱۰۶۵)  
به ملازمت صاحبقران ثانی شاه جهان مباہی گشت و قصیده که بمدح شاهی پرداخت  
بود بعرض رسانید- هزار روپیه صله قصیده مرحمت شد مطلعش این است  
ز سحر جهان خدارا سپهر عدل و کرم بزیر سایه قدر تو نیر اعظم  
سر خوش گوید:- روزی جهان آرا بیگم بنت شاه جهان بسیر باغ  
صاحب آبادی رفت- میر صیدی از بام سر راه بیابانک بلند مطلع خود بر خواند  
برقع برخ افکنده بر دنا زبانش تا نکست گل بیخته آید به دماغش  
بیگم شنیده مسرور گردید- و پنچ هزار روپیه صله عنایت فرمود-

دیوان صیدی بمطالعہ درآمد- قصاید در مدح صاحبقران شاه جهان  
دارد و مشنوی در تعریف کشمیر موزون ساخته در صعوبت راه کشمیر گوید  
ز بیم جان در و صد جا زیاده شود از باد بوی گل پیاده  
توان بهمت مردان دو صد سپاه شکست بزور خود نتوان گوشه کلاه شکست  
در عشق هر که هست همیا جنگ ماست بر روی ما کسیکه نه استاد رنگ ماست  
ما که باشیم که در نرم تو داخل باشیم دولت ماست که حسرت کش محفل باشیم  
هر که خواهد نظیر به جمال تو کند آن قدر رسم نیابد که خیال تو کند

تنہا گشتہ بے تو ز بانم بکام بند	چون رنگ گل شد است شرابم بجام بند
ما را بہ برگ سبز کجا یاد می کند	آن گل کہ منع بوی خود از باد می کند
صیاد ما بنای ستم تازه کرده است	مرغی کہ پر شکستہ شد آزاد می کند
غم ز بے مہری او نیست کہ بچند نہال	سایہ محبت خویش پریشان دارد
کتر از برگی نباید بود در تسخیر دل	می کند از خود نہالی را کہ پیوندش کند
میان آشتی و جنگ ہم مقام خوش است	تغافل نگہ آمیز صد ادا دارد
خود را بچشم آیینہ دیدی و سوختیم	با آنکہ اضطراب مرا غدر خواہ شد
صورت دیوار ہم در عالم خود زندہ است	ہر کس را جامہ ہستی برنگی دادہ اند
مرد بے برگ و نوار اسبک از جائے مگیر	کوزہ بیدستہ چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچہ کہ بگلشن شگفتہ باشد فرد	ز گلرخان بتو دارد نظر بہار امروز
نقص عشق است کہ از خار بنالہ بلبل	نسبت ہر چہ بہ گلزار رسد گل باشد
چشم تہنوز از صفی مرثکان بہ قتل عام	سان در زمین آیینہ بیند سپاہ را
ہر چہ می گویم از ان نام تو مطلب باشد	کہ مرا تندی خوئے تو معنائی کرد

### (۶۰) ماہر میرزا محمد علی اکبر آبادی

شاعر نیست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تادم آخرد در خریداری متاع  
گرا نمایہ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعا نے کہ بعد ازین دکان  
تازہ گوئی چیدہ اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاہزادہ دارا شکوہ بود و مرید خان خطاب داشت  
و چندے در رفاقت و انشمنہ خان شفیعا شاہ جہانی بسر برد۔  
آخر کار ہمہ را دست زدہ بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلم و قناعت و

آزادی تسخیر نمود-

سمرخوش در تذکره خود گوید که :-

”روزے فقیر گفت- نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان تن بخشی هر دو بر حال شما  
”مهربان اند چرا منصب شایسته نمی گیرید- خنده کرد و گفت به ترک دنیا مشهور شده ام- دوم  
”از فقری می زخم- اگر الحال باز رغبت بدینا نمایم بان زن هندوی ماند که باشوهر مرده برآ  
”سوفتن رفته باشد- آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد- کناسان بچوبها سرش را شکسته  
”بسوزانند- فقر با استقلال داشت و تازنده بود به جمعیت و فراغت بود-

راقم الحروف آزاد گوید که فقیر را با نواب نظام الدوله ناصر جنگ شمشید  
خلف الصدق نواب آصف جاه طاب ثراک و ربط عجبی اتفاق افتاده بود و گفته  
که بالا تر از ان متصور نباشد دست بهم داد- چون نواب نظام الدوله بعد رحلت  
پدر بر سرند ایالت و کن نشست بعض یاران دالالت کردند که حالا هر زنبه که خواهید  
میراست اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد گفتم آزاد شده ام- بنده مخلوق  
نی توانم شد- دنیا بنهر طالوت می ماند غرقه از ان حلال است زیاده حرام و  
این شعر فرو خوانده شد :-

درین دیار که شاهی بهر گدا بخشند غنیمت است که ما را همین بماند بخشند

وفات ماهر در سن تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد صاحب دیوان ضخیم و  
مثنوی های متعدد است- و مثنوی مختصر در مدح جهان آرا بیگم دختر صاحبقران  
ثانی شاه جهان گفته بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستادست  
بذات اوصاف کردگار است که خود پنهان و نفیض آشکار است

بیگم را خوش آمد- و پانصد روپیه صلہ فرستاد-

امادر کلیات نعمت خان عالی شنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیبایم  
 دختر خلد مکان بنظر رسیده- در آن شنوی بیت مذکور هم هست- توارده افتاده باشد  
 ماهر در شنوی گوید در نعت سرور کائنات صلی الله علیه وسلم- به  
 گرچه آورد پیش ازین عیسه مرده را دوباره در دنیا  
 از ره معجز آن جهان کرم عیسه آرد دوباره در عالم  
 چشم چگونه دیدن رویت هوس کند نظاره بر چراغ تو کار نفس کند  
 حاسد اهل سخن دافع ز حسن سخن است انتقام پدر از خصم پسری گیرد

### (۶۱) فیاض - ملا عبد الرزاق

لابهی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوهر مراد" تلمذ بخد مت حکیم صدر  
 شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بهم رسانده و جلواندیشیه را  
 بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش محتوی برقصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامه و دیگر نوع شعر بنظر  
 رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمه اهل بیت رضوان الله علیهم و استاد خود  
 حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استرآبادی - و در  
 مدح شاه صفی صفوی و امراء عصر دارد و در حق هند گوید

حبذا هند کعبه حاجات	خاصه یاران عافیت جو را
هر که شد مستطیع فضل و هنر	رفتن هند واجب است او را
سوی زلفش می کشد آشفته سامانی مرا	می کند تکلیف هندستان پریشانی مرا
کراد مانع که از کوی یار برخیزد	نشسته ایم که از ماغباء برخیزد
اثر ندیده دل از حرف مهربانی تو	چو شمع تابکی این گرمی زبانی تو

ز شیرین بود خسر و خوشدل فرما دزان خوشتر  
 که داد دلبران خوش باشد و بیدادزان خوشتر  
 سنگ بالین کن و آنکه مزه خواب به بین  
 تا بدانی که چه دزدیر سر مردان است  
 ہزار حج کندار باغبان باین نرسد  
 کہ وقف مشہد بلبل کند گلستان را  
 قسمت مازین چین بارے تعلق بود و بس  
 سرور انازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت  
 دریاب این اشارہ کہ شاہان نابجو  
 نام بلند خود بہ نگینی سپردہ اند  
 ہر کس کہ زخم کاری مارا نظر کرد  
 تا حشر دست و بازوی او را دعا کند  
 بیک زخم دگر جان مراد را اضطراب انگند  
 نمی دایم چہ سان معذور دارم قاتل خود را

## (۶۲) تجلی ملا علی رضا اردکانی

از کہ اخذ ازادگان اردکان من اعمال فارس است۔ بعد از ان کہ قدم  
 در مرحلہ سنی شعور گزاشت بہ ارادہ تحصیل علم بہ اصفہان رفت۔ و نزد آقا  
 حسین خوانساری کہ از مشاہیر بخاریہ است تلمذ نمود و تحصیل را بپایہ تکمیل رسانید۔  
 آنگاہ عازم کشور ہند گردید۔ علی مردان خان ولد کنج علی خاں کہ در  
 سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزار ری و خطاب  
 امیرالامرائی سرمایہ مباحات اندوخت۔ مقدم اورا گرامی داشت و تعلیم فرزند خود  
 ابراہیم خان مقرر نمود۔ و رعایت فراوان بعل آورد۔ و پچھین سائر امراء ایران  
 با او مہربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند۔

بعد چند سہ ہوامی وطن اصلی در حرکت آمد۔ و ازین دیار بہ صفایان مراجعہ  
 نمود۔ شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت۔ و در شہور سہ اثنین و سبعین  
 و الف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود۔  
 و در سہ ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی اورا بہ درگاہ

طلب کرد- و بحضور مجلس خود اختصاص بخشید- از آن وقت در صفایان مقیم بود- و بر  
جاده ذکر علم و تالیف فنون مستقیم- تا آنکه بمنزل خاموشان شتافت -

شاعر خوش خیال معنی یاب و بطلع شهرت گامیاب است- دیوان غزل و قصاید  
دارد- و شنوی معراج الخیال او مشهور است منتخب دیوانش بنظر در آمد و این  
چند بیت به تحریر رسیده

خیالش چون شود خمیازه فرمای برود و دوشم	لبالب می شود چون باله از مهتاب غوشم
در ره محل نشینان وفا واپس مباحش	تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباحش
خواهم چو بهله با تو دمی همسره می کنم	دسته بران میان زده قالب تهی کنم
بیا که بنیو به چشم نظاره زندانی است	نگه بیدیه چو زنگار در سلیمانی است
هر چه آید در نظر آئینه دارناز اوست	کفو ایمان چون دو چشم از یک در گردش است
نفس بدر اگر رسد فیض نصیب دیگر است	آنچه باز نبوری ماند همین نیش است و بس

### (۶۳) اشرف ملا محمد سعید

پسر ملا محمد صالح مازندرانی است و صبیحه زاده ملا محمد تقی مجلسی فاضل  
صاحب جودت بود- و شاعر و الا قدرت- طبع چالاکش معانی تازه بهم می رساند- و  
عجائب گلهادر جیب و دامن سامعه می افشاند-

در آغاز جلوس خلد مکان به هند رسید- و به ملازمت سلطانی استسعاد  
یافت- و به تعلیم زیب النساء بیگم دختر پادشاه مقرر گردید- مدتی باین عنوان  
بسربرد- و آخر حبت الوطن مستولی گشت- و قصیده در مدح زیب النساء بیگم مشتمل بر  
درخواست رخصت بنظم آورد- در اینجا می گوید

یکبار از وطن نتوان بر گرفت دل در غم اگر چه فزون است اعتبار

پیش تو قرب و بعد تفاوت نمی کند      گو خدمت حضور نباشد مرا شعار  
نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفہان      دل پیش تست تن چه بہ کابل چه قندھار  
و در سنہ ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) بہ اصفہان معاودت نمود۔ و  
کرت دیگر قائد روزگار زمام اورا جانب ہند کشید و در عظیم آباد پتہ باشنرا  
عظیم الشان بن شاہ عالم بن خلد مکان کہ در آخر عمدہ خود بنظم آن  
صوبہ می پرداخت۔ بسری بُرد۔ شنزادہ خیلی طرف مراعات او نگاہ مے داشت۔  
و بنا بر کبر سن در مجلس خود حکم شستن کردہ بود۔

ملا در پایان عمر ارادہ بیت اللہ کرد و خواست کہ از راہ بنگالہ در جہاز نشستہ  
عازم مقصود شود۔ اما در شہر مونگیر از توابع پتہ سنراول اجل در رسید۔ و اورا  
بعالم دیگر رسانید۔ قبر ملا در آنجا مشہور است۔

اولاد او در بنگالہ می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص سپر ملا محمد سعید مرد  
فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر  
در آمدہ۔ از آنجا فرا گرفته شدہ

تاسینہ مانیت رسا ناکِ نازت      کوتہ نظری حیف ز مرثگانِ درازت  
دل ز من رم کردہ در ابرو جانان ماندہ است      یاد من کس می کند در طاق نسیان ماندہ است  
زان دل از کشمکش ہند پریشان ماندہ است      کہ ز ہر رو پیہ دہ ماشہ بما خواہا باند است  
نہت چو بدر شود با دلم چہ خواہد کرد      ہلالِ یک شبہ ابروت کتاخم سوخت  
دیوان ملا محمد سعید اشرف بمطالعہ در آمد۔ انواع شعر قصیدہ و غزل وثنوی  
و قطعہ و غیرہ دارد۔ و ہمہ جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النساء بیگم پرستار بے را برائے ملا فرستاد کہ در خدمت خود  
نگاہ دارد۔ ملا ناخطوظ شد و قطعہ طویلے در مذمت پرستار نظم کردہ بزبانبیگم

ارسال داشت - اولش این است -

قدر دانشور شناسا نور چشم علما ای که هرگز قدرت هم چشمیت حور انداشت  
درین قطعه آیه کریمه قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنِیْ رَاجَعَتْ اَوْرَدَه که نمی توان بر  
زبان قلم گزارد - خداوند در جزای این بی ادبی بجه عقوبت گرفتار خواهد گشت - اینجا  
ست که حق تعالی می فرماید الشُّعْرَاءُ یُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ اَلَمْ تَرَ اَلَهُمْ فِیْ  
کُلِّ وَادٍ یَّهْمُونَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود -

اشک که راز عشق بگوید نشاندهی است	طفله که خوش محاوره افتد نماندنی است
سجده گردانی به هنگام پریشانی کند	عالم از بیایگی دولا بگردانی کند
از غم افلاس او قائم به بیهوشی گزشت	چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت
در ایران نیست جز مهند آرزو بے روزگار را	تمام روز باشد حسرت شب روزه داران را
حیات از صحبت افسردگان نابود می گردد	که چون فصل زمستان شد نفسهاد و دمی گردد
هر خود را از توای بے مهر که خواهم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید
بُنیاد چون در آید آدمی بد بخت می گردد	هوا چون در میان مشک آید بخت می گردد
بشان پلّه میزان نگر که از تمکین	بلند ساخته پا در برابر خود را
کنی اگر ره باریک آدمیت سر	منه ز کف چو رسن باز نگر خود را
ساقیا ساغر بگردش آر تمکین و اگذار	کشتی دریا کشتان را لنگر در کار نیست
گر نگین نیست نگین دانه طلار عشق است	حسن لیموی آن آبله رو هم بد نیست
گشت مستغنی ز وصل اشرف بیا و عارضش	همچون آن حاقط که مصحف را تمام از بر تو
کا بلان راجز لکد کوپ حوادث چاره نیست	می کند مالیدگی سحبتی اعضا را علاج
خافلان را چرک دنیا نیست زینت و لباس	جامه تصویر از روغن مصفا تر شود



در جوانی روش حالت پیری دارم      چون گل زرد بهارم بخندان می ماند  
 همچو درویشی که شیرینی بر منعم برد      عاشقان پیش تو اول جان سپاری میکنند  
 جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش آ      فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود  
 رفته رفته آبرو را بر طرف سازد غضب      آب را چندانکہ جوشانند کمتر می شود  
 جمال نازنین نو خطم ماند مرقع را      کہ خطش در کمال خوبی و تصویر ہم دارد  
 نقرہ چون انگشتری گردید می پی یلعل      می شود در وقت پیری حرص دنیا بیشتر  
 مرد را خلق نکو کم ز نجابت نبود      موم خوشبو چو شود هست چو عنبر ممتاز  
 کار خود کن راست چون فوارہ بجای آید اغیر      خود نہال خویش خود آب روان خویش باش  
 طفل صاحب حسن را در خانہ بودن بہتر است      اشک نگیتم نمایان گر نباشد گو مباش  
 چو برگ لالہ نشینند گر دہم عشاق      محققہ کردن دایع تو در میانہ خویش  
 چو نور چشم ضعیف از نظارہ عینک      شود ز ساغر می خاطر پریشان جمع  
 درد سربیمار را بسیار دادن خوب نیست      از لگاہ ناتوان او بچشمک ساختم  
 ہمو چشمی دردناکے کز فروغ آید ہم      کلبہ ام تاریک گردد از چراغ دیگران  
 کام شیرین نکنم از قی زنبور عسل      سربزرگی نتوان گردد ز شان دگرے  
 بوقت عرض مطلب قفل خاموشی بلب دارم      چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بردمان دستے

### (۶۲) راقم میرزا سعد الدین محمد مشہدی

راقم نقوش غریبہ و ناظم جواہر عجیبہ است۔ میرزا اصحاب سخن اورا تھمین  
 می کند و می گوید

این جواب آن غزل صفا کہ اقم گفتہ است      تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد  
 پدرش خواجہ غیاثا بہ ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا سعد الدین محمد

در خدمت اسلام خان مشہدی شاہ جہانی معزز و محترم بسر می بُرد۔  
آخر بہدار السلطنت صفایان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر  
مجموع ممالک خراسان۔

شوکت بخاری مادِح اوست و مدتی با او بسر بُرد  
دیوان را قم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس  
افکارش بر منصف ورق جلوہ می نماید  
ہمیشہ بست و کشاد من از ہنر باشد      کلید و قفل صدف ہر دو از گہر باشد  
گرہ ز ناخن تدبیر کی کشادہ شود      کہ از کلید غلط بستگی زیادہ شود  
بس بود در سفر کعبہ مقصد مارا      توشہ رہ قدمی چند کہ برداشتہ ایم

### (۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحق)

معنی یاب دقت آفرین۔ و گلدستہ بند خیالات رنگین است۔ از عنفوان شعور  
زلف سخن را شانہ کشید۔ و چہرہ عرائس معانی را خانہ تازہ مالید۔  
در اصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہما بخانشو و نمایافت۔ و بنقادی نظر  
خدا داد و طلای جہد در بازار نکتہ سخن را عج ساخت  
وقتے اوزبکے اورا رنجانید۔ دکان را برہم زدہ ترک وطن گفت و رخت ہجر  
بہ مشہد مقدس کشید و ناصیہ سعادت باستان سائی روضہ رضویہ منور ساخت  
و صحبت او با میرزا اسعد الدین وزیر ممالک خراسان برآمد و سالہا با او بسر  
بُرد۔ و قصائد غادر مدح او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید  
ستارہ فلک اقتدار سعد الدین      کہ سعد اکبر ازو کرد استغاثہ نور

بیاض شعر و سوادِ خطِ ترا نازم کہ بہ رشام ہرات است و صبحِ نیشاپور  
 روزے مرزا سعد الدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت در آن وقت  
 بید مانع بود۔ جواب داد۔ میرزا آزرودہ شد۔ و با حُضار گفت یاران بہ بینید۔ من با  
 شوکتا چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و ابن بیت فرو خواند  
 منّتِ اکسیر مارا زندہ زیرِ خاک کرد از طلا گشتن پشیمانیم مارا اُمس کنید  
 ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نمود رویِ دربر کرد۔ و سرے ب صوب  
 اصفہان کشید و بقیہ عمر در دارالامان انزوا بسر آورد۔

چاشنی در و مذاقِ شکستگی بمرتبہ اتم داشت۔ میر عبدالباقی صنایعانی نقل  
 کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت  
 اومی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ اورا بے گمبہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با  
 او مدتہا یار بودند می گفتند کہ تا اورا دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔  
 شوکت اکثر مضامین ادّعائی می بندد۔ و معافی و قوعی کم دارد چنانکہ بر ناقرا  
 عیار سخن مبرہن است۔

گلگشت دیوانش اتفاق افتاد و این چند بیت در سبک تحریر در آمدہ  
 در از بگیاگی شوخی بروی آشنا بندد کہ از وحشت بشام دیدہ آہو حنا بندد  
 در شامِ غمِ خویش مرا صبح اُمید است گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است  
 از برای سخر روی سعی بیش از پیش کن چون گلِ رعنا خزان را زیر دستِ خویش کن  
 نفس از بدن رہے سوی آن آشنانہ یافت بو کرد خاک را سگ را ہے بخانہ یافت  
 خونِ من صد بار می ریزی می بندی حنا نیست دلگیری دے از کشتن و بستن ترا  
 نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران خطر از رنگ می بیرون زد نہا نیست مینار

لہ دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کن موجود است۔

یکمشت استخوان شدم از بس گرفته است	چون کعبتین داغ تو از شش جفت مرا
وقت آن شد که سبک و حیم از دست برد	چون خنای سرنخن شده ام پایه رکاب
دید و وادید بود مایه سرگردانی	گردش عید مرا سنگ فلاخن کرد است
ما تم و شور جهان دست بهم داده اند	خنده مینائے نئے گریه مستانه است
هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی	پیش صاحب نظران آینه خشت لحد است
می توان دادن از ان کنج دهن کام مرا	آز ویم گر چه بسیار است از کم بیش نیست
غیبت است جوانی که موسفید شدن	بقدر فرصت یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش	شیشه سرو پری زاد ز قمری دارد
هستی جاوید باشد ما تم خود داشتن	خضر پیراهن برگ خویش آبی می کند
خود آرا شوخ زاهد مشربی افکنده از پایم	که دستش سبزه از تخم گل رنگ حنا دارد
بود کوچک دله سرمایه عزت بزرگان را	اگر دریا کند گرد آوری خود را اگر باشد
قیمت گوهرم افزون رنگ می گردد	گردش چشم خریدار کند غلط نم
سخن را قطع کن تا قطع راه دل توانی کرد	که من از قرص مهر خامشی زاد سفر دارم
طمع در مذہب آزاد مردان کفری باشد	چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتی دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رتبه نامم	برنگ مژده فیروزه تابوت از نگیں دارم

رباعی

در دهر کسی که از جندی دارد	عیشش مکن ارچه خود پسندی دارد
از بس گروی فتاده ایجاد زمین	هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

در عنفوان سن تمیز به اصفهان رفت و تحصیل علم اشتغال و زید و وزیر

شباب رو به هندوستان آورد- و مدتی درین دیار بسر برد و در دار الخلافت  
شاهجهان آباد رخت بوا دی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظه درآمد- و این چند بیت پیرایه تحریر پوشیده

می طپد دل در برم از شوخی سیاره	چشم و انغم می پردی آید آتش پاره
لب نموش و شکوه در دل چاره ما کردنی است	ماند در منزل کلید و قفل در و اگر دنی است
می شود هر چند نیکو یار بد خوی شود	ناز چون بر خویش بال بد چین ابروی شود
رقعه از خط مشکین تو تحریر نشد	دو جهان زیر روز بر شد ز بروز زیر نشد
خامه بوقلمون در کف اندیشه گذاخت	رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد
قاتل دو کار در حق ما کرد روز قتل	دستم گرفت و خون مرا پایمال کرد
رسد لاف بجز دقا صد صحرا نور دے را	که مانند نگاه از خانه خود فرد بر خیزد
چون نسخه دقیق به نزدیک کم خرد	از دیدن تو آینه را خواب می برد
فسرده دل همه شب داغهای من شمرد	چو مفلسی که ز دیگران حساب کند
باین طراوت اگر بگذری بکوچه نقاش	برائی ماهی تصویر فکر دایم نماید
کار مزگان تو از گوشه ابرو آید	بر کمان تو چرخا منت تر کش باشد
بے مشقت نبود قطع تعلق قاسم	رشته هر چند ضعیف است گسستن دارد
اگر از حق پرستانی- متاب از خلق روی دل	که شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد
بسکه بے روی تو دشوار نظر باز کنم	مژه موئے ست که از داغ جدای گردد
طفل بے پروا آیمزش نمی داند که چیست	می کند کم خانه آئینه تمناش هنوز
خدا داند که سر از دیده یا از دل برون آرد	ز مزگان شوخ تر خاری که من در پیک خود دایم
درین چمن نمر نخلها سے پیوند م	فتاده است به شاخ دگر رسیدن من
باش هموار که آسیب درشتی نه کشی	صافی آینه بیکار کند سوهان را

مژتبہ حرفِ سخنور ز سخنِ پیس      خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را  
راز دل نتوان بزور از مرد بینا و اکشید      آب کے بیرون تراود از فشارِ آئینہ را

## (۶۷) طغرا - ملا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیتِ خدا داد - طرحِ نثر  
بطورِ نو انداختہ و لالی عبارات را بجای تازہ نظر فریب جو ہریان ساختہ  
از ولایتِ خود بسوادِ اعظم ہند خرامید - و یکچند در ظلِ عنایتِ شاہنرادہ  
مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ ہمارا دل کامیاب گردید -

و در رکابِ شاہنرادہ بسیرِ مالکِ دکن پرداخت - آخر در کشمیرِ جنتِ نظیر گوشہ  
انزو گرفت و ہما نجا بمقرِ اصلی شتافت - و در نزدیکِ قبرِ ابوطالبِ کلیم مدفون گردید  
طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد -

دلاچو شمعِ رگ گردنے ملائم کن	ز بہر دادنِ سرپائے خویش قائم کن
کج نیابد کامِ دل بے اتفاقِ رستان	تا بقریانت شود با تیرے سازد کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن	بغیر ترکِ ہوا صرفِ این کلاہ مکن
اگر چہ آئینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم	بسوی دوست نگر - سوی خود نگاہ مکن
گدایِ عشق گرت جانِ نشینِ خویش کند	نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسویِ جملہ نتوان برو بے ساز	بہ آواز دف و نئے دختر ز را بمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت	نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سبہ کا فقہ ز سر ہر گز نمی گرد و سفید	از عیشِ غربت کی کند پیری تصرف و چون
سایہ می افتاد از طغرا در ایامِ شباب	پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا برین
مینا پای ساغر چون سر نہد بہ سبہ	چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

در سه فصل عمر باید سرنجیب غم کشید تا توانی همچو گل یک فصل خندان بستن  
شاید به بیند آنچه نما کرد آسمان از دود آه سرمه بچشم ستاره کن

## (۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشان خطه کاشان است - قیاس صحیحش منج مضامین تازه و کلام  
ملحش مفید حلاوت بے اندازه -

دیوان غزلش بنظر رسید - سیر تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت  
عجالت الوقت فرا گرفته شد

کردی بجادلم از طرّه جانانه جدا	دست مشاطه الهی شود از شان جدا
نظر بنامه این خاکسار نیست ترا	دماغ خواندن خط غبار نیست ترا
چه لازم در مقام بحث با دشمن میان بستن	نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن
چگونه خواهد با سم سخا علم گردد	که چون سوال کنی حاتم اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبان دگر کنیم	چون کار ما بحرف رسد گریه سر کنیم
این خوارے که بر سر کوی تومی کشیم	هرگز نشد که نقل بجای دگر کنیم
قدت بیانش مشهور در عالم به رعنائی	تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون
زعصیان لب گزیدن در جوانیها نمک دار	ازین نعمت چه لذت می بری چون ریخت دند
چون گرفتنی بیت شاعر در عطا کستی مکن	تا کس مضطر نباشد که فروشد خانه را
بدست غیر وادی ساعد چون نفقه خامت	بقربان سرت گردم مکن این خام دستها
هست تا محشر بیای بیگنا هست یک قدم	امن بودن می کند نزد یک راه دور را
حد هر آمله بدستور است در قانون عقل	چوب از مضراب می باید خبر طنبور را
نمود نام نکوی تو عالمی تسخیر	اگر چه غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام      هر قدر کار تو صورت نپذیرد خوب است  
 بیگانه واری گزری از سواد چشم      ای نور دیده حب وطن در دل تو نیست  
 حالتی باد آنه تسبیح در ذکرش یکی است      هر که نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

### (۶۹) موسوی - موسوی خان میرزا معزالدین محمد

از اجله سادات قم - و چراغ دودمان امام هفتم است - وصیه زاده میر  
 محمد زمان شهدی که سرآمد علمای مشهد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد - و اوایل  
 کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریجان شباب با پدر خود میرزا فخر ابرهم  
 زده - بدار السلطنت صفایان شتافت و ده سال در حلقه درس آقا حسین  
 خوانساری تلمذ نمود - و جاده عقلیات و نقلیات نور دیده خود را با تفسی حدو  
 کمال رسانید -

در سنه اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف به هندوستان آورد  
 و غلدر مکان بواسطه جوهر ذاتی و نسبتی مورد الطاف ساخت - و بتزویج صبیح  
 شاه نواز خان صفوی و سیف ساختن با خود فرق عزتش برافراخت -  
 اول بدیوانی صوبه عظیم آباد - پتنه مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ  
 امید خان ناظم پتنه پسر امیرالامرا شایسته خان برنیامد - چه بزرگ  
 امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشته  
 سیفیت پادشاه و علاوه فضل و کمال سر به تبعیت ناظم فرو دخی آورد - آخر  
 ناچاتی صحبت ایشان سمع پادشاه رسید - میر حضور طلب شد -



و در سده تسع و تسعين و الف (۱۰۹۹) بخطاب موسی خان و دیوان تن  
سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک و کن کامیابی خشت  
سال تولد میر سنجین و الف (۱۰۵۰) است و سال انتقال که در قلات  
و کن اتفاق افتاد - سده احدی و مائت و الف (۱۱۰۱)  
اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - و خطاب خانی  
همبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشتہ از ان حساب می چکده

جز یاد تو فکر دل ناشاد ندارد	این شیشه می غیر پری زاد ندارد
نباشد آشنائی در جهان غیر از می نابم	اگر در خانه خود میستم در عالم آیم
نو توبه ایم کند شرابے بجام کن	ساقی عیار ناقص مارا تمام کن
بدل افکند آتش باز زلف عنبرین مو	چراغی نذر این بتخانه آورد است هندی
چه خوش باشد که بکشایم بروش چشم گریانی	کشم در شیشه نظاره مروارید علفانی
نظر برگریه مستانه ام گردوش می کردی	شراب جلوئه در ساغر آغوش می کردی
تیره روزم پستی اقبال معار من است	چون بگین روی زمین سرکوب دیوان من است
شراب با گل مہتاب نشه بیش دہد	لبش ز خند و دندان نما ربود مرا
با هیچ مسلمان نظر رحم ندارد	شمشیر نگاه تو مگر کار فرنگ است
اینکه از بے سخنی گشت مرا چیزی نیست	زنده ام کرد بیک حرف قیامت این است
در قتل مانکرد کی انتظار تو	کوتاهیے که بود ز عمر دراز بود
نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طالع	هنر هر کس که دارد در جهان گننام میگردد
ندارد با بزرگان چهره گشتن صرفه فطرت	که که سار از جواب هیچ کس ملزم نمی گردد
مژده زخم نوی گریه شهیدان ندهند	بچه امید سر از خواب عدم بردارند

دران صحرای بودم آگه از ذوق گرفتاری غزالان را سراغ خانه صبیاد می دادم  
 همت ماضی تقویم را یکسر نوشت گرسیر روزیم وقت عالمی از ما خوش است  
 در فکر آن دهنم و در یاد آن کمر چون من بروزگار دیگر هیچ کار نیست

## (۷۰) راسخ - میر محمد زمان سهرندی

سهرند شهرست مشهور در وسط راه دهللی و لاهور - نام قدیمش سهرند  
 است چون سلاطین غزنویه از غزنی تا سهرند متصرف بودند - سهرند زبان زد  
 خلایق شد و چون صاحبقران ثانی شاه جهان کابل را تا قریب غزنی  
 در تصرف داشت - حکم شد که سهرند را بنام قدیم که سهرند است - می نوشته  
 باشند -

راسخ سیدوالانثاد بود و راسخ القدم جاده استعداد - معانی تازه  
 می یابد و خوبان خیال را در لباس رنگین جلوه می دهد -  
 از عمده ملازمان و صاحبان شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود و  
 بمنصب هفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سهرند سنه سبع و مائه و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بورد"  
 تاریخ است - ۱۱۰۷ هـ

طوطی ناطقه آهنگ کلامش سرمی کند

گر نبودے تاج بسم الله بآء بوتراپ کجلا هیبا نکر دے بر سر اُم الکتاب  
 یاد از شام غم بزم خوشان کردیم مشتے از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم  
 جامه صبر بالائے جنون تنگ آمد آنچه از دست برآمد به گریبان کردیم

له یک شوی راسخ سهرندی به حیدر آباد کن در مطبع اختر دکن بقالب طبع در آمده است -

## (۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیرنستان سخنوری است و مردم میدان معنی گستری - ذوالفقار کلکش تیر خیر قلم و  
 بیان پرداخته - و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته - سرخوش گوید  
 در ملک سخن بود جهانگیر علی در مشرب دل ولی علی - پیر علی  
 باشعر علی نمی رسد شعر کس ز انسان که خط کس بخط میر علی  
 گل و ارنگی بر سر داشت و جام استغفار در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و  
 متمسک سلسله علیه نقشبند - استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجد  
 قدس الله اسرار با نموده - و در شنوی زبان به مدح حضرت شیخ کشوده که  
 چراغ هفت کشور خواجہ معصوم \* منور از فروغش همد تا روم  
 ردا از مانتاب شرع بردوش چو صبح از پاکی باطن قصب پوش  
 مولد ناصر علی و موطن و منش سهرند است - ابتداء حال با میرزا فقیرا  
 مخاطب به سیف خان بخشی چون جوهر شمشیر ملازم بود - چون سیف خان  
 را حکومت اله آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت - در رفاقت او بگلگشت  
 اله آباد خرامید - و چند بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد -  
 سیف خان پسر ترویت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاهجهان  
 و داماد اسلام خان خوستی - سفید و فی متخلص به والا است در عهد خلعت  
 سنه تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) به صوبه داری کشمیر ریاض آمالش نصارت  
 یافت - بعد چند به علت گوشه انزو اگر فت و در سنه ست و ثمانین و الف  
 (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب خلعت خاصه و شمشیر از تنگنای عولت  
 برآمد - و پس از آن بنظم صوبه اله آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت - و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانہ حیاتش بسرینز گردید۔  
سیف آبا و یک منزل از سہرند آباد کردہ سیف خان است کہ خلدیرگان  
اور ابترقی آل طمعا عنایت نمود۔ سیف خان جو ہر قابل و قابل دوست بود۔  
”راگ در پہن“ در فن موسیقی و قص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتن سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند  
بہ بیجا پور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلدیرگان  
موافقت دست بہم داد۔ بے علی بود ذوالفقار بے بدست آورد و در مدح او  
غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ۵

ای شان حیدری ز جبین تو آشکار نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار  
ذوالفقار خان یک زنجیر نیل و مبلغے خیر صلہ داد۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ  
را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بہ منزل خود برگشت۔

و چون ذوالفقار خان در سنہ ثلث و مائت و الف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک  
کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے  
معدود دران نواحی بسر برد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید و در مدح  
اومی پرواز در ۵

اینک اینک ساقی شیرین رسید	نوبت جام حمید الدین رسید
حلقہ در گاہ بیچون جام او	از زمین تا آسمان در دام او
جام او خورشید ربانی بود	انجن افروز سبحانی بود
گر جمال او بر اندازد نقاب	روزین ہر خانہ گردد آفتاب

و رجلاش برکشد تیغ از نیام غیر او باقی نماند و السلام  
 و این شاه حمید مجذوبے بود در چنچی - بعد فوت او علی دوست خان  
 از رؤساء نوایت ارکات بر مرقد او قبۃ عالیشان بنا کرد -

و از ممدوحان ناصر علی شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان  
 است - شریف خان از سرافراز کردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب  
 صدارت کل امتیاز داشت - گویند شاه عادل ترک دنیا کردہ بود - و دامن دست  
 فقر بدست آورده - ناصر علی در مدح او قصیدۃ دارد کہ مطلعش این است -

منم آن طفل نظر کردۃ استاد قدیم کہ بود نقطۃ سهوا قلم فکر حکیم  
 و با غضنفر خان ربط کلی داشت - و این غضنفر خان از رقفا ذوالفقار  
 خان بود و بحکومت کنچی می پرداخت - کنچی شہر بیت مشہور بر مسافت دوازده  
 کردہ از ارکات و یکے از معابد سبعة ہنود است - در مدح غضنفر خان گوید  
 ہچو پیل بے جگر بگریزد از میدان ما بشنود گمر کوہ آواز غضنفر خان ما  
 آخر الامر از و کن بہ ہندوستان عطف عنان نمود - و در شاہجہان آباد  
 بے نیاز ماندانہ می گزرائید - و ہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان و مائۃ و الف  
 (۱۱۰۸) بحجۃ الماوی خرامید - عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقد  
 سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ -

سید جعفر روحی ربیر پوری نقل می کرد کہ روزے بانجمے از یاران بزیارت  
 خاک شیخ ناصر علی رفتیم و با ہم صحبت داشتیم - یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آدرؤ  
 گفت - بارے آن قول شما چہ شد کہ -

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغان ما خم شکست اما نمی ریزد می جوشان ما  
 گفتیم بر زبان شما این افغان ناصر علی است کہ برقص در آمدہ - یاران تحسین کردند -

صبر کلکش در گنبد خضر ا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بجز بر رسیده

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست	آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست
بس بودیک جنبش ابرو می تیغ قاتلم	می توان از سایه شمشیر کردن بسلم
گوار نیست عشقت طبع ناپر هیز گاران را	چه لذت از نشاط عید باشد روزه خواران را
دوش یک لحظه بخواب آئینه یار شدم	طپش دل چه تنم کرد که بیدار شدم
خوی نازک بدل من چه ستمها که نه کرد	شیشه بر شیشه زدن کار چه خار که نه کرد
قد آرا خلعتی در عالم امکان نمی باشد	دل تنگی نیاز آورده ام این جامه بیان را
خود نمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست	در تیره پیرهن از خویش چو تصویر بر آ
درین دریانگرم لب بحر فی آشنا هرگز	چوماهی شد ز بانم آب از شرم شکایتها
ما و تو ای پر یوش در کیش هم تمایم	گر از تو بهتری نیست از ما بهتر نباشد
آشیان گم کرده چون من گرفتارش مباد	سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند
انتقام داد خواهان قیامت شد تمام	می فشانند چشم قاتل سرمه بر سوزم هنوز
ز معنیهای بغیش سیر نتوان ساختن دل	بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی
چشم بر بند اگر می طلبی رزق حلال	مُرغ بسمل خویش باز نظر دوخته است
بود دنیا و دین پشت و رخ آئینه هستی	بزرگ آید وجود خویشین در چشم شاهان را
نشاط این جهان هر چند کتر سیر حاصل تر	بطفالان عید روز جمعه آهسته بود و افسوس
خشم اهل کرم از لطف بخیلان بهتر	تشنه را آتش یا قوت به از آب بقا است
کلاه سلطنت خسروان شکست نداشت	نمی زدند اگر پشت پا فقیرانش
سرمه آه از درای کاروان وحشت است	ناقه ما بسته از چشم غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاہر قزوینی

یگانہ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرد از هم عصران می برد -

الحق در ایجاد مضامین تازه و ابداع مدعا مثل بے نظیر افتاده و آن قدمه دوشیزگان  
معانی که از صلب طبیعتش زاده - دیگر حرف آفرینان را کم دست بهم داده - میرصدیدی  
طهرانی گوید ۵

صدیدی امروز نور چشم کمال میرزا طاهر وحید من است  
ونیزی گوید ۵

صدیدی امروز سخن سنج وحید است وحید فرصتش باد که سرخیل همنز کو شان است  
ابتداء حال بخرید دفترے از دفاتر توجیه نویسی شاه عباس ثانی صفوی که  
در سنه اثنین و خمین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی برآمد - مامور بود - و بنا بر  
فرط سلیقه اعتماد الدوله ساروقتی که وزیر اعظم شاه بود به پیشدستی خود نواخت -  
و چون اعتماد الدوله بقتل رسید و منصب وزارت بر سید علاء الدین مشهور  
به خلیفه سلطان قرار یافت - میرزا طاهر را عمده پیشدستی بحال ماند - و رفته رفته  
به مجلس نویسی شاه که عبارت از وقائع نگاری کل باشد سر بلند گردید -

و در عهد شاه سلیمان که در سنه سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند  
دارائی نشست نیز چند گاه در آن کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت آخر الامر  
بوالا پائی وزارت متصاعد گشت -

و در آغاز عهد سلطان حسین میرزا که در سنه خمس و مائت و الف (۱۱۰۵) جلوس  
نمود مورد عتاب گردید - تا آنکه از کدورت بستی و درست و رخت سفرا زین عبرت کده  
بعالم دیگر بر بست -

دوشنوی دارد - یکے مقابل مخزن اسرار، مطلعش این است ۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هست نهالے ز ریاض قیوم

و دیگر ناز و نیاز، مطلعش این است ۵

خدا یا سینه بے سوز دارم      دلے همچون چراغ روز دارم

و درین شنوی گوید در مدح شاه عباس ثانی

چنان آباد شد از دے زمانه      که چون شانِ غسل پر شد ز خانه  
دیوان غزل قریب نسی هزار بیت ازو بنظر درآمد تا کجا کسے بنظر تامل ملاحظه کند  
بمطالعہ سرسری چند بیت برجیدہ شد

نورِ معشوق ازل در دلم از یار افتاد      عکس خورشید ز آئینہ بدیوار افتاد

مرا ز صحبت جاہل چه پاک مے باشد      کہ در دہان نجس حرف پاک مے باشد

چو می بنیم بدی از خصم خود در مہر می کوشم      ز آب سرد دائم چون سفال گرم می جوشم

می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد      جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

ناقصان را جوری باشد گوارا تر ز لطف      آتش سوزان بہ از آب است نعتِ خام را

ندو وقت ساعت آخر خود بخود رسوا شود      یافتم از نالہ در زلفش دلِ درویدہ را

سیم وز رُویا پرستان را منافق می کند      پشت درو باشد یکے آئینہ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی کہ چیست      آنچه روزِ اول از ما بردہ آن را بدہ

چارہ نبود شکست تو بہ را جز انفعال      از گداز خویش باشد مومیائی شیشہ را

آگہ کسے از ناخوشی زادہ خود نیست      از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوہ رسیدہ زدن سنگ اہلی است      ز نہار از سوال مرغبان کریم را

دائم بر مہنہ همچو قلم راہ مے رود      باشد اگر چه کفشِ طلا تیرہ بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمال تو نگاہم      ہر چند کہ شو بد عرقِ شرم تو خواناست

دراثر پیش است سالک گر بظاہر در قفاست      نقش پای اسپ ہموار است پیش از جاد

مرا بہ زنجیرِ خون خود مضائقہ نیست      کسے اگر بتو گوید چرا چہ خواہی گفت

چون نیرم یاری گویند عاشق می کشد      من نہ تنہا عاشقم برد دست خود ہم عاشق است



بود خاصیت آب بقا خوسه ملائم را      که از دندان زبان رازندگانی بیشتر باشد  
 بشالان می رسد از زیر دستان فیض پنهانی      بنای خانه را از خشت زیرین محکمی باشد  
 اگر خواهی ز عمر خود خلاص تن بسختی ده      ثمر را وقت شیرینی چو آید استخوان گیرد  
 چو دولت یافتی خوبی بدت فرمان روا گرد      که در وقت سواری دست چپ صانعان باشد  
 بزرگپاشی بود مشهور خورشید جهان اما      زیر پاشیده را پیوسته در دامن خود دارد  
 تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد      که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد  
 عیب خود نسبت بعاجزی دهد فرمان روا      بار چون افتد مکاری چوب براسترزند  
 گر کند اقبال مارا کامیاب انتقام      از تغافل همتم خون در دل فرصت کند  
 در وصل دلم وانشود بسکه ضعیفم      از رشته باریک گره دیر کشاید  
 توان کردن بنری کارهای سخت گیران      که از قفل آنچه می آید ز مهر موم می آید  
 بدرویشان چو آمیزی پسند حق توانی شد      که چون بار سیمان آویخت بر شیم نماز می شد  
 باعتبار جنگ ندارد تلاش فقر      ز ریفتم باش و پاره دل حق فقیه باش  
 غلط مکن چو سرت گشت گرم فکر بلند      که باز گشت نباشد قتاده را از بام  
 نیایم در شمار اما بسان رشته گوهر      در شان را بنری آشنای یکدگر سازم  
 شاعران جان از برای شعر فغان می کنند      دختر هر کس وجیه افتاد مفت شوهر است  
 درین شعر طرفه مضمون واقع شده - امثال این مضمون هر چند بلند و نازک  
 باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا -

مثل عمق بخاری که خود را بکه تشبیه می دهد و می گوید

بخون من شد مرگان او حریف چنان      که شیعیان حسین علی بخون یزید  
 و شیخ سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرود می آرد  
 بزرگوار تو سعدی چو خر بگل در ماند      دولت نسوخت که بیچاره زیر بار من است

و عرفی شیرازی که دہان خود را بچہ می آلاید  
 شاہ عصمت - تلاش صحبت من کے کند خون حیض دختر ز جوشد از بہائے من  
 و ملا ملک قمی کہ خود را بچہ حوالہ می کند  
 تا چند بوالفضل زند لاف دوستی داد ادب دہید و ملک را کتک زند  
 و نعمت خان عالی کہ از چہ مقام حرف می زند  
 بیا کہ شیشہ می در خود جام شد است بین کہ خانہ ما مسجد الحرام شد است

### (۷۳) عالی - میرزا محمد شیرازی

حادی فنون و افرود و جامع علوم متکاثر - اسلاف او در شیراز بشیوہ  
 طبابت مشہور بودہ اند -

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با  
 شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبۃ بہم رسانید - و پیش حکیم حاذق خان  
 در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب  
 پنجزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین  
 نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد - و در صغر سن ہمراہ پدر شیراز رفت  
 و کسب کمال نمودہ برگشت - و در خدمت ملا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند  
 خان نیز تلمذ نمود -

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدرآباد فتح شد  
 تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید - و بمرحمت خلعت سرافراز گردید - تاریخ این است

لہ جو بدست قلندر ان (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹) -

از نصرت پادشاه غازی گردید دل جهانیان شاد

آمد بقلم حساب تاریخ شد فتح بجنگ حیدر آباد

و در سنه اربع و مائت و الف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورخانه

نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمت واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عهد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواهرخانه نگین

دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاه بعد از انتقال خلد مکان به اراده مقابلت شاه عالم

از دکن نهضت هندی نمود. میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود. و چون محمد اعظم شاه

در وقت قرب فستین بنگاه را در گوالیار گذاشت. میرزا محمد برائے محافظت

جواهرخانه در گوالیار ماند

و بعد گشته شدن محمد اعظم شاه و ظفر یافتن شاه عالم. میرزا محمد نعمت

ملازمت شاه عالم دریافت و بخطاب و انشمنده خان سرمایہ مبایات اندوخت

و بتحریر شاه نامه مامور گردید. لیکن اجل فرصت نداد که آن نسخه را با تمام رساند

و قلم قضا پیشدستی نموده در سنه احدی و عشرین و مائت و الف (۱۱۲۱) نسخه حیاتش

با تمام رسانید.

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد و خصوص در وادی نثر طلسم حیرت

مے بندد

دیوان محتوی برقصائد و غزلیات و مثنوی مسے به "سخن عالی" و منشآت

او بنظر در آمده

له در دائره میر مومن واقع حیدر آباد دکن مدفون شد. (گلزار آصفیه صفحہ ۴۱۲ مطبوعہ بی بی ۱۳۱۶)

له کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب و خوشخط بکتاب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

در دیباچہ دیوان خود می نگار دک :-

” در بدایت حال به مناسبت شغل طبابت که سمت موروثی بود حکیم تخلص می

” نمودم - آخر تصحیف بحکم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرموده اُستادے

” نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم “

این چند بیت از دیوانش ملقط گردیده

نخواهد کرد ترک بُت پرستیها دل زارم	که چون سنگ سلیمانی ست مادر زاد دُر نازم
موج آبی چو رسد دانه مژ ساز شود	ناخن اینجا شکند تا گر ہے باز شود
می کند باز این دل شوریده آزار خودش	من چرا منعی کم او داند و کار خودش
نگذارد بحرف گریه مرا	کاغذ آب دیده را مانم
رشته حیاتم را همچو رشته تسبیح	صد گره بکار افتاد تا بیار پیوستم
نقش پائی او بهر گامے کند جان در تنم	خاک راه دوست گشتن آب حیوان من است
یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود	کے رود از یاد کس چیز کی از بر می کند
گفتی اگر قرار گیری رسی بکام	باری ازین قرار به بینم چه می شود
دین و دله کے دابستم از دست من کشید	در من نماند جز نفس آن ہم کشیدنی ست
در یاد لی کن وز کدو پوچتر مباشش	نخواهد همیشه مرتبه آشنا بلند
سیر باغی که بود بیتو کم از ماتم نیست	می کند سایه ہر نخل سیہ پوش مرا
کشت امید مرا نشو و نما معکوس شد	رو بپائین می کشد قد همچو باران دانه ام
به ہرم وصل او کاش اینقدر ہم می شدم محرم	کہ چون آئینہ حرفی از پس دیوار می گفتم
کو کب سوخته میگرداند ک مددے	ہمچو آتش بہ دل سنگ تو جامی گرم
بجای نامہ شمع روشنی دادیم قاصد را	کہ طومار است شرح سوز و پیغام زبانی ہم
از عصای خویش طفلی را جنیت می کشم	از رکابش دور وقت نیسواری نیستم

کاملان را همه گشتگی از دست خود است حاجت گردش پرکار نشد مانی را  
خود ناتوان و لے ہنر آموز مردم اند پیران قد خمیدہ کمان کبادہ اند  
حرف بجا ز کس نشنیدم ز اہل ہند غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

## (۷۴) خالص - سید حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی - حاجی  
المحرمین الشریفین بود -

بعد ورود ہندوستان در دکن - خدمت مکان را ملازمت کرد و در سلک  
ملازمان سلطانی منتظم گردید - و بدیوانی صوبہ عظیم آباد پتنہ و خطاب امتیاز خان  
امتیاز یافت - و ثروت عظیمی بہم رسانید -

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد - و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامہ  
مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود و جواہر و اقمشہ با خود می برد - خدایار خان  
مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت - علامہ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ  
ہر چند مبالغہ کرد کہ پیشتر نباید رفت - و از ہمین جاعطف عنان باید نمود - گوش نکرد  
و سرکف بجوالنگاہ قاتل روان شد - چون بسیدوستان رسید میر محمد اشرف  
خویش علامہ مرحوم نائب خدمات سیدوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود  
آورد - خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریب در خدا باد طلبید - و کسان  
خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند - و این حادثہ در سنہ اثنین  
و عشرین و مائت و الف (۱۱۲۲) واقع شد - علامہ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان"  
۱۱۲۲ھ

لے مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۸۲۵ تذکرہ خدایار خان -

تا ترسخ یافته اند۔

دیوانش مطالعہ افتاد۔ صاف گوشت۔ تلاشها ہم دارد این چند بیت بزبان

قلم و دلیعت می شود

ما وطن دائم بخاک کربلا می خواستیم رشتہ تسبیح زدگوئے که مامے خواستیم

بسائل آنچه برآید تر از دست بده نگاہ از زبان را و ہرچہ ہست بده

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است سپند آتش می شوچہ وقت تمکین است

تیرہ روزی مانع عرض کلمات دل است روزچون شب می شود آئینہ فردا بل است

نیست تقصیر کسے گر ما بہ بند افتادہ ایم از جنون دوری خود در کند افتادہ ایم

حق القدم گرفت گہر ہائے نیمرو پای کسے کہ آبلہ زد در سراغ ما

تو تا از دیدہ رفتی مانی بینیم خود را ہم جدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند مارا

تا بخوانند مشوسنر بھر انجمنے کہ نباشد بہ چمن قدر گل خود رو را

یکویش قاصدی میفت بیدردان ز نادانی ہمہ مکتوب می داؤد من و آدم دل خود را

دلبر من سکہ دارد پشت چشم نازکے دیدہ گیر ہم گذارد بازے بیند مرا

ای کاش ہجو رشتہ تسبیح تار عمر در کربلا گستہ شود گر گستی است

باخستگی کہ لازم از باب دولت است دشنام می دہند بسائل غینت است

نیست بے لطفی جواب نامہ گزنوشت دوست از زبان خامہ مارا یاد نتوانست کرد

دیوانہ برا ہے رود و طفل برا ہے یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمیشہ ہر کس بقدر وسعت احوال است آب چندین چشمہ از یک چشمہ پل می رود

لطف حق را کرد بر ما ظلمت عصیان غضب آب دریا را شب تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد چو برگردد الہی قاصد من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد ای می تو ہم برس کہ سفر مے کند بہار

جُناغی را کہ باغیار من دلخواہ می بندی      اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم  
کار نظارہ بعینک چو تند چشم بپوش      سرِ پیرت کہ دگر شیشہ بخود بند مکن

## (۷۵) باذل رفیع خان مشہدی

نسبش نجاشہ شمس الدین صاحب دیوان می پوچند۔ و عمش میرزا محمد طاہر  
وزیر خان۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ  
نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ  
داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سر بلند گردید۔ و در حکومت مالوا  
سنہ ثلث و ثمانین و الف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

و عم دیگرش میرزا جعفر سروقد در مشہد مقدس مدرسہ عالی دارد۔  
نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسران میرزا  
جعفر سروقد بہ ہند آمدند و خطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست و عشرين  
و مائت و الف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نور دید۔ از اشعار اوست ے

شد طرۂ ماتا تو شکستی دل مارا      ہر پارۂ این آئینہ عکسے ز تو دارد  
دو مین خانسا مان شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغہ  
بیوتات کشمیر شد و ہما نجاد سنہ تسع و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۹) در گزشت۔  
میرزا محمود پیر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع  
اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ و قبرش در  
محمود پورہ برہان پور است۔

مولد رفیع خان باڈل دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ از معتمدان دامن دولت  
عالمگیری بود و حکومت سرکار بالنس بریلی سرفرازے داشت۔

وفاتش در سنہ ثلث و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۳) اتفاق افتاد۔

خیلے قوت بیانے دارد۔ و بہ اقتضاء تخلص خود فراوان جواہر زواہر بذل و ایثا

می نماید۔ حماء حیدری او قریب نو دہزار بیت مشہور عالم است۔

نقشے از کلامش در نگین صفحہ می نشیند۔

نگرد و طور جای نقش پامعراج احمد را      ید بیضا بزرگ داری کند نور محمد را

کرد کار اُمت تنگ بستن ایچنین باید      بہ بہن در نام او گنجیدن میم مشدد را

امشب چو شمع ریخت ز ہر تار موے ما      ہر گریہ کہ بود گرہ در گلوے ما

ماست جام غمغب و میناے گردنیم      بردوش مے کشند نکویاں سبوی ما

## (۷۶) اثر شفیعائی شیرازی

سخن ساز افسون طراز است۔ پدرش از مردم پر شگفت بوده کہ موضعیت

از اعمال شیراز۔

مولد و منشأ شفیعائی شیراز است۔ در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید

اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت۔ اکثر در شیراز بسر می برد۔ و باصفہان ہم

رفتہ۔ با مستعدان آنجا صحبت داشت۔

کسانیکہ اورا دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریم نظر بود اما ہر گاہ در نطق مے آمد

مجلسیان را شیفتہ حسن کلام می ساخت

وفاتش بعد عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش

بجملت تمام التقاط یافت۔



رشته طول امل تار و جهان طنبور است      چه قدر بر سر این کاسه خالی شور است  
 ز آب گلستان آموخت شو قم جانفشانی را      بیای نونهالان صرف کردم زندگانی را  
 خط کرد ظاهر آن دهن غنچه رنگ را      در کار بود حاشیه این متن تنگ را  
 ز خلوت خانه خود گوشه درویش محزون را      چنان باشد که گیرد پادشاهی ربع مسکون را  
 بد عمل را دائم از نقصان مردم راحت است      سنگ کم دزد تر از زور انگین دولت است  
 چون آن شعرے که اندازند کج طبعان تقطیعش      زموزونی جدائی بود صاصل عضو عضوم را  
 دوستان را کسوت تجریدے پوشد خدا      شاه می بخشد بجا صان خلعت پوشیده را  
 نسا زد حق شناسان را مقید زیور دنیا      ز انگشت شهادت دست کوتاه است خاتم را  
 اثر آخر بزلف پرفرین او نقد جان دادم      امانت دار خود کردم زنادانی پریشان را

## (۷۷) سرخوش - محمد افضل

از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود۔ می فروش مصطفیٰ معانی  
 است و قدح گردان انجمن سخن دانی۔ عمر با در کوچه شاعری شتافت۔ و صحبت جمعی  
 از صاحب طبعان عصر خود دریافت۔ چنانچه از "کلمات الشعراء" کہ تالیف او  
 سمت وضوح می یابد۔

شاگرد محمد علی ماسر و موسوی خان فطرت است و از یاران شیخ  
 ناصر علی و در مدح او می گوید  
 با شعر علی نئے رسد شعر کسے      زان سان کہ خط کس بخط میر علی

۱۔ نسخ متعدّدہ از کلمات الشعراء در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انها  
 نسخہ کتب خانہ سراج الدین علی خان آرزو ست کہ بسیار خوشخط است و اشاعت کننده این  
 کتاب (محمد عبد اللہ خان) عوم بالجزم دارد کہ این نسخہ گرانمایہ را بطبع رسانیدہ اشاعت دہد  
 ایزد کار ساز توفیق رفیق گرداناد۔

شخصی در مجلس گفت که تعدیه رسد بکلمه با مسموع نیست - فقیر شاهدی از کلام میرزا محمد قلی سلیم طهرانی گذارش نمود -

بالطف ساعت بد بیضا نمی رسد پیش لبث سخن به مسیحان می رسد  
او آخر عمر در دار الخلافه شاه جهان آباد پا در گوشه قناعت شکست و به تزوج و  
تاہل پرداخت -

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد - عمری درازیافت  
و در عشرہ ثالث بعد مائتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدہ خموشان شتافت

چام کلامش بگردش می آید

سرت چون گردد از مستی جهان گرد سر گردد	زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد
آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا	نظر بر گل شبم زده افتاد مرا
هم زبان لال را ناچار باید گشت لال	کار چون باناقص افتد دست بردار از کمال
از اسپ تا زیانہ انسان کلان تراست	تعزیر ہم بقدر بزرگی مقرر است
که بعد گشته شدن ہم تلاشها باقی است	زدست و پازدن بسمل تو دانستم
گل گریبان دریده می آید	در عدم ہم ز عشق شور می هست
شیرازہ جمعیت دہار گ تاک است	از خوشہ انگور عیان شد کہ درین باغ
نہتوان کف دست خود گزیدن	ہموار ز کس نہ بیند آزار

### (۷۸) طاہر - التفات خان نقذ صفا لانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلہ میرزایان دفتر سلاطین صفویہ  
بود - مشار الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد حلد مکان از صفا لانی  
لے دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع دہ آید -

به دکن رسیدند- و با مخلص خان ربطی بهم رسانیده بتوجه او ملازمت پادشاه حاصل کردند- و بمنصب کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد انتقاد گردید  
التفات خان در عصر خلدی مکان فوجدار بیر از مضافات اورنگ آباد  
بود- و در عهد شاه عالم فوجدار کوردرا از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ  
به فوجداری ماند و مندر سور از ملحقات صوبه مالوای پرداخت-

چون امیرالامرا سید حسین علی خان بدکن رسید- خود را بخدمت امیرالامرا  
رسانید- و مشمول الطاف گردید-

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دارالخلافه شاهجهان آباد گشت و در نوآ  
کهر کون رسیده در سنه تسع و عشرين و مائه و الف (۱۱۲۹) بردست قطلع الطریق  
رشته حیاتش انقطاع یافت-

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت- و به شایسته قدرت داشت که سه کاتب  
در حضور او با اسباب کتابت می نشستند- هر سه را عبارت خود می فرمود- و فقره  
لاحق برائی هر کدام بجهت تامل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد- و با وصف  
آن خود هم در آن حالت مشغول کتابت می بود-

از التفات خان است -

مکن گویا بعرض مد قایارب ز بانم را      به بند از موی چینی تار قانون فغانم را  
شهید یکسم پوشیده ام بعد از فنا می خود      برنگ مرده فیروزه نیلی در عزای خود  
شهرت حسن تو شد از کشته دیدار تو      از نسیم بال بلبل بشگفت گلزار تو

(۷۹) نخباء- میرزا ابوتراب

پسر التفات خان- خوش ذهن بود- و شعر خوب می گفت-

جعفر عاشق تخلص در بھو غبار قصیدہ پرداخت - غبار باین رباعی جواب ادا کردہ  
گویند کہ بھو کرد مارا جعفر شیرین و لطیف چھو شیر و شکر  
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار امروز برای دیگر گشتہ ہنر

## (۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب ارادت خان

از دودمان امارت است - جدش میر محمد باقر از نجباء بلدہ ساوہ و دامادی او  
بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود - در عہد جہانگیری بمنصب مینرختگیری دم مہلات  
می زد - و در زمان جلوس شاہ جہان بوالا پایہ وزارت مترقی گشت و بفرست قلیل بہ  
ایالت و کن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت - و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات  
و بنگالہ و کشمیر والہ آباد مامور گردید - و ہیچ وقت بیکار نہ ماند - آخر پادشاہ اورا مجاز کرد  
کہ حکومت ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند - او فوجداری دارالخیر جوینور برگزید  
و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلہ آخرت پیمود  
و دختر او با شاہ شجاع منسوب بود -

و سلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آن عقیقہ متولد شد - پسر  
خودش میر اسحق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح داراشکوہ بکومت  
صوبہ اوودہ مامور گشت و در ہمان سال ازین دارالمال درگزشت  
پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلد مکان ب خطاب موروثی ارادت خان  
مامور گردید - و در سنہ مائہ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائہ  
و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ  
منسوب گشت -

و در عصر شاه عالم بمنصب چهار هزار امتیاز یافت - و در عهد محمد فرخ سیر

سز ثمان و عشرین و مآتة الف (۱۱۲۸) و دیعت حیات سپرد -

دیوان واضح بنظر درآمد - چند غزل بخط واضح برپوشش این نسخه ثبت

بود - قصائد و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد -

این چند گل ازان چین چیده شده

عارف از و پُر است ولی او نمنے شود آئینه رونا شود و رو نمنے شود

ز مقراض فنا نور است شمع زندگانی را بود آب دم شمشیر صندل سرگرانی را

چه اُلفت است بزلف تو بقراران را بلی سیاه پسند است سوگواران را

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا در طپیدن رفت از کف دامن قاتل مرا

در عالم دل باختن خویش رواج است عمریست که دیرانه ما وقف خراج است

بجیب صبح ز خورشید گلفشاینهاست بهجام پیری ما باده جوانیهاست

براه او چه در بازیم نی دینے نہ دنیا کے دے دایم و اندوہے سری دایم و سودا

واضح بهیچ راه دلم وانے شود این قفل زنگ بست شکستن کلید است

بر مراد دل خود بال زدن نقصان است وقت آن خوش که مراد نفس انداخته است

دست فرسودنگه طلعت خورشید نشد حسن بے ساخته از فیض نگهبان دارد

گرچه آزادم ولی جانم فدای دیگر نیست گرد سرگردانده صیادے مرا سرداده است

ریشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب یافت یک پیرهن هستی و آن ہم کفن است

بیخود شد نم آفت بیناے ادب بود ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد

رفتینہاے جهان قابل دل بستن نیست این قدر بس کو دمی خاطر خود شاد کند

گلے صاف بہ از عفو غبار آلود است هست دوزخ گنہی کہ ہمدار انخشد

بہار وقف صبا - گل بکام گلچین باد کہ ما بہ کنج قفس طرح آشیان کردیم

بکاغذ اخگری بچیدہ ام یعنی دل خود را مبادا گریہ بر عالم کنی ای نامہ بر جسے

### رباعی

در گنجفہ دہر شہان عالم در صنف رعیت اندنے بیش و نہ کم  
حکے دارند زان جہاندار شدند چون حکم مانند گشت بازی برہم

## (۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدہ سخن طرازان۔ و شہرہ سحر پر دازان است۔ در اقسام نظم پایہ بلند و در  
اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع و ذکاوتش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانندہ۔ و چہ شرم کا  
نورس کہ از نہال قلم افشانندہ۔ خلاصہ کلامش شراب میخانہ ہوشیاران۔ و طلاے  
دستایہ کامل عیاران است۔ از آغاز شعور تا دم آخر چشم بر سیما می دوختہ۔ و چراغ  
عجیب بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم ہر لاس است۔ در بلدہ عظیم آباد تپنہ از نہانخانہ عدم بشہرستان  
وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبداء حال نوکر شاہنژادہ محمدا عظم بن خلد مکان بود۔ و بمنصب امتیاز داشت  
یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہنژادہ رسانید۔ شاہنژادہ فرمود۔ قصیدہ در  
مدح ما انشا کند تا رتبہ استعدادش دریافتہ باضافہ منصب و تقرب سرفراز فرمائیم  
این خبر میرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت۔ ہر چند یاران مقید شدند  
کہ قصیدہ در مدح شاہنژادہ تو ان گفت۔ بر انکار باز زد و نوکری را ترک دادہ در  
دار الخلافہ شاہ جان آباد گوشہ انزو گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر  
آورد۔

حق تعالیٰ اورا اعتبار و اشتہار از زانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آزادی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجامی آوردند و سیما نواب شکر اللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت موافقت و اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکر اللہ خان از سادات خواف است و داماد عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان ب حکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مائتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت۔ میر لطف اللہ شکر اللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاہ کر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاہ گرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہر گاہ میرزا بدولت خانہ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر سہند خود می نشانند۔

و میرزا را با امیرالامرا سید حسین علی خان نیز ربط تمام بود در ایامی کہ امیرالامرا بنظم ممالک و کن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیرالامرا نوشت۔

ای نشہ پیانہ قدرت بچہ کاری    ہستی اثری یا پیے تاراج خاری  
می در قدحی گل بسری جام بدستی    رنگ چمنی موج گلی جوش بہاری  
لیکن بعد بر ہم زدن محمد فرخ سیر تارخ طبع زاد میرزا کہ ع

”سادات بوی نمک حرامی کردند“

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از وہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبدالصمد خان ناظم لاہور تعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

و چون دولت سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا در ہمان ایام بہ شاہجہان آباد  
معاودت نمود۔ و سیوم ماہ صفر سنہ ثلث و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۳) رخت بعالم  
باقی کشید۔ و در صحن خانہ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جہوز نیز فراوان  
جواہر سخن در رشتہء نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعہء لطیف مقبول حاصل  
می شود و خط نسخ بر نسخہء سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل  
حاضر است۔

وازیس قوت طبع گاہے با دیای فکر تندی تازد و بطور ملاحظہ وری ترشیزی  
در یک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

و میرزا را بحر کامل مرغوب افتادہ و درین بحر شنائی کردہ میر عطاء اللہ  
صاحب رسالہ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثنیٰ شعر گفته اند۔ خالی  
از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدین سلمان ساوجی فرماید

بصوبہ قد و کشش اگر ای صبا گذرے کنی      بہوای جان حزین من دل خستہ راخمیے کنی  
وازمطالع میرزا بیدل است

تو کیم مطلق من گدا۔ چہ کنی جز این کہ نخوانیم      درے دیگرم ہما کہ من بکجا روم چو برا نیم  
دیوان غزل میرزا بنظر در آمد۔ این چند گوہر از ان محیط بر آوردہ شد

مست عرفان را شراب دیگرے در کانیست      جز طواف خولیش دور ساغرے در کانیست  
ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول افتد      بجای عذر دل آوردہ ام قبول افتد

دیدہ انتظار را دام امید کردہ ام      ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام  
آخر ز فتنہ بر سر دُنیا زدیم پا      خلقی بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا  
کافر مگر مغل و سنجاب می باید مرا      سایہ بیدی کفیل خواب مے باید مرا



بنی نقش چین نه چرخ آفریدن است	بهزادی تو دست زد دنیا کشیدن است
نعم ز بند لباس تکلف آزاد است	برهنگی برم خلعت خدا داد است
اُلفت تن باعث فکر پریشان دل است	دانه صاحب ریشه از آمیزش آب گل است
کس از التفات چشم خوبان کام بر دارد	که بهر استخوان صد زخم چون بادام بر دارد
من نمی گویم زیان کن یا بفکر سود باش	ای ز فرصت بخیج در هر چه باشی زود باش
شکوه فقر ملک بے نیازی کرد سلیم	با قبالی که دل برخاست از دنیا به تعظیم
باز بیتا بانه ایجاد نواے مے کنم	مطلب دیگر نئے دایم دُعاے مے کنم
من درین بحر نه کشتی نه کدو مے آرم	چون حباب از بر خود جامه فرو مے آرم
درین حدیقه نه قدر دین حیرانی	بشوخی مژده ترسم ورق به گردانی
جمع گشتن دل مارا به تسلی نرساند	از گهر کسیت برد شیوه غلطانی را
چه وجود چه عدم بست و کشاد مژده است	چون شرر هر دو جهان را بنگاهے دریاب
سرگردانی لازم هستی بود بیدل صبح	تا نفس باقی است صندل جبین مالیده است
گرمای قفس بیضه طاؤس شود	در شبستان عدم نیز چراغانی هست
دل سخت گره شد زخم ابروے نازش	در طاق تغافل همه نقاشے چین است
صاف معنی کرد مستغنی ز درد صورتم	چون بطمی باطن من عالم آب من است
بهستی تو امید است نیستی مارا	که گفته اند اگر هیچ نیست الله است
بهر طرف گزری سیر نرگستان کن	بقدر نقش قدم چشم دوستان باز است
تا نفس باقی ست ظالم نیست بی فکر فساد	گوشه گیر فتنه می باشد کمان را تا دم است
قلندرانه حدیث است زاهد مغرور	توغره به بهشتی که جائے دیدن نیست
کینه در طبع ملائم نکند نشو و نما	فارغ از جوش غبار است زمینی که نم است
حسن بے مشق تا مل نگذشت از دل ما	صفحه حیرت آئینه عجب خوش قلم است

مشق ستم ز طینت ظالم نغز رود	زورِ کمان دے کہ نماند کباده است
کس نرفتے بعدم هستی اگر جامی داشت	خلقے از تنگی این خانه بصحرای زده است
کاش بهجران داد من میداد گرو صلی بنود	شمع تصویریم که از من سوختن هم ننگ داشت
گر برآمد از صدف گوهر اسیر رشته است	خانه غربت دل آگاه را دام بلا است
بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن	آنچه بردار و دولت زین خاکدان قد دوست
نه دام دامن و نه دانه این قدر دامن	که دل بهر چه کشد التفات صیاد است
در نیام هر نفس تنبغ و دم خوابید است	چون سحر در قطع هستی خنجرے در کار نیست
آن قدر سعی به آبادی ما لازم نیست	خانه چشم به امداد نگاہی برپاست
گویند بهشت است و همه راحت جاوید	جائیکه بداعی نه طپد دل چه مقام است
چون سایه باش یک قلم آئینه نیاز	آن را که سجده جزو بدن نیست بند نیست
تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است	رشته را که گره جمع نسازد و سراسر است
مرده هم فکر قیامت دارد	آرمیدن چه قدر دشوار است
بگذر از اندیشه یوسف که در کفان ما	یا نسیم پیرهن یا جلوه پیراهن است
بپس کس از معنی مکتوب شوق آگاه نیست	ورنه جائے نامه پیش یار ما را خواندن است
هر که رفت از خود بدایغ تازه ام ممتاز کرد	آتش این کار و آنها جمله بر جان من است
پیشکاران عجز در هر کس غالب اند	آنکه از مردان بمردی باج میگردد زن است
آبرو با عرض مطلب جمع نتوان ساختن	دست حاجت تا بلندی کرد استغنائشت
بیدل نتوان بردنم از خط جبینم	نقاش عرق ریز حیا نقش مرا بست
خواری دیوان و هر عروت ما پیش کرد	فرد چو باطل شود سر ورق دفتر است
قماش فهم نداریم ورنه خوبان را	آتوی پیرهن ناز چین پیشانی است
زین ندامت خانه بیرون رفتت دشوار است	هر قدر دستی که می سائی بهم پامی شود

برنگ آب سیر برگ برگ این چمن کردم	گل داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد
دانم که چرا پیکر من سایه نه گردید	تا در قدم سرو خرامان تو باشد
چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری	قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد
بر که نالم بیدل از بیداد چرخ	خواب من آواز این دو لای بُرد
در مجلسه که عروت موقوف خود فروشی است	دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد
چو برگردد مزاج از احتیاط خود مشو غافل	سلامت سخت می لرزد بران سنگه که میشد
بدماغ دعوی عشق سرو الهوس بلند است	مگر از دکان تصاپ جگرے خرید ه باشد
ز دل حقیقت رد و قبول پرسیدم	نخنده گفت برو یا بیا که می پرسد
اگر مردی در تخفیف اسباب تعلق زن	کز انگشت دیگر انگشت نریک بند کم دارد
کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن	راستی بردل این قوم سنان می باشد
دهر بریز مکافات است اما کو تمیز	کم کسے اینجا بحال خود نرحم می کند
برقی ز دور دارد هنگامه تجلی	ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد
هر چند کار فردا است امروز مفت خود گیر	شاید دماغ طاقت وقت دیگر نباشد
چشمه بغلط سوی من انداخت نگاهی	تیری که ازین شست خطاشد چه بیا شد
نموده اند ز دست نوازش فلکم	دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند
سایه از جلوه خورشید چه اظهار کند	رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد
ای ساغر بتخاله ازین تشنه سلامی	خوش خیمه بران چشمه کوثر زده باز
وضع فقیری مانا ساز میچکس نیست	دیرانه ایم آتا بسیار خوش هوا ایم
چندانکه ز خودی روم آن جلوه به پیش است	رنگه نشکستم که برنگه نرسیدم
نقشه تحقیق مارا شعله جواله کرد	گرد خود گشتیم چنانی که خود را سوختیم
کم ظرفیم از خفالت خویش است و گرنه	دریاست می ریخته از جام محبالم

در وصل ز محرومی دیدار می رسید  
 آئینه نفهید که من با که دو چارم  
 طپیدم ناله کردم - آب گشتم خاک گردیدم  
 تکلف بیش ازین توان بعرض مدعا کردن  
 چه پردازم بعرض مطلب خود سخت حیرانم  
 تو هم آخر زبان حیرت آئینه می دانی

### رباعی

هر صبح که در هائے فلک باز کنند  
 مردم قانون جستجو ساز کنند  
 قوال فلک بدست گیرد و دف مهر  
 دنیا طلبان پازون آغاز کنند  
 مخفی نماند که تاریخچی که میرزا بیدل  
 برای سادات گفته و در ترجمه او بر زبان  
 قلم گزشته - محرک شد که درین محل شمع از احوال  
 دو امیر کبیر از سادات باره و  
 اسبابی که باعث عزل پادشاه شد بعرض بیان در آید - و این جمله معترضه نقاب  
 از صورت حال و انماید - و اسم نواب آصف جاه هم در ترجمه میرزا ذکر یافت  
 به این تقریب حالات نواب آصف جاه و نواب نظام الدوله شهید خلف الصمد  
 اوزیری طرازم - و او هم کلک را مطلق العنان می سازم -

### (۸۲) سید عبداللہ خان

مخاطب به قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاه بود و برادرش  
 سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مبالغات با آسمان می سود -  
 اینها از اعظم سادات باره و اندو اکا بر شرفاء هند و نسب سادات باره و  
 سید ابو الفرح واسطی راج می شود که سلسله نسبش در دفتر اول تحت ترجمه سید  
 محمد صفری بلگرامی نو مر اللہ ضریحہ نگارش یافت -  
 هر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپهر امارت بودند متحلی با کثر شمائل

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت و شجاعت کہ ازین دو صفت والا آثار غرا بطور  
 رسانند۔ و نقشہائی کہ طراز صفوہ دولت باشد بر لوح روزگار نشانند۔ و از مبادی  
 ایام عروج تا منتہی بحوبی و نیکنامی بسر بردند۔ و از آبیاری عدل و احسان عرصہ ہند  
 را رشک فردوس برین ساختند۔ لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیوند و تار و زیارت  
 و انحراف بدنامی بر خود بردند۔ اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس  
 آبرو و حفظ جان عزیز بود کہ اینہامدۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ و لوازم دولت خواہیا  
 بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ در صد قلع و قمع افتادہ و تازندہ بود  
 ہمین خیال در سر داشت۔ آخر این رای سقیم باعث زوال سلطنت شد و دولت  
 پادشاہ و سادات ہردو برہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلام قدس سرہ در مناقب السادات میفرماید کہ:-

”امارت صحت سیادت خلق محمدی است و سخاوت ہاشمی و شجاعت چیدری باید“

”کہ سید صحیح القسب ازین ملکات بہرہ وافی داشتہ باشد۔ و احیاناً بحکم نفس امارہ“

”اگر مرتکب عصیانے شود۔ آخر کار سبب رومی دہد کہ باعث نجات اُخروی می گردد“

مصدق این کلام درین ہردو برادر مشاہدہ افتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند و غارۂ  
 شہادت بر رو مالیدند نام اصلی قطب الملک حسن علی است و نام اصلی امیر الامرا  
 حسین علی۔ شہادت اول بہ زہر واقع شد۔ و شہادت ثانی بمنجبر۔

حسن علی خان برادر کلان در عہد خلدی مکان بخطاب خانی و فوج داری نندربار  
 و سلطان پور از تواج بگلانہ سرفرازی یافت و بعد از ان بحراست اورنگ آباد  
 سر بلند گردید۔

و چون شہزادہ محمد محرز الدین بن شاہ عالم از پیشگاہ خلدی مکان بصوبہ داری  
 ملتان مامور شد حسن علی خان ہمراہیہ رکاب شہزادہ دستوری یافت۔ صحبت

او با شاهزاده کوک نشد. و آزرده خاطر به لاهور برگشت. در آن وقت میر عبدالحلیم  
بلگرامی بخدمت بهکر و سیدوستان قیام داشت. چون حسن علی خان از نوای بهکر  
تصد لاهور کرد. میر سلوکما سے پسندیده بعل آورد. ابتدای ربط با سادات این است  
و قتی که خلد مکان علم بیدک جاودانی زد. و ریایات شاه عالم از پشاور به  
لاهور خرامید. حسن علی خان را بمنصب شش هزار و عطاء تقاره و بخشگری فوج  
جدید سرافراز ساخت.

و در جنگ محمد اعظم شاه بهراولی فوج محمد معزالدین که بهراول مجموع عساکر شاه  
عالمی بود مقرر گردید. و قتی که جنگ ترازو شد. حسن علی خان و حسین علی خان و  
نورالدین علی خان برادر سیوم برسم تهور پیشگان هندی خود را از فیل انداختند و  
با جمعیت سادات بارهم پای جلادت افشوده بجنگ کوته یراق پیوستند نورالدین  
علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر بهادران زخمهای نمایان برداشتند و سرخ  
روئی فتح و ظفر حاصل کردند. حسن علی خان بمنصب چهار هزار و صوبه داری آید  
مباهی گشت. و بعد از آن بصوبه داری اله آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت به محمد معزالدین رسید. حکومت اله آباد از عریل او بنام  
راجی خان مقرر شد و سید عبدالغفار از احاد سید صدر جهان صدر الصدور  
پهانوی به نیابت راجی خان متوجه اله آباد شد. سید حسن علی خان فوجی بتقابل  
بر آورد و در سواد اله آباد جنگ افتاد. سید عبدالغفار بعد غالب شدن مغلوب  
گردید. عنان عطف ساخت. محمد معزالدین با تقضای غفلت و عیاشی دست از تدارک  
برداشت. در استمالت سید حسن علی خان افتاد و به ارسال فرمان بحالی اله آباد و  
اضافه منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پنه که بهزید شجاعت و وقار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت - چنانچه در ترجمه اوندگارش می رود - و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسن علی خان پچا پلوی محمد معز الدین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی اومی دانست اعتبار نه کرده از ته دل به محمد فرخ سیر گردید و درخواست قدم اله آباد نمود -

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بهادر صاحب فوج از امارت اقبال خود دانسته از بلده پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهت تجدد عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود - و عازم پیش گشت -

عزالدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید - و در حوالی کجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید - بحد تقارب فوج محمد فرخ سیر عزالدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی را گریز گرفت -

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از فارت بنگاه عزالدین تقویت کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود -

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد - و در فکر عبور دریا جمن (جون) بود که حسن علی خان پیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کردی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دوا گزشت - اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند - معصود همراه رکاب رسیدند - سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرين و مائه و الف (۱۱۲۳) تملک فریقین دست داد - نسیم فیروزی برالویه محمد فرخ سیر وزید - و محمد معز الدین بغیر وضع راه دہلی گرفت -

درین کارزار از هر دو برادر ترددات نمایان بظهور رسید. سید حسین علی خان  
برادر خورد زخمهای کاری برداشته در میدان افتاد. بعد جلوه افروزی شاهد فتح  
حسن علی خان برادر کلان بر جناح استعجال روانه دار الخلافه گشت. و پادشاه نیز  
به تفاوت یک هفته سایه وصول بر ساحت دہلی انداخت. حسن علی خان بمنصب هفت  
ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب سید عبداللہ خان قطب الملک بہادر یار و قواد نظر  
و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایہ گشت.

چون عروج رتبه این ہر دو برادر از حد گذشت. ناتوان بینان در صد شکست  
افتادند. و بہ تسویلات و اہی مزاج پادشاہ را شورانیدند. نوبت بجائے رسید کہ  
ہر دو برادر خانہ نشین گشتند. و بہ ترتیب مورچال و استعداد اسباب پر خاش پرداختند  
والدہ پادشاہ کہ با ہر دو برادر اظہار دوستی می نمود و از قدیم واسطہ اصلاح بود. بخانہ  
قطب الملک آمدہ مجدداً عہد و پیمان استوار ساخت. ہر دو برادر بملازمت رسیدہ  
شکوہای محبت آمیز در میان آمد. و چند روز زمانہ بہ آرامش گرائیید.

غرض گویان مزاج پادشاہ را برہم زدند. ہر روز صحبت بے مزہ ترمی گشت. و مادہ  
تفاق کہ خانہ برانداز کہنہ دولتہاست می افزود. تا آنکہ امیرالامرا بصوبہ داری کن  
مخص گشت. و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشتہ عنان وزارت بدست  
راجہ رتن چند سپرد. اعتقاد خان کشمیری ہمراز و دمساز پادشاہ گردید و کنکاش  
قلع و قمع سادات اعلان گرفت. قطب الملک بہ امیرالامرا نوشت کہ کار از دست  
رفته است پیش از آنکہ چشم زخمی بہ آبرو و جان برسد. خود را باید رسانید. امیرالامرا  
با کمال تسلط و جبروت از دکن روانہ شدہ سواد دہلی را معسکر ساخت و پادشاہ  
را پیغام کرد کہ تا کہ بند و بست قلعہ بہ اختیار مانباشد در ملازمت و سواس دارم.  
پادشاہ خدمات قلعہ را بہ متوسلان امیرالامرا سپرد. بعد استحکام قلعہ امیرالامرا



بملازمه پادشاه رسید.

و هشتم ربیع الآخر به اراده ملاقات ثانی فوجها آراسته داخل شهر شد و در جمعی  
شایسته خان فرود آمد. قطب الملک و مهاراجه اجیت سنگه در قلعه رفته بدستور  
روز اول به بند و بست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوردند. آن روز شب  
بهین منوال گذشت. مردم شهر واقف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح  
دمید قتل قطب الملک شهرت داده افواج پادشاهی از هر جانب مرتب شده بر  
سیرامیرالامرا خواستند هجوم آرند امیرالامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائی  
توقف است زود از میان باید برداشت.

لا علاج قطب الملک نهم ربیع الآخر سنا حدی و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۱)  
پادشاه را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه علم  
را از حبس برآورده بر تخت نشاند و صدای نقاره جلوس او آشوبی را که در شهر  
برپا شده بود فرو نشاند.

رفیع الدرجات در حالت حبس بمرض تبی و قی مبتلا بود. چون سلطنت  
میرشد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد سه ماه و چند روز روزگار او سپری گشت  
و مطابق وصیت او برادر کلاش رفیع الدوله را بر سر سلطنت جادادند. و به  
شاه جهان ثانی ملقب ساختند. بعد ایام نیکو سیر در قلعه آگره خرمج کرد.  
امیرالامرا بآباد شاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت. ناگاه فتنه دیگر  
گل کرد. حئی سنگه سوائی طبل مخالفت کوفت. قطب الملک در رکاب شاه جهان  
ثانی برای دفع حئی سنگه به فتح پور سیکری شتافت و یاجی سنگه صورت مصالحه  
در میان آمد شاه جهان ثانی نیز بعد سه ماه و چند روز بمرض اسهال در گذشت.  
ناگزیر روشن اختر بن جهان شاه بن شاه عالم را از دار الخلافه طلبیده

پانزدهم ذی القعدة سنة احدى وثلثين ومائة و الف (۱۱۳۱) بر اورنگ فرمانروائی  
اجلاس دادند. و به محرم شاه ملقب ساختند.

سبحان الله هر چند سادات خود دعوی سلطنت نه کردند و اولاد تیموریه را تحت  
نشانند اما حرکتی که با محرم فرخ سیر کردند مبارک نیامد. وی به آسایش نگذرانیدند  
و نفسی به طمانیت نه کشیدند. دریا با لئے فتنه از هر چهار طرف بتلاطم درآمد و اشبا  
زوال دولت آماده گشت.

خبر رسید که غرة رجب سنة اثنین و ثلثین ومائة و الف (۱۱۳۲) نواب  
نظام الملک ناظم مالوا از دریای نر بردار گشته قلعه آسیر و شهر برهان پور را  
متصرف گشت. امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب  
نظام الملک فرستاد. دلاور خان بعد محاربه بقتل رسید. سید عالم علی خان  
نائب صوبه داری دکن که نوجوان تهورنش بود کارزار نموده مردانه نقد هستی باخت  
امیر الامرا با پادشاه قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرانوزدهم  
ذی القعدة از چهار گروهی اکبر آباد فچتپور رویه رخصت دارا الخلافه دہلی شد و هنوز  
نرسیده بود که هفتم ذی الحجه خبر کشته شدن امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را که بحراست  
دہلی قیام داشت نوشت که یکے از شاهزادہا را بر آورده بر تخت نشانند. یازدهم  
ذی الحجه سنة اثنین و ثلثین ومائة و الف (۱۱۳۲) سلطان ابرہیم بن رفیع الشان  
بن شاه عالم را بر تخت دہلی اجلاس دادند. به تفاوت دوروز قطب الملک  
نیز رسید و به استمالت امراء قدیم و جدید پرداخت. و فوج علی العموم نگاه داشت  
و آنچه در ایام وزارت اندوخته بود از نقد و جنس که احصاء آن جز علم الہی مقدور  
کنے نیست، همه را صرف سپاہ و یاران و دوستان کرد و گفت اگر زنده ایم باز بهم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر افتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ برآمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چار دہم جنگ واقع شد۔ توپخانہ محمد شاہی با ہتھام حیدر قلی خان میر آتش پیہم در کار بود و مردم بارہم سیدہ را سپہ ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہ نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شتر نال کہ آنے فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از در تپچہ مشرق سر بر آورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگ صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسیل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زخمی کاری برداشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ با جمعی بر سر وقت قطب الملک رسیدہ اورا بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالہ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتکار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ با استفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دوم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الہی تو میدانی کہ این شیء حرام را با اختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجمان آفرین سپرد۔

و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۵) واقع شد

قبرش در شاہ جہان آباد زیارت گاہ خلایق است۔

از آثار اوست نہر نیت پر گنج واقع شاہ جہان آباد کہ از بی بی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاهجهانی بریده آورده و آن خطر را بوفور آب احیا نمود. علامه مرحوم میر عبد الجلیل  
بلگرامی گوید:

بحر خود فیض قطب الملک عبد الله خان      نهر خیری کرد جاری آن وزیر مختشم  
بهر آن عبد الجلیل واسطی تاریخ گفت      نهر قطب الملک <sup>۱۱۲۴</sup> بحر احسان و کرم  
وزیر علامه مرحوم در مثنوی بمرح اومی پردازده

ارسطو فطرته آصف نشان است      یمین الدوله عبد الله خان است  
بدیوان چون نشیند نو بهار است      بمیدان چون در اید ذوالفقار است

### ۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان

برادر خور قطب الملک است اما در سخاوت و شجاعت و علوهت و تمکین  
و وقار از برادر کلان فائق بود. و در عهد خلد مکان به حکومت رتھنور و آخر با  
به فوجداری همندرول بیانه می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاهور مشغول عوطف شاه عالم  
گردید. سید حسین علی خان با فوجی شایسته در حوالی وپلی دولت ملازمت دریافت  
و در جنگ محمد اعظم شاه مصدر جلائل ترددات گشته نوعی که گزشت به منصب  
سه هزاری و عنایت نقاره سربند گردید. و بواسطت شاهزاده عظیم الشان به  
نیابت صوبه داری عظیم آبا و پتنه رخصت یافت

در اواخر عهد خلد مکان صوبه داری بنگاله به سپه دار خان مخاطب به  
اعوال الدوله خان جهان بهادر از تغیر شاهزاده عظیم الشان مقرر گشت. محمد فرخ سیر  
خلف عظیم الشان که به نیابت پدر در بنگاله بود طلب حضور شده به پتنه

رسید چون مدت‌ها بخود سری گزرانیده و نسبت به برادران دیگر نزدیک و پدر و رتبه شد  
رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشته بعد از عسرت اخراجات اوقات پرستی میکرد تا  
آنکه شاه عالم شتقارشده محمد فرخ سیر خطبه و سکه بنام پدر نموده در فراهم آوردن مردم  
همت گماشت - درین اثنا خبر گشته شدن عظیم الشان رسید - در ربیع الاول  
سنة ثلث و عشرين و مائة و الف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت -

وسید حسین علی خان ناظم پتنه را به وعده عنایات مستمال ساخته رفیق  
گردانید و ازین جهت سید حسن علی خان ناظم اله آباد نیز طریق رفاقت سپرد - و  
کمتر زمانی افواج کثیره مجتمع گشت اما بنا بر قلت خزانة تار رسیدن اکبر آباد و ازده  
هنر اسوار بیش نماند -

سید حسین علی خان روز جنگ به اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب  
صوبه داری اولیسه و زین الدین خان پسر بهادر خان رهیله مقابل  
ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر که توپ و ضرب زن بسیار پیش رو چیده  
ایستاده بود اسپان تاخته در زنجیره توپخانه درآمد - چون عرصه و غابر خود تنگ دید  
بائین دلاوران کشور هند پیاده گشته زخمهای کاری برداشته بر زمین افتاد - و آن  
دوسر دار بار فقاء بسیار مردانه نقد زندگانی نثار نمودند -

بعد فتح نسید حسین علی خان ب خطاب امیرالامرا بهادر فیروز جنگ و منصب  
هفت هنراری هفت هنر اسوار و خدمت والاس میز بخشگیری کوس بلندرتبگی نواخت  
و در سال دوم جلوس به افواج سنگین به تنبیه اجیت سنگه مرزبان سرزمین  
ماروار که لوای تمرد افراخته بود - مامور گردید و تا میسر گشت هر جا تعلقه او بود لکه کوب  
تاراج ساخت - راجه از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدزد و در مکانهای  
استوار خیزید -

درین یساق آنچه از اجرای حکم امیرالامر انقل می کنند این است که :-  
 "چون دیهات اجیت سنگه و جی سنگه سوائی باهم مخلوط اند و رعایای تعلقه اولین از  
 "هراس رو بفراری آوردند- و بتباراجیان حکم بود که مواضع خالی را یغما کرده آتش زنند  
 "و مکانهای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگه این را دید بوساطت  
 "رعایای جی سنگه امان خواسته می آمدند- همان وقت سزا و لان تعیین می شدند که بتباراجیان  
 "گویند که آتش فرو نشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-  
 "بعضی ثقات از مردم دیه استفسار کردند با اتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانی  
 "بما نرسید-

و ضبط و فتق امیرالامر همیشه برین منوال بود-  
 افواج او از راه باریکه مابین دوزراعت می گزشت کسی را قدرت نبود که از  
 جاده تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-  
 القعه اجیت سنگه چون خرابی خود و ملک مشاهد کرد و کلاء معتبر فرستاده بتقدیم  
 پیشکش و ارسال پسرکلان خویش ابی سنگه نام و تزوتج دختر خود به پادشاه که در  
 عرف این دیار دوله گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیرالامر ابصالحه پرداخت و  
 ابی سنگه را همراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دوله گزاشت و بعد  
 رسیدن دوله طوی پادشاه منتقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاهان پیشین کم جلوئه ظهور نمود- علامه مرحوم  
 میرعبدالجلیل بگرامی شنوی رنگینه درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده-  
 بعد ازین پادشاه امیرالامر را به صوبه داری دکن مقرر فرمود- چون میر  
 جمله سمرقندی برروز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت  
 که اول میر جمله بصوبه داری پتنه را بگراگرد و بعد از آن امیرالامر را رخت دکن

شود. میر جملہ روانہ پتہ شد و امیر الامرا در سنہ سبع و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۴) بتوجہ و کن گردید۔

وقت رخصت مواجہتہ عرض کرد کہ اگر در غیبت من میر جملہ محصور رسید۔ یا بہ قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیدہ دانند پادشاہ از قباحت نافیمی بوساطت خان دوران مخفی بہ داؤد خان ناظم برہان پو تحریض مخالفت نمود۔

داؤد خان با آنکہ سادات در ابتداء سلطنت محمد فرخ سیر واسطہ جان بخشی اوشدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبہ داری برہان پور از پادشاہ بنام او گرفت۔ و اواز گجرات احمد آباد بہ برہان پور آمدن حکومت انجامی پرداخت چشم از حقوق سادات پوشین ارادہ مخالفت مصمم ساخت۔

چون امیر الامرا فرید را عبور کرد ظاہر شد کہ داؤد خان سر رشتہ موافقت گسستہ خیال ملاقات ہم در سر ندارد۔ امیر الامرا در فکر اصلاح افتاد و پیغام کرد کہ در صورت توافق ملازمت لازم و در شکل تحالف روانہ دار الخلافہ باید شد از ما مزاحمتہ نیست۔

داؤد خان پائی جہالت افشردہ کار بہ پر خاش رسانید ناگزیر یازدہم رمضان سنہ سبع و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۴) عرصہ مبارزت در سواد برہان پو آراستہ گشت و جنگ عظیم رونمود۔ داؤد خان بزخم تفنگ نقد ہستی باخت۔ بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا بہ اورنگ آباد رسید و بر سند ریاست تمکن ورزید۔ و عنقریب کنند و دیہاریہ سینا پتی راجہ ساہو در صوبہ خاند لیس سر بہ فساد برداشت امیر الامرا ذوالفقار بیگ بخشی خود را بہ تنبہ او تعیین فرمود۔ و در پرگنہ بہانیر دو چار گشتہ جنگ در پیوست۔ ذوالفقار بیگ جرئت شہادت چشید۔

و باقی فوج بیخادر آمد. سیف الدین علی خان برادر اصغر امیرالامرا و راجه محکم سنگه بهالش غنیم مامور شدند و تابندر سورت عنان باز نه کشیدند. و محکم سنگه تا قلعه ستاره مسکن راجه سا هو دقیقه از نهب و تالان فرونگذاشت.

چون پادشاه به اغوای دولت بر اندازان. و سرداران دکن خصوص راجه سا هو در باب مخالفت امیرالامرا. بایما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در وهلی با قطب الملک هر روز صحبت تازه و نزاع نو بر می انگیخت و صدای بگیه و بکش هر وقت بگو شهای رسید. قطب الملک همیشه امیرالامرا را به آمدن دهللی ترغیب می کرد

لا علاج امیرالامرا از دشمن خانه دشمن بیگانه ساخته در سنه تسع و عشرين و مائت و الف (۱۱۲۹) بار راجه سا هو بتوسط سنکراجی ملهارد و محمد انور خان برهان پوری که تاحین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبت های مستوفی اتفاق افتاد. صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع. و نگاه داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن. اسناد چو ته و سردیسکی شمش صوبه دکن بهر خود با تنخواه کوکن و غیره ملکه که راج قد می ش می نامند حواله نمود.

مخفی نماند که در او اخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیم صلح در میان آید. باین شرط که سرصد از محصول ملکی نه روپی به صیفه سردیسکی حصه غنیم مقرر شود پادشاه میر ملنگ را با اسناد سردیسکی نزد غنیم فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاهی بیارد. آخر رای پادشاه برگشت و میر ملنگ را که هنوز اسناد حواله غنیم نه کرده بود بحضور طلبید. و در عهد شاه عالم سرصد ده روپی سردیسکی به غنیم مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید. و در ایام حکومت داؤد خان چو ته یعنی چهارم حصه از حاصل ملک سوای سردیسکی به غنیم قرار یافت و جاری و ساری



گشت اما سربعل بنیامده بود۔ امیرالامرا بطورے که گذشت سند چوتھ حواله نمود۔  
آخر نخست این تزییع سخت سرایت کرد و رفته رفته عنیم شریک غالب شد و قوت  
عجبه بهم رساند

امیرالامرا بعد مصالحه عازم دار الخلافه شد و غره محرم سنه احدى وثلثین و  
مائت و الف (۱۱۳۱) با فوج وکن بشوکت و صولت تمام از خجسته بنیاد کوچ کرد و  
معین الدین نام مجهول الحالے را پسر شاهزاده محمد اکبر بن خلد مکان قرار  
داده همراه گرفت و به پادشاه نوشت که در تعلقه راجه سا هو سر کشیده بود اورا دستگیر  
ساختم و احتیاط لازم دانسته خود بحضور می آمم۔

او آخر شهر ربیع الاول در حوالی دہلی جانب لات فیروز شاه نجیم ساخت و  
خلاف ضابطه حضور نوبت نواخته داخل خیمه شد۔ و مکرر ببانگ بلند گفت که من  
از نوکری پادشاهی برآمدم۔

و بعد از آن که بند و بست قلعه را باختیار خود کرد پنجم شهر ربیع الآخر ملازمت  
پادشاه نمود و گذارش گلهاء کرد۔ و باز به شتم ماه مذکور بشارت سپردن شاهزاده جعلی  
سوار شده در حویلی شایسته خان داخل گشت و قطب الملک باراجه  
اجیت سنگه به بند و بست قلعه شتافته هیچکس را در آنجا نداشت و پادشاه را  
بمقید ساخت طوریکه در ذکر قطب الملک گذارش یافت۔

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکو سیر بن محمد اکبر  
بن خلد مکان که در قلعه اکبر آباد مقید بود با اتفاق احتشام آنجا علم خروج بر  
افراشت امیرالامرا بر جناح استعجال رسیده به محاصره سته ماه و چند روز قلعه را مفتوح  
ساخت۔ و بموکب شاه جهان ثانی که برای تنبیه راجه جی سنگه سوائی تا فتنچپور  
سیکری رسیده بود ملحق گردید و صلح در میان آمد۔

دین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگرنظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا  
و قطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فروزشستن فتنہ الہ آباد  
توقف آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گرد ہر بہادر برادر زادہ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتی  
کہ عمش گذاشتہ بود بر پا داشت۔ حیدر علی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین  
شدند و بتعویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گرد ہر بہادر صلح واقع شد  
دین اثنا نیزنگی فلک شعبدہ دیگر وانمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا  
رائے مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل  
سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن را بفر  
در آورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عربیت دکن نہم ذی القعدہ سنہ ثنتین  
و ثلثین و آتہ و الف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و  
مواسات فطری داشتند و کافہ انام را مشمول انواع احسان ساختند و ہرگز مجوز  
ستم و بیداد بر متفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ دستگرفتہای  
سادات از سادات برگشتند و ہر چند می دانستند کہ زوال دولت ایشان باعث خفا  
خرابی ماست۔ می گفتند الہی این کشتی غرق شود ما ہم فرو رویم از بیگانگان چہ  
توان گفت۔

بعد بر ہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی ب نیکی یادی کردند و گروہی  
بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشا برپا می شد۔  
میرزا بیدل تارخ عزل محمد فرخ سیرچین بنظم آورده ۵

دیدمی که چه باشاه گرامی کردند صد جور و جفا ز راه خامی کردند  
تاریخ چو از خرد بستم فرمود سادات بوی نمک حرانی کردند  
و میر عظمت اللہ بنخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرده

با شاه سقیم آنچه شاید کردند از دست حکیم هر چه آید کردند  
بقراط خرد نسخه تاریخ نوشت سادات دو اش آنچه باید کردند

• القصه اعتماد الدوله محرمین خان بنا بر قرابت قریبه که با نواب  
نظام الملک داشت در فکر غدر افتاد- و میر حیدر کا شغری را بران داشت که قابو  
یافته قطع رشته حیات امیرالامرا اقدام نماید-

میر حیدر مسطور از ترکان دو غلات است- و جد کلاش میر حیدر صاحب  
تاریخ رشیدی همواره ملتزم رکاب بابری و همایونی بود- چندی به فرمان  
روائی کشمیر هم رسید- و از جهت میثمشیری اینهارا میرمی گویند-

ششم ذی الحجه سنه اثنتین و ثلاثین و مائه و الف (۱۱۳۲) در منزل توره  
سی و پنج<sup>۳۵</sup> کرده عرفی از فتح پور سیکری تخیم عساگر شد- امیرالامرا بعد داخل  
شدن پادشاه در محل سراپالکی سواره بخانه خود برگشت همین که متصل کالان باری  
یعنی احاطه چوبین که گردخیام پادشاهی نصب کنند رسید- میر حیدر که روشناس  
وراه حرف داشت فرد احوال خود بدست امیرالامرا داد و شروع بضعیف  
نالی نمود- چون امیرالامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری به پهلوی  
امیرالامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیرالامرا پیاده همراه  
می رفت بضرع شمشیر میر حیدر را از پا در آورد- و دیگر رفقاء امیرالامرا دست  
پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیرالامرا را جدا کرده نزد پادشاه بردند  
له آثار الامرا جلد اول صفحه ۳۳۴ مطبوعه کلکتہ-

و پس ازین هنگامه لاش او را بحکم پادشاهی تکفین نموده و نماز جنازه خوانده به  
اجبیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبداللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحه مرد صالحی در رویا دید کہ سید الشهداء امام حسین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ امیرالامرا خطاب کرد کہ <sup>۱۱۳۲ھ</sup> بَلِّغْ وَعْدُکَ <sup>۱۱۳۲ھ</sup> وَ غَلَبْ عَدُوَّکَ  
بعد شہادت امیرالامرا چون حساب کردند ہر یک فقرہ تایخ بود با صنعت تقلاب  
حق این است کہ در قریب الحمد کم امیری باین خوبی در عرصہ ظہور آمدنہ  
جامع اخلاق حمیدہ بود۔ و فور طعام و صلاے عام سرکار او مشہور است۔ مردم  
اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند کہ در عہد امیرالامرا اکثر مردم در خانہ خود  
طعام نمی پختند۔ طبّاخان سرکار امیرالامرا طعام حصّہ خود می فروختند و قاب پلاؤ  
مکلف بچند پل سیاه می دادند۔

اجراء بلغور خانہا از غلہ پختہ و خام و احداث مجلس یازدہم و دواز دہم ہر ماہ  
در بلا د عظیمہ ہند و دکن از اعمال خیر اوست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس  
بامشاخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابہ در دست خود گرفته بر  
دست مہمانان آب می زخت۔

و پیش از وصول دکن زر ہم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان  
باطما قلت داخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معہذا چون حیدر قلی خان حاکم  
بندر سورت اموال ملا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور کہ زیادہ بر یک کرور روپیہ  
بود ضبط نمود۔ ملا عبدالحی پسر متوفی بطریق استغاثہ بحضور رسید و پانزدہ لک روپیہ  
بشرط معافی اموال نیاز امیرالامرا نوشتہ داد۔ روزے صبح ملا عبدالحی را طلبید  
اموال باینیاز معاف کرد و بہ عطای خلعت نواختہ نصحت وطن فرمود و گفت اشب  
مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادلہ شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمد۔

و قتی که امیرالامرا از دکن بدار الخلافه معاودت نمود- می خواست که امین الدوله  
 وقائع خوان حضور پادشاهی را بنا بر تقصیری که از امین الدوله در غیبت امیرالامرا  
 صادر شده بود معاتب سازد- روزی که امین الدوله بملازمت امیرالامرا رسید  
 و از در در آمد میر عبد الجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعض نواب رسانید که رسول الله  
 صلی الله علیه و سلم در حق انصار و ذریت انصار دعا کرده و در مراعات ایشان وصیتها  
 نموده و فرموده تَجَاوَزُوا عَنْ مَسِيئَتِهِمْ یعنی در گذرید از گناهکار ایشان نواب  
 از اولاد رسول اند صلی الله علیه و آله و سلم و امین الدوله از اولاد انصار رضی الله  
 عنهم با اقتداء جد بزرگوار تقصیر مشاء علیه عفو شود- امیرالامرا فی الفور از حالت  
 غضب فرود آمد و امین الدوله را مشمول مهربانها ساخت

میر عبد الجلیل در آن وقت با امین الدوله آشنا نبود اما می دانست که  
 از اولاد انصار است چون میر طریقه محدثین داشت و همواره در مراعات سنن  
 نبوی می کوشید شفاعت انصار بر خود لازم دید-

امیرالامرا خوش ذهن بود و شعر خوب می فهمید- و در فن تازیخ دانی متفرد  
 می زیست و از باب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود که  
 صاحب کمالان در آیند و تا یکپاس روز با اینها صحبت می داشت و تاکید بود که  
 در آن وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند-

میر عبد الجلیل مرحوم تعریف خوش فهمی امیرالامرا بسیار می کرد و در مرثیه  
 امیرالامرا قصیده غزلی بنظم آورده و از فرط محبتی که با امیرالامرا داشت بکمال و  
 سوختگی حرف زده قصیده این است ۷

آثار کربلاست عیان از جبین هند	ز جوش خون آل نبی از زمین هند
شما تم حسین علی تازه در جهان	سادات گشته اند مصیبت نشین هند

نیلی است زین معامله پیراهن عرب  
 گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم  
 هندیان چنین مصیبت عظمی ندیده است  
 از داغ دل زود چراغانِ اشک جوش  
 ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا  
 فرزندِ مصطفی اخلف الصدق مفضل  
 رستم نشان حسین علی خان شهید شد  
 آن صفدری که از قلم تیغ بارها  
 تیغش بروز معرکه خصم تیره بخت  
 دریاد لے که بود ز ابر عنایتش  
 از بهر هر فلک زده عالیجناب او  
 منقاد او شدند اذان سرکشان دهر  
 هندیان شهادتش تن بے روح گشته است  
 عالم چو قبر در نظر خلق شد سیاه  
 گردون را خزان همه تن اشک گشته است  
 دل چاک چاک گشت جگر داغ داغ شد  
 انسترجع الملائک واستعبر الفلک  
 از دست ابن بلجم ثانی شهید شد  
 تا کر بلا و تا نجف و تا مدینه رفت  
 ای دوستان آلِ محبان اهل بیت  
 تاحق اهل بیت رسالت ادا شود  
 وز خون گریه سُرخ شد است آستین هندی  
 خاموش شد چراغ نشاط آفرین هندی  
 دیدیم داستانِ شهر و سنین هندی  
 این است نوبهار گل آتشین هندی  
 از شیونِ عظیم امیر مهین هندی  
 کز روی فخر بود بد آتش یمن هندی  
 از خنجرے که بود نهان در کین هندی  
 تحریر کرده نسخه فتح مبین هندی  
 چون برق می شکافت صفایین هندی  
 شادابی بهار بهشت برین هندی  
 در ترک تاز حادثه حصن حصین هندی  
 کز داغ ضبط کرد نشان بر سرین هندی  
 یعنی که بود او نفس و اسپین هندی  
 افتاد تا ز خاتم دهر آن نگین هندی  
 در اعتناء ماتم رکن رکین هندی  
 زین غم که گشت زهر از و انگبین هندی  
 فی هذه المصیبة سحق الدین هندی  
 گوئی ز کوفه است گل ماتمین هندی  
 سیلاب خون دیده و آه و اینین هندی  
 غمگین شوید بهر حسین حزین هندی  
 بر رنم این جماعه منصوبه بین هندی

از کلب من بمرثیہ سید شہید      ابن چند بیت ریخت چو دُرِ شینِ ہند  
 رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضربح او      ناہست حُسنِ سبزہ بگیتی قرینِ ہند  
 سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت      قتلِ حُسنِ کرد پیرِ لعینِ ہند

## (۸۴) آصف - نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ

جلہ مادی او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و  
 جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ  
 شہاب الدین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی وارد ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ  
 و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اودھ  
 را با برادران محاربه پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریرہ آرائی  
 بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت  
 کل و بعد از ان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل  
 صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سزائستین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی بہت  
 بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکنده حیدر آباد بسیت و چہارم ربیع الاول  
 سنہ ثمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولہ توپ نقد جان نثار کرد۔

میر شہاب الدین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت  
 ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آواز  
 گشت و در فتح بیجا پور از بس ترددات نمایان بظہور رسانید۔ بقسم فقہ "فرزند  
 ارجمند" بر القاب سابق نوازش تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

مامور گشت - و در ایام حکومت گجرات سنه اثنین و عشرون و مائة و الف (۱۱۲۲) بعالم  
باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر  
قمر الدین است - و سال میلاد او سنه اثنین و ثمانین و الف (۱۰۸۲)

در ریگان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چهار ہزاری و خطاب  
چین قلیچ خان سرافراز - و در تسخیر قلعہ و اکنیکہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضا  
ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود - و بعد رحلت خلد مکان در تنازرع شاہزادہ  
سرشتہ احتیاط بدست آورده ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

و چون شاہ عالم سریر سلطنت آراستہ بخطاب خان دوران بہادر و صوبہ  
داری او دہ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقررے شد  
منتاز گردید - علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران  
بہادر" یافت - ۱۱۲۲ھ

نواب نظام الملک بہ کثر فرصت بنا بر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء  
قدیم از نوکری استغفا کردہ بہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد آمد و لباس درویشان  
پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معز الدین رسید  
بہ عنایت اصل منصب و خطاب سابق نواخت فقراء بے قید ہندوستان بر نواب  
نظام الملک طعنہ زدند کہ از خرقت درویشی برآمدہ بہ لباس دنیا در آمد - طریق  
این جماعت در یوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند  
غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد -

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت برآمد بخطاب نظام الملک بہادر



فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری مباہی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔  
 و چون ایالت دکن بہ امیرالامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب  
 بہ پایہ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد و تفویض یافت۔  
 و چون امیرالامرا از دکن بہ دارالخلافہ معاودت نمود و محمد فرخ سیر را  
 عزل کردہ پادشاہ نور بر تخت نشاند حکومت مالوا بہ نظام الملک مقرر ساخت  
 نواب نظام الملک بہ مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نمودہ  
 در سال دوم محمد شاہی مطابق سنہ اثنین و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۲) متوجہ  
 دکن گردید۔

وغرہ رجب عبور دریای نربدانمودہ قلعہ آسیر را از طالب خان و شہر برہان  
 پور را از محمد نور خان برہان پوری بہ صلح بہ دست آورد۔ امیرالامرا لشکر جبار  
 بہ سرداری سید دلاور خان بہ تعاقب فرستاد۔ نواب بہ طریق رجیع القہقری بمقابلہ  
 شتافتہ۔ در موضع حسن پور سرکار ہندیہ سیزدہم شعبان سال مذکور تلافی فریقین دست  
 داد۔ سید دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت بہ دارالسرور برآیند  
 عود فرمود۔ و ہنوز زخم جراحات رسیدگان التیام نیافتہ بود کہ سید عالم علی خان  
 برادر زادہ امیرالامرا نائب دکن تبارک کمر بست۔ و از خجستہ بنیاد اورنگ آباد  
 جلوریز جانب برہان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالا پور  
 از توابع صوبہ برار جنگی صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تہوری پاسے  
 جلادت افشردہ خون خود را بے محابا بر تخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ  
 آباد گردید۔

امیرالامرا بہ استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و  
 ربط ہندوستان از اکبر آباد جانب دارالخلافہ مرخص ساخت۔ و خود با پادشاہ قاکم

دکن گردید. چون قلم تقدیر بزوال دولت سادات باره رفته بود اعتمادالدوله  
محمد امین خان شخصه را مقرر کرد تا امیرالامرا را در عین سواری پالکی به خجردغا  
کشت و این حادثه ششم ذی الحجه سال مذکور در منزل توره واقع شد قطب‌الملک  
بوصول این خبر وحشت افزایکی از شاهزادها را از قلعه دارا الخلافه برآورده به سلطنت  
برداشت و فوجی فراهم آورده به مقابله شتافت. و بعد محاربه دستگیر گردید.  
چون نواب نظام‌الملک به نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر  
محمد امین خان قرار گرفت.

محمد امین خان پسر خواجه بهاء‌الدین است که برادر نواب عابد خان مذکور  
و قاضی بلده سمقند بود. محمد امین خان از عهد محمد فرخ سیزده‌شیکری دوم  
باستقلال داشت. و بطوریکه تخریر یافت بیایه وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد  
وزارت اجل فرصت نه داد. و در ایام معدود درگزشت.

نواب نظام‌الملک خود را از دکن به دارالخلافه رسانیده خلعت و تاج  
پوشید و خواست که قواعد خلعت‌مکان را که متروک شده بود بتازگی رواج دهد امراء  
خلیج العذار این را مغل مقاصد خود پنداشته مزاج پادشاه را از نواب نوعی  
منحرف ساختند

در همان ایام مطابق سنه خمس و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۵) آثاریغی از  
ناصیه حال حمیدقلی خان ناظم گجرات هوید گشت نواب بهادیب او مقرر گردید  
و به این تقریب امر نواب را از حضور برآوردند. چون نواب بمنزل جهابوہ  
قریب گجرات رسید حمیدقلی خان که بارادہ جنگ مسافتی طے کرده بود تاب  
مقاومت در خود ندیده خود را دیوانه قرار داد.

نواب به دارالخلافه عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبه داری مالو

و گجرات ضمیمه حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از اتفاق امر اخبار خاطر با افزودنی گرفت و در سه دست و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان که از سالها ناظم حیدر آباد بود مفوض گشت. و ملال پنهانی بدرجه اعلان رسید. نواب مخالفت هوای دارالخلافه با مزاج خود و موافقت هوا مراد آباد که پیشتر بحکومت آنجا پرداخته بود بهانه ساختن از پادشاه رخصت مراد آباد گرفت. و چند منزل طے کرده جلوعزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنه کوب خود را به دکن رسانید. مبارز خان به مقابله پیش آمد در سوادشکر کهره شصت کرده از اورنگ آباد فریقین بهم رسیدند. بیست و سیوم محرم سنه سبع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۷) جنگ عظیم واقع شد. مبارز خان بقتل رسید. و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت.

بعد ازین پادشاه به استمالت نواب کوشید. و همیشه با رسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت. و درین ایام نواب بخطاب آصف جاه بلند آوازه گردید. و در سنه خمسین و مائة و الف (۱۱۵۰) پادشاه بمبالغه تمام نواب را طلب حضور نمود. نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدوله ناصر جنگ بهاد را نائب دکن مقرر ساخته خود به دارالخلافه شتافت و شرف ملازمت پادشاه دریافت. فضل علی خان تارخ قدوم چنین در سلک نظم کشیده

صدشکر که ذات دین پناهی آمد      رونق ده ملک پادشاهی آمد  
تارخ رسیدنش بگوشم لطف      گفت آیت رحمت الهی آمد  
نواب هزار روپیه نقد و اسب با ساز نقره در وجه صلہ عنایت نمود

و بعد دو ماه از وصول دہلی پادشاه نواب را براسے تنبیه مرہتہ دکن رخصت فرمود. نواب چون به اکبر آباد رسید. از بعض وجوہ شارع متعارف جنوبی گذاشته

سمت شرقی روان گردید. و بر سر اتاوه و مکن پور مرور نموده زیر کاپلی دریای  
 جمن را عبور فرمود. و از انجارو به جنوب کرد. و بملک مالوا درآمد

فقیر در همین ایام عازم حرمین شریفین زادگاه الله کرامت شد و سیوم رجب  
 سال مذکور از بلگرام برآمد و از قنوج راه اکبر آباد گرفت بموکب نواب از قرب  
 قنوج متوجه کاپلی شد اما سر نهضت نواب به آن سمت معلوم نبود. بعد از آن که  
 فقیر سه منزل طی کرد خبر رسید که نواب از دریای جمن گذشته رو به دکن آورد و مجرد  
 وصول این خبر انبساط عجیبی دست داد که از غیب بدرقه راه بهم رسید. و طریق  
 اکبر آباد گذشته عنان بجانب کاپلی منعطف ساختم و نهم رجب بیست کرد و جنوبی  
 کاپلی وصول بموکب آصفجاهی اتفاق افتاد

نواب بعد طی منازل بشهر بهوپال از توابع صوبه مالوا رسید و فوج مرثیه  
 از دکن استقبال کرد. در ماه رمضان سال مسطور جنگهای صعب در سواد بهوپال  
 واقع شد. چون آمد آمد نادر شاه گرم بود. نواب مصالحه را صلاح وقت دیده  
 به دار الخلافه رجعت نمود.

چون نادر شاه استیلا یافت و گذشت آنچه گذشت نواب را نسبت به  
 سائر امرا و افرادان رعایت و مدارا می کرد. چون امیرالامراخان دوران در  
 جنگ نادر شاه جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادر شاه منصب امیرالامرائی  
 ضمیمه مراتب دیگر به نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادر شاه بحال ماند.

در سنه ثلث و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاه رخصت  
 دکن گرفت. و قطع مسافت نموده پرتو قدم بر سواد بریلان پور افگند. مغویان  
 نواب نظام الدوله ناصر جنگ را برین آوردند که سدر راه باید شده اکثر سرداران  
 و افواج دکن نخست عهد اتفاق بستند آخر به نظر نمک خوارگی نواب آصف جاه

در اقدام حرب تقاعد نمودند. نواب نظام الدوله زنګ فوج مشاهده کرده در روضه  
 شاه برهان الدین غریب گوشه عزلت گرفت. چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و  
 تنسیق ملک و نصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به اورنگ آباد رسید  
 نواب نظام الدوله به اندیشه آنکه مبادا آوینشی رود بد از روضه بقلعه مله میر رفت  
 نواب آصفجاه موافق قاعده مستمر در موسم بر اشکال افواج را با وطان و چراگاه  
 رخصت فرمود. و جریده در اورنگ آباد نشست. چون شیطان بعین راه زن  
 بنی آدم است تا بحدیکه نتایج انبیا را بزور تسویلات از راه می برد. و بمعارضه  
 قَالِ لِلّٰهِ اَنْتَ لَفِیْ ضَلٰلٍۭکَ الْقَدِیْمِ گستاخی سازد. نواب نظام الدوله به تحریک  
 واقع طلبان اراده اورنگ آباد مصمم ساخت. و قریب هفت هزار سوار فراهم  
 آورده بایلغار قریب اورنگ آباد رسید. نواب آصفجاه با هر قدر مردم که حاضر بودند  
 و توپخانه در سوادشهر جانب عیدگاه بمداغه قیام نمود. بیستم جمادی الاولی سنه  
 اربع و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانه  
 آصف جایی و ظلمت شام و تنگی وقت. فوج طرف ثانی از بهم پاشید نواب نظام الدوله  
 فیل را تاخته با معدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاه رسانید. و زخمی شده در  
 دست پدر و الا گهر افتاد.

نواب آصفجاه در سنه ست و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۴) که عزم به تسخیر ملک  
 کرمانتک بر لبست. و بعد وصول آن دیار اول قلعه ترچناپلی را که در دست مرهت  
 بود محاصره کرده مفتوح ساخت. و بعد از آن ملک ارکات را از قوم نوایت که  
 از مدتی آن الکرادر تصرف داشتند انتزاع نمود و حکومت آنجا به انورالدین خان  
 شهماست جنگ گویا موسی از جانب خود مقرر فرموده در سنه سبع و خمسین و مائة و الف  
 (۱۱۵۴) به نجسته بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ تسع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۹) قلعہ بالکنندہ از توابع حیدر آباد کہ  
در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصره در فرصت کمی مفتوح ساخت  
و در سنہ احدی و ستين و مائة و الف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از  
جانب کابل بہ شہر بھمان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد  
بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضرین سفر  
بود و برہان پور خبر رسید کہ احمد شاہ ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خوردہ راہ  
کابل گرفت۔

نواب آصفیہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست و ہفتم  
جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد بر آورد۔ و از استیلاء مرض در سواد شہر  
برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی  
الآخرہ وقت عصر سنہ احدی و ستين و مائة و الف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی  
برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریبی از خلق برخاست کہ زمین و زمان در لرزہ در  
آمد۔ امراء عظام جنازہ اش را دوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ و نماز ادا کرد  
بہ روضہ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہ روانہ ساختند۔ و پایان مرقد  
شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "متوجہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف فتیہ  
بر واقفان اسرار سلف ہوید است کہ در طبقہ سلاطین تیموریہ و طبقات پیشین  
امیر مے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب شش سال با یالت ممالک  
و کن پرداخت و قلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در  
تصرف داشت و فتوحاتے کہ کارنامہ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

و مستحقین را بہ خیرات و مبرات فراوان نواخت۔ از دفتر صدارت تحقیق نمودہ

شد که سه لکه روپیہ بدستخط او سوا سے انعامات بادشاہی درصوبجات دکن بطریق یومیہ  
و در ماہمہ بہار باب استحقاق می رسید۔ و سوامی این قریب یک لکه روپیہ بمردم حج  
رو و غیر ہم رعایت می فرمود۔

سادات و علما و مشائخ دیار عرب و ماوراءالنہر و خراسان و عراق عجم و  
ہندوستان آوازہ قدر دانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند۔ و در خور قسمت  
خطے از احسان عام اندوختند۔

فقیہ ابانواب آصفیہ صاحبہای مستوفی دست داد۔ در صحبت اول اتفاقاً  
ہندوئے بہ ارادہ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رشتہ  
کہ امیدوار نام است۔ فرمود نامی باید گذاشت کہ مشعر دین اسلام باشد فقیر گفتم  
مثلاً دین محمد۔ فرمود دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد۔ گفتم دین محمد  
ہر قدر زیادہ شود بہتر اللہم الصر من نصر دین محمد بسیار منبسط گشت  
و ہمین نام مقرر نمود۔

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتایج طبعش فراہم آمدہ۔ و قتی کہ  
بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد و تشریف آورد۔ فقیر در شاہجہان آباد  
بودم۔ زادہ طبع خود کہ ے

کی سوی چین میرود آن دست حنائی امروز کہ آئینہ گلزار بدست است  
برای انعام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدولہ و قاضی خان حضو  
معلی۔ علامہ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ  
مطلعش این است ے

تا حسن ترا مشعل انوار بدست است      مہ را ہمیشہ شب کا سہ گداوار بدست است  
نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید۔ محفوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میرقصیده دیگر در مدح نواب آصف جاه پیرداخته شبیه بموافقت نواب  
 امین الدوله نزد نواب آصف جاه رفت - نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد  
 و برابر خود بنیفاصله جاداد - و چون نسخه قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیده  
 اشاره بانشار قصیده کرد - هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجه تمام اصفا نمود و جوهر  
 تحسین افشاند - بعد استماع قصیده صله نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود - علامه  
 مرحوم موافق ضابطه قدیم خود نپذیرفتند - قصیده این است -

بهار آمد و اگر دینچه بند قبا	گره ز خاطر بلبل کشود فیض صبا
ز بسکه سبزه و گل در چین هجوم آورد	نسیم کرد بصد حیلہ جای خود را و
گرفت تهنوه بکف در پیاله یا قوت	برای شاہد نو روز لاله حمرا
به بین به لاله و تحریک غنچه دیر برگ	چو طوطی که ز منقار واکند پیرا
شکنج طره سنبل کند صید نظر	نگاه دیدہ نرگس فسون هوش ربا
دمید غمہ ز منقار بلبل خوشگو	چو گلبنی که از لبش گدگل رعنا
فروزد حسن چمن از سحاب گوهر بار	چنانچه شان وزارت ز عمده الوزا
نظام ملت و ملک افتخار اہل کرم	قوام دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک	که نقش ثنائی بہتر کشد نگار آرا
مشابہ کف او بحر چون تواند شد	که نقص جزر بود مذکور بقفا
حباب نیست کہ بحر از تشبہ کف او	کلاه فخر بیند اخت از خوشی بہوا
رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی	کز و سوال کند چون قلندر دریا
ز بیم کثرت جودش محیط ناله کند	گواه اوست برین بیم رعشہ اعضا
گرفت خضر بینی خرد ز دانش او	چنانکہ خلق ز جودش اصابع یسری
رسیدہ است بجای تقدس و آتش	کہ چون ملک بود از جنس انس ستی



چو اوندیده امیری مذهب الاخلاق  
 مثال روح مصور بود بپاکی ذات  
 چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر  
 صفای آینه را سے او بود چندان  
 کرم زدست گهر بار او بود ممنون  
 تعجب است ز شمشیر آتش افروزی  
 گره گره نبود نیزه عدو شکنش  
 گره نبرد بود همچو ابر صاعقه بار  
 هزار لشکر کز و مسند وزارت یافت  
 برسم جشن طرب چید بزم رنگینی  
 ترانه سنج ز مرغوله ساخت چو گلخانه  
 سپهر شد همه تن دیده تماشائی  
 بو تو رتا د تو توک دن چو چوک تو شوق چقدر  
 تو شوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پندو  
 محیط مدحیت اورا کرانه پیدا نیست  
 شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف  
 اَقُولُ وَفَّقَكَ اللَّهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ  
 اَدَامَ قَلَمُكَ فِي الْجَاهِ مَاسَةً لَا تَلَاكَ  
 فَانْتَ خَيْرُ ظَهِيْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ اللَّهُ هَرِ  
 قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِي إِلَهِنَا الْمُتَعَالِ  
 ز فضل گر گزوم تیغ و نیزه می گیرم

بعینک مه و مهران سپهر شپشت دو تا  
 نشان عقل مجسم بود به فهم و ذکا  
 چو گرم جوشی خلشش شود چمن پیرا  
 که می نماید از او آنچه رو دهد فردا  
 ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا  
 که جاعی تیغ کف است و کف است بحر عطا  
 که بند گشته در و جا بجا دل اعدا  
 کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب سا  
 همان که یافت تن عاذر از دم عیسی  
 که از تصویر آن خامه گشت شاخ جنا  
 ز بود گوی دل سامعان بحسن ادا  
 پی نظر او این محفل نشاط افزا  
 تو تو کچی تو لود تو توک بولدی نیشکر موند  
 قیور بقتلغ بولسون بلند قلدی نوا  
 بزور تیغی فلسی چون توان نمود شنا  
 کز اهل فضل و خوب است ز اهل فضل دعا  
 لَا يَنْتَظِمُ أَمْوِرًا إِلَّا نَامَ فِي الدُّنْيَا  
 وَشَدَّ أَمْرًا بِالْغَيْرِ مَا رَسَتْ عَمْرُو  
 وَأَنْتَ خَيْرُ لَصِيْرٍ لِرُضْرَةِ الضُّعْفَا  
 مَوْسِلِ عَرَبِيٍّ وَآلِهِ النَّجَبَا  
 که بر جلالت من شاید انداین دو گوا

ز دوا الفقار چو برهان قاطعی دارم  
 قلم نوشت برای وزارتش تاریخ  
 هزار و یکصد و سی و چهار نصیحت نشانه  
 نَظَمْتُ فِي الْحَرْبِ الْفَصِيحِ قَائِمًا  
 اسیس دے کے کسی ہندی مون یون سنیت  
 خرم و بخامہ عبد الجلیل کرد ارشاد  
 ملائک از پی آمین این دعا شدہ اند  
 ہمیشہ ہر روز ہم شاد و کامران باشند  
 بروز معرکہ فصیل نمایم این دعوی  
 وزیر کشور ہند آصف دوام ابقا  
 دو گونه جوہر تاریخ از و شود پیدا  
 حَتَّى وَكَلَّ مَرْتَدَ سَائِلِ الرَّبِّ لَنَا  
 رہے جگت مون اچل باس یہ وزیر سدا  
 کہ ختم کن بدعا این قصیدہ غرا  
 برنگ زر گسول گل چشم و گوش فوق سما  
 وی از وزارت و از وی وزارت علی

## (۸۵) آفتاب - نواب نظام الدلہ بہانا صرحنگ شہید رحمہ اللہ

امیرے بود دین پرور۔ عدالت گستر۔ غیور صاحب عزم۔ صف آرای بزم و زرم  
 در اجرای احکام شریعت غرا جہد وافی می نمود۔ و در فریاد رسی عاجز نا لان بے دست  
 پا توجہ تام می فرمود۔ در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت  
 و ہند کرسوا رخ سالقہ سلاطین اولوالعزم گوش مستعان را البریز در رمی ساخت  
 پایہ مشق سخن را بہ نتیجہ میرزا اصائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق  
 معانی و رموز یا بان لطائف سخندانہ نمیتوانستند را ہی بفرق تحقیق و تقلید کشود  
 از مبادی سن شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوا می تسخیر ممالک عظیمہ  
 در سر داشت۔ نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۰) حسب الطلب  
 محمد شاہ پادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت۔ در تق و فتق صوبجات و کن بسبیل

لہ نتائج الافکار صفحہ ۵۰ مطبوعہ مدراس ۱۸۷۳ء ۶۔

لہ آثار الامرا جلد سوم صفحہ ۸۲۸ مطبوعہ کلکتہ۔

نیابت به پسر والا گھر تفویض نمود۔ نواب نظام الدولہ در تنظیم و تنسیق امور مملکت امنیت بلاد و امصار و رفاه و فلاح عامہ خلأق تدابیر صائبہ و مساعی جمیلہ بظہور آورد۔ و بہ بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات و ضعیع و شریف منتسبان دولت عظمیٰ را مورد نوازش ساخت و عنیم مرہتہ را کہ در دکن تسلط بہم رسانیدہ و صوبہ مالوہ را بتصرف در آورده و تاحوالی و ہلی زیر وزیر ساختہ گوشمال واقعی داد و عرصہ دکن را از ترکناز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفیاء از دار الخلافہ دہلی الویہ توجہ بہ دکن برا فراخت مغویان نواب نظام الدولہ را بر سر مخالفت آوردند۔ و محاربہ بوقوع آمد نوعی کہ۔ (در ترجمہ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنہ خمس و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۵) نواب آصفیاء فرزند گرامی را از غناب بر آورد و در سنہ ثمان و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد اورا مورد نوازش فرمود و صوبہ داری اورنگ آباد تفویض نموده رخصت آن بلده ساخت۔

و در سنہ تسع و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۹) نواب آصفیاء از حیدر آباد بہ دہلی رسیدہ پسر از اورنگ آباد نزد خود طلبید۔ نواب نظام الدولہ خود را بجنور رسانید۔

نواب شہید ابتداء در ہمین سفر فقیر آلکلیف رفاقت نمود و در اسفار سے کہ پیش می آید بان خود داشت و بہ اختیار مفارقت رضانداد۔

القصد پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب و الکنکیر اخراش نمودند۔ از انجا نواب آصفیاء پسر را بطرف میسور رخصت فرمود کہ از راجہ میسور پیشکش بد آورد۔ و خود بہ اورنگ آباد مراجعت نمود۔ نواب شہید بعد وصول سرزنگ متن

کہ دارالاقامہ راجہ میسور است تحصیل پیشکش نمودہ خود را پیش پدر بہ اورنگ آباد  
 رسانید۔ و عنقریب پدر و پسر جانب دار السور بر ہان پور خرامیدند۔ نواب  
 آصفیہ در دار السور متوجہ دار السور شد و نواب نظام الدولہ مسند ایالت  
 دکن رازیہ وزینت بخشید۔ و از ہان پور بصبوہ اورنگ آباد کہ مقر خلافت  
 دکن است متوجہ گشت و ایام برشکال را در انجا بسر برد۔

درین اثنا احمد شاہ فرمان روای ہندوستان بجمت اصلاح امور سلطنت  
 کہ بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شدہ بود۔ شقہ طلب بہ خط  
 خاص نوشت

نواب باوصف موانع و مفاسد دکن و دوسواس بغی ہدایت محی الدین خان  
 دختر زادہ نواب آصفیہ کہ از عہد آصفیہ بہ حکومت رایچور و ادونی  
 پرداخت محض بہ امثال حکم ظل الہی و اصلاح کار ہای پادشاہی با فوج گران و  
 توپخانہ فراوان عازم ہندوستان شد۔ و تا دریای نریدر جلوریز خود را رسانید  
 درین ضمن شقہ دستخط خاص پادشاہ ناسخ عزیمت حضور ورود نمود و اخبار کمرشی  
 و بے اعتدالی ہدایت محی الدین خان نیز برسبیل تواتر رسید لہذا مراجعت  
 بہ اورنگ آباد نمودہ موسم برشکال در انجا گزرانید۔

درین فرصت حسین دوست خان عرف چند از رؤساء نوابت ارکات  
 بہ ہدایت محی الدین خان پیوستہ اورا بہ گرفتن ارکات تخریض نمودہ۔ ہدایت  
 محی الدین خان رو بہ ارکات آورد و در انجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن  
 بندر پہلجری بوساطت چند با فوج ہدایت محی الدین خان ملحق شدند۔ و  
 بہ اتفاق بر سرانور الدین خان شہامت جنگ گویا موسی کہ از وقت نواب  
 آصفیہ ناظم ارکات بود رفتند۔ شانزدہم شعبان سنہ اثنتین و ستین و مائت و

والف (۱۱۶۲) معرکه قتال آراسته شد بحسب تقدیر شهادت جنگ درجه شهادت یافت

نواب نظام الدوله بجزر ظهور این سانحه در صدد گردآوری افواج - و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصلح حرب گشته با هفتاد هزار سوار جزار و توپخانه بیشمار و یک لکه پیاده بعزم تنبیه باغیان لوای عزیمت افراخت - و تابندر پهلچری که پانصد گروه جریبی از خجسته بنیاد مسافت دارد - پاشنه کوب رسیده صف آرا میگردانید - بیست و هشتم ربیع الآخر سنه ثلث و ستین و مائت و الف (۱۱۶۳) تا سه پاس کامل آتش خانه فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار بیست و هفتم مننه فرنگیان از رعب و مهلبت محمدیان رو به هزیمت آوردند و هدایت محی الدین خان زنده بگیر آمد نواب به حکم لَا تَزَيِّبْ عَنْكُمْ الْيَوْمَ هِدَايَتِ محی الدین خان را زنده نگاه داشت و صاحبان و لشکریان او را قاطعیه از جان و مال امان بخشید دولت خواهان هر چند و پیشگاه نواب بدلائل قاطعه ثابت کردند که بقای هدایت محی الدین خان موجب همجان ماده فتنه است او را از میان باید برداشت - نواب ترحم را کار فرموده هرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاه داشته مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعیین نشت - تا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بفحوائی کُلُّ يَحْمِلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ احسان جان بخشی بر طاق نسیان گذاشته پنهان کمر بدخواهی چست بستند - و فرنگیان با وصف شکست فاحش هنوز مصدر انواع شورش و خیره سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشه فساد - توقف دران سرزمین واجب دانسته متوجه ارکات شد - و فوجی بمدافعه آن گروه باطل پشروه تعیین نمود - از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسیده و قلعه نصرت کده چنجی که پای تخت الکه کرنا تک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت و حمیت دین متین و مراعات رسم و آئین

ملک داری که تدارک هرامری باید فوراً بظهور رسیده عبرت افزای متمدنان گردد - باو شدت برشکال و مشاهده طوفان نوح - و صعوبت عبور و مرور - و انقطاع رسیدن خود بدولت متوجه تنبیه کفره فجر گشت - و یازدهم شوال سنه ثلث و ستین و مائت و الف (۱۱۶۳) از اَرَکات کوچ فرمود - و هفدهم ماه مذکور به اشاره درویشی از جمیع منشیات توبه کرد و تانفس و اسپین بر حالت توبه ماند -

از اینجا که فلک شعبده باز در هر جزو زمان نقشه تازه بر روی کار می آورد - سرداران افغانه که درین یساق ملازم رکاب بودند - با وصف شمول عنایات و انواع رعایات و حقوق پرورش مطلقاً پاس نک خوارگی ولی نعمت نداشته - و از قهر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیده به طمع ملک و مال باطناً با فرنگیان بے دین متفق و یکدل شدند - و جمعی از کافر نعمتان دیگر را هم ضمیمه ادبار خود ساختند - و جو اسپین خود فرستاد فرنگیان را که زیر قلعه چنجی اجتماعی داشتند بقصد شخون طلبیدند - شب هفدهم محرم بحساب پنجم سنه اربع و ستین و مائت و الف (۱۱۶۴) آخر شب رسیده یکایک جنگ انداختند

اگر افغانه بتقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعه که شرذمه قلیل بودند قدرت نداشتند که روبه لشکر اسلام آرند

هر چند بعضی دولت خواهان پیش ازین به نواب رسانیدند که افغانه بر سرر غدر انداز کمال صفائی طینت اعتبار نه کرد که من با ایشان چه بد کرده ام تا بحدی که در وقت جنگ فیل را جانب افغانه راند که به اتفاق اینها فرنگیان را باید برداشت همین که فیل نواب قریب فیل همت خان سردار افغانه رسید - نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسرگذاشت - از آن طرف آداب بجا بجا نیامد - چون صبح هنوز خوب ندیده بود نواب گمان کرد که مرا نشناخته اند - اندکی خود را در عمارتی بلند ساخت

در همان فرصت ہمت خان شخصی کہ در خواصی اولستہ بود تفنگہا معا سہر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینہ نواب رسید و کار آخر شد۔ افغنہ سہر نواب را بریدہ ہر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مردم لشکر آخر روز سر را باتن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانہ نجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ برہان الدین غریب نزد نواب آصفیہاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کردہ از پہلجری واقع شد۔ راقم الحروف گوید۔

نواب عدل گستر عالی جناب رفت      فرصت نہاد تیغ حوادث شتاب رفت  
در ہفتم ز ماہ محرم شہید شد      تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت  
در ان شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ و دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد در ان حال با عکس خود مکرر خطا کرد کہ امی میر احمد! خدا حافظ توست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دو گانہ نماز ادا کرد و سبجہ گردانان و ادعیہ خوانان بر نیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سرتاپا آہن می پوشید در ان شب مجز جامہ یک تہی ہیچ نہ پوشید و ہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت

نظام الدولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَيْنَ التَّوَمِّ وَالْيَقْظَةِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یکمین من است و دیگرے در بسیار۔ شخصتین بہ شخص بسیار گفت

كَيْفَ شَهَادَةُ نِظَامِ الدَّوْلَةِ اَوْ جَوَابِ دَاوَاتِهِ لَشَهِيدٍ ۚ وَاللّٰهُ لَعَنَ قَاتِلَاكَ ۝

چون با فاقه آدم شبیه که در خاطر راه یافته بود رفع شد - وصحت شهادت بیقین پیوست - باز بخاطر گذشت که تاریخچه برای شهادت این امیر فکر باید کرد - با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید به تغییر و تبدیل تاریخ شود - چون حسنا کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد -

حافظ محمد اسعد مذکور رحمه الله تعالی مولد او مکه معظمه است نزد شیخ تاج الدین مکی و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقه بے نظیر زمانه بود - و در استقامت دین و سلوک جاده شریعت جد و جهد تمام داشت - فقیر را اول در طائف با او ملاقات دست داد و بعد ورود دهند با هم صحبتها اتفاق افتاد

ذات بابرکات بود در روز جنگ افاعنه که شرح آن عنقریب می آید هفدهم شهر ربیع الاول روز یکشنبه وقت ظهر سه اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۲) به زخم چند تیر شربت شهادت چشید -

مدفن او میدان جنگ سرزمین لکریه پللی بفاصله یک فرسخ از موضع رکا چونتی و یک فرسخ از دره کمار کالوه که دره ایست مشهور در نواحی کرپه راقم الحروف گوید -

مَضَى حَبْرُنَا أَسْعَدَ الْأَتْقِيَا      أَلَا لَيْدِي مِثْلُهُ وَاحِدٌ  
لَقَدْ أَلْهَمَ اللَّهُ تَائِيحَهُ      قَضَى خُبْرَهُ عَالِمٌ مَّاجِدٌ

نواب نظام الدوله نوبته در ارکات بشکار آهوتی که موافق ضابطه قراولان رام کرده بودند تشریف فرمود آهور ازیر خیمه قریب مسند آورده نشاندند نواب با حُضْر مجلس خطاب کرد که این را شکار باید کرد با آزاد باید ساخت چون



خاطر مائل شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند که شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید چه باید کرد گفتقم نقلے بیاد آمدہ۔ اگر حکم شود التماس کنم۔ فرمود چیست گفتقم پادشاہے قتل اسیری حکم کرد۔ ضابطہ است کہ ہر گاہ شخصی رامی خواہند قتل رسانند استفسار سے کنند کہ اگر آرزوئے داشتہ باشی ظاہر کن۔ اگر امری ظاہری کند بجل می آرند۔ چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم کہ یک مرتبہ در مجلس سلطانی باریاب شوم۔ مرم بعرض پادشاہ رسانیدند درجہ قبول یافت۔ و اسیر را در بار گاہ حاضر ساختند۔ و استفسار کردند کہ عرضی داری گفت بخیر۔ وقتیکہ پادشاہ از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید کہ گنگارو واجب القتلہ اما حق صحبتے بر پادشاہ عالم ثابت کردہ ام پادشاہ ازین حسن ادا مسرور شد و اورا امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت بتا کردہ است۔ پیشتر ہر چہ مرضی مبارک باشد

نواب لب تہ بتشم شیرین کرد و آہورا ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت میسر را  
جلال اسیر حرف با مزہ می گوید

مژہ کباب آہو نمک خلاصی او اگر ازی مروت قدحے چشیدہ باشی  
شے در اورنگ آباد نواب سادات عرب را دعوت کرد۔ و دور قہوہ در میان آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت۔ یکے از سادات مدینہ منورہ خالی ذہن بانواب گفت الْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا چه میفرمایند گفتقم۔ غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادہ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فهمید۔ و بعد برخاست مجلس اداے شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہ فوراً بخاطر رساندید۔

روزے در عرض راہ فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و با ہم حرف داشتیم۔ حدیث جبل احد مذکور شد کہ هَذَا جَبَلٌ يَحْتَسِنُ وَ يُحِبُّهُ فَقِيرٌ

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ۛ  
 هُوَ نَاصِرُ الْإِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرَى      أَبْقَاهُ فِي الْعَيْشِ الْمَخْلَدِ رُبَّةُ  
 حَانِ الْمَنَاقِبِ وَالْمَا يَشْرُ كُلَّهَا      جَبَلُ الْوَقَارِ يُحِبُّنَا وَ يُحِبُّهُ  
 فقیر سوای این قطعہ عربی کہ بطریق اخلاص بر زبان گذشت و رباعی کہ در استغاثہ  
 سفر ج نسبت بہ نواب آصفیاء نظم شد لب بمرح دولتمندے مکشودہ - رباعی  
 این است ۛ

ای حامی دین محیط جود و احسان      حق داد ترا خطاب آصف شایان  
 او تخت بدرگاہ سلیمان آورد      تو آل نبی را بہ در کعبہ رسان  
 نواب شہید ذکاء طبع و سرعت اندیشہ بدرجہ کمال داشت - و در لمحہ غول طولانی  
 ابدار بنظم می آورد - روزے از علوم مزاج خود حرف زد کہ ہر گاہ غولی در زمین اُستاد فکر  
 کردہ مے شود دل می خواہد کہ قوافی تازہ بہم رسد - گفتیم قافیہ اجیر مشترک است اشتراک  
 قوافی ہیچ مضائقہ ندارد - بسیار شگفتہ شد -  
 دیوان ضخیمی دارد - بعد شہادت او شخصے دیوان اورا کشود سر صفحہ این مطلع  
 برآمد ۛ

گر تر خواہش قتل است بیا بسم اللہ      دم شمشیر تو و گردن ما بسم اللہ  
 و بیاد دارم کہ شبے غزلے مشق کرد و ہر گاہ در خانہ فکر می نشست اشعار ابداء  
 مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد کہ ۛ  
 از پنجہ اجل نہ ہر اسیم ہیچ گاہ      ماناف خود بہ تیغ شہادت بریدہ ایم  
 این چند بیت از و در خزانہ حافظ موجود بود ۛ

کدام گل بہ چین گوشہ نقاب شکست      کہ شبنم آیینہ بر روی آفتاب شکست  
 ای دل ز زلف یار مد میتوان گرفت      سر رشته ز عمر ابدے توان گرفت

گرنی خودی بمسکده فال سفر زنده از چشم مست یار بلد سے توان گرفت  
 ای شوخ هوئی ممکن تیرنگه را این ناوک بیداد بکار جگر سے کن  
 مرغجان خاطر جانان مزاج نازکی دایم تو گرا از حسن مغروری من از عشق تو مغروم  
 از گل گوشه دستار خود سے لرزد قید تازه نهالی است که من سے دایم  
 بعد شهادت نواب نظام الدوله - افغانه و نصاری هدایت محی الدین خان  
 را بسرداری برداشتند - و افغانه در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از  
 هدایت محی الدین خان نوشته گرفتند - هدایت محی الدین خان با افغانه پیوسته  
 رفت - و کپتان یعنی حاکم آبخارا ملاقات کرد و جمعی از سپاه نصاری همراه گرفته عازم  
 حیدر آباد شد - و بر سر راه کات عبور نموده در ملک افغانه درآمد - قضا و قدر  
 اسباب انتقام نواب نظام الدوله آماده ساخت - و در دل هدایت محی الدین خان  
 و افغانه غبار نفاق برانگیخت - روزی که در سرزمین لکرمیت پل میخمشد ناخوشی طنین  
 به اعلان رسید - و عائد پرخاش شد - از یک طرف هدایت محی الدین خان و  
 نصاری و از طرف دیگر افغانه مستعد شده صف آرای قتال گردیدند همت خان  
 و دیگر سرداران افغانه بقتل رسیدند - و کار هدایت محی الدین خان نیز بزرخم تیرے  
 که در حدقه چشم رسید آخر شد - اعیان لشکر نواب صلابت جنگ بن آصفجاء  
 را سردار ساختند - و سر همت خان و دیگر سرداران افغانه را بر نوک نیزه کرده و  
 شایه یانه نواخته داخل خیام گردیدند -

و این سال هجدهم ربیع الاول سنه اربع و ستین و مائه و الف (۱۱۶۴) واقع  
 شد - خون نواب شهید طرفه گیر افتاد که سانیکه با نواب شهید به دغا پیش آمدند - همه  
 به سزار رسیدند - و بعد شصت روز این همه قاتلان در آن واحد مقتول گردیدند  
 دیدی که خون ناحق پروانه شمع را چندان امان نداد که شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی هفدهم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان  
نشد. هژدهم آنهارا از معرکه برداشته در صحرای لق ودق مسکن وحوش و سباع روزانه  
دفن ساختند و تابوت نظام الدوله در همین تاریخ هژدهم بروضة مقدسه. و بعد شام  
در جوار اولیاء اللہ مدفون گردید.

سبحان اللہ نواب اول قاتلان خود را زیر زمین فرستاد و بعد ازان خود در کنار  
زمین آسود فاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

و هر جا در اثناء راه تابوت او را گزاشته اند. مردم مکانی ترتیب داده  
زیارت می کنند و نیازهای گزرانند. از اینجا است که برای انتقال او تاریخ دیگر  
”حسن خاتمه“ بر خاطر فقیر القاشد و در رشته نظم منسلک گردید که

نواب آفتاب جهان تاب معدلت      محشور با جناب حسین ابن فاطمه  
تاریخ خواستم ز برای شهادتش      ارشاد کرد پیر خرد - حسن خاتمه

از جمله سرداران افغانه که بانواب شهید طریق دغا پیمودند عبد المجید خان است  
که بدش عبد الکریم خان میانه از عمده امراء سلاطین بیجا پور بود. و اولاد او  
تا حال به حکومت بنکا پور و غیره از توابع کرناٹک می پردازند. عبد المجید خان پسر  
خود بهلول خان را به اتالیقی نصیب یا ور خان در رکاب نواب فرستاد اما باطناً  
پسر خود و دیگر سرداران افغانه را براه غدر دلالیت می کرد و منصوبه شطرنج دغا غائبانه  
می باخت.

و همت خان که نواب را به شهادت رسانید پسر الف خان بن ابراهیم خان بن  
خضر خان پنی است. خضر خان مدار کار عبد الکریم میانه مذکور بود. و او اود خان پنی که با  
امیرالامرا حسین علی خان بے وفائی کرد و جنگیده گشته شد پسر خضر خان است چون صو  
داری دکن در عهد شاه عالم به ذوالفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت و

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد۔ داؤد خان برادر خود ابراہیم خان را نیابت  
حیدر آبا و مقرر کرد۔ و چون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد  
ابراہیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت۔ از ان وقت کرنول در دست  
اولاد ابراہیم خان است۔

در جنگ انتقام ہمت خان و دیوان او امانت اللہ خان کہ تخم این ہمہ  
فساد کشتہ او بود و بہلول خان و نصیب یا ور خان و دیگر بدخواہان از طرفین  
بیاسا رسیدند۔ و چون لشکر بر سر کرنول آمد شہر را غارت کرد و اہل و عیال ہمت خان  
ہمہ بہ اسیری در آمدند۔ و از شامت علی کہ از ان بے ہمت صادر شد جان و مال آبرو  
ہمہ برباد رفت۔ حالت دنیا خود این است مآل عجبی چه خواہد بود۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ  
ظَلَمُوا أَيَّ مَقْلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

وحسین دوست خان عرف چندا ہم بہ تیغ انتقام مذبح شد و سرش بنوک  
نیزہ رسیدہ۔ تفسیر این مقال آنکہ محمد علی خان پسر انور الدین خان گویا موی بعد  
شہادت پدر قلعہ ترچنپلی را قائم کرد۔ چون طرہ پرچم را یات نواب نظام الدولہ  
عرصہ ارکات را معطر ساخت محمد علی خان آمدہ دولت ملازمت دریافت و بخطاب  
پدر مخاطب گشت۔ و بعد شہادت نواب نظام الدولہ پناہ بہ قلعہ ترچنپلی برد۔  
درین وقت ریاست ارکات بہ چند اکہ در پہلچری نشستہ بود عائد شد۔ و همان  
جماعہ نصاری فرانسس کہ بر نواب نظام الدولہ شہون آوردہ بودند ہمراہ گرفتہ  
بافوجی دیگر بر سر ترچنپلی رفت۔ انور الدین خان فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن  
دیوناپتن را با خود متفق ساختہ بمقابلہ برآمد۔ چندی آتش حرب شعلہ خیز بود۔ آخر  
انور الدین خان غالب آمد و چند ازندہ دستگیر شد و غرہ شعبان سنہ خمس و نشین

الحمد مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است کہ بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشتہ۔

و مائتہ و الف (۱۱۶۵) چند را را مذبح ساختند و سرش را بر نوک نیزه کرده تشہیر نمودند  
و همچنین سرداران فرانسس با قوم خود ہزار و یکصد فرنگی سفید پوست ولایت را سوا  
فرقہ کاروی زندہ دستگیر شدند

و بعد شہادت نواب نظام اللہ ولہ جماعتی کہ شہون آوردند۔ بیچ کس روی  
آسایش ندید و مال کارباین حالت کشید ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب  
اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ۔

## (۸۶) نصرت۔ دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوٹ از توابع لاہور۔  
میر عبدالعزیز پیر دلاور خان نوکر شاہزادہ داراشکوہ بود۔ بعد برہم  
خوردن داراشکوہ و آرایش یافتن اورنگ دارائی بہ خلد مکان درسلک نوکران  
خلد مکانی انخرط یافت و رفتہ رفتہ بمنصب دوہزاری و خطاب دلاور خان امتیاً  
پذیرفت

میر محمد منعم بادختر عنایت اللہ خان کشمیری کہ از امراء عالمگیری است  
از دواج یافت۔ و در عہد شاہ عالم مخاطب پیر مخاطب گشت۔

و چون صوبہ داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر بہ نواب نظام الملک  
مقرر گردید دلاور خان گزر رفاقت اورخت بہ دیار دکن کشید۔

و چون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افرخت دلاور  
خان را فوجداری را بچور از توابع بیجا پور تفویض نمود

و بعد زوال دولت سادات بارہہ و استقرار نواب نظام الملک در مالک

دکن بانواب بسرمی بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلاثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) بہ سر اُستان بقاخر امید و بر طبق

و وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

نام مرشد او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضہ شاہ

بُریان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطہ مختصرے و مسجد سنگینے وارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مزی

است این یوا قیت از ان معدن استخراج می شود۔

بسکہ می دارد چیا در پرده محبوب مرا دیدہ بیگانہ داند ہر مکتوب مرا

مژگان بہم نیاید و لدا ربی نقاب است کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نورے رود این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود

بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند چہ می شود دل مارا اگر ہما بخشند

نیست ممکن کہ برو بی تو دے خواب مرا می زند دست بہ پہلو دل بیتاب مرا

چشم پوشیدہ توان کرد سفر چہ قدر راہ فنا ہموار است

شیشہ ساعت بود آئینہ دنیا و دین گریکی آباد گردد دیگرے ویران شود

برز مینی کہ او بناز نشست خاک بر سر گر آسمان نشود

بعقبی رسیدیم از ترک دنیا نشد آنچه از دست از پشت پاشد

روز باری نمی آید زیاران دیدہ ام سایہ ہم ورزیر پاگم می شود وقت زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ سخن سخن معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جوایے

کشمیری است در شاہجہان آباد بصری برد۔ و در سنہ تسع و ثلاثین و مائتہ و الف (۱۱۳۹) پیمائے ہستی او بریز گردید۔ مورخی تاریخ و فاتش ازین مصرع بر آورد کہ  
 ”گنج معنی بود کہ دافلاک در زیر زمین“

شعلہ آوازش چنین می بالد

بہر حالت کہ می بینی ز عیب سرکشی پاکم      چو لای بادہ گرد عالم آبم ہمان خاکم  
 نہان کرد است صیاد من از راہ فسون بازی      چو تخم عشق بیچان دامہا در دانہ خالی

## (۸۸) گرامی - میرزا گرامی کشمیری

خلف و شاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری۔ رعنا طرز خوش مقالان است۔ و  
 کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان۔ در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ و بہ کہنہ  
 شراب نازہ گوئی دماغہا را می رسانید۔

وفاتش در سنہ ست و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئی  
 سال و فاتش درین مصرع ضبط می کند

”زندے عجبے ازین جہان رفت“

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد

خون عشاق بران گردن سیمین باشد      چون بیاضی کہ پر از معنی رنگین باشد  
 ہچو آن شمع کہ روشن می کند صد شمع را      سوختم تا در غم او عالمے را سوختم

## (۸۹) گلشن - شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہ

از فقراء شعر است۔ منشأ خیالات رنگین و مصدر اشارات دلنشین۔ از وشت  
 کدہ دنیا رم۔ و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت۔



و مرید شاہ گل متخلص بہ وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سہندی  
 بود قدس اللہ اسرارہم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبش بہ زبیر بن العوام صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ می پیوند و اسلام خان  
 کہ بہ وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیدہ از اجداد اوست  
 بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاہ یکی از اسلاف او از  
 گجرات بہ دارالسرور برہان پور نقل کرد۔ شیخ سعد اللہ از برہان پور برآمدہ  
 رحل اقامت بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد افگند۔ و بہ ارادہ سیاحت ہم برخواست  
 و وطن اجداد یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کردہ بہ شاہجہان آباد برگشت  
 و در بہمن مہربیت و یکم جمادی الاولیٰ سنہ احدی و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۱)  
 متوجہ روضہ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاہد سخن را باین رعنائی بر کرسی می نشاندہ  
 ہجتم خویش نگر سحر سامری این است      نظر بہ آئینہ کن شیشہ و پری این است  
 گشتم شہید تیغ تغافل کشیدنت      جانم زدست برد غزالانہ دیدنت

## (۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبہ خوشاب از اعمال لاہور  
 توطن داشتہ اند۔ پدرش الہ یار خان بہ صوبہ داری لاہور و تبتہ و ملتان رسید  
 و آخر سالہا بہ فوجداری غزنین تناعیت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عہد خلد مکان صوبہ دار تبتہ شد۔ یکتای امثال بود  
 و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نہایت جودت می نگاشت۔ و تصویر در کمال تخیلی  
 می کشید۔ و اقشام شعر بقدرت می گفت۔

در سنه تسعه عشر و مائت و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی صحبت مقصدانہ داشت۔ و نسخہء کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندہ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنہ سبع و اربعین و مائت و الف (۱۱۲۷) در قصبہ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعای مہربانے قطعہ تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیادہ را بحسن تعمیمہ بر آوردم۔

خان والا رتبہ احمد یار خان      ذات او آئینہ خلق عظیم  
در فنون فضل یکتای زمان      زادہ افکار او در یتیم  
کرد از معمورہ گیتی سفر      ماتم او ساخت دلہا را دو نیم  
چونکہ یکتا رفت۔ شد تاریخ او      جای احمد یار خان بزم نعیم  
شعوی متعدد و دارد مثل "گلدستہ حسن" و "شہر آشوب" و غیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن و ابا بد گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دو تا شدیم و قرار داد کہ با ہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت بر لب زد۔ ہر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضی درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سخن مزین گردانید۔

لہ ای ہر گاہ از مصرع تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بنیت دستخط کرده  
 برین معنی گواہیم آفرین ما که احمد یار خان یکتا ست یکتا  
 و دیگرے این مصراع ثبت نموده  
 ”گوهر یکتا ست احمد یار خان“

این چند بیت از ان غزل طرے است :-

تا خطش طرح جهانگیری کاؤسی رنجیت	لشکر زنگ چورومی بسر دوسی رنجیت
بامیدیکه شود جلوہ گر آن سرور و ان	خاک شد جبهہ و در راہ قدمبوسی رنجیت
سرمہ آلود نگاہی کہ بیاد م آمد	کہ سرشک شفقی از ترہ ام طوسی رنجیت
بر در بتکہ از نالہ زارم نا قوس	ہمہ تن اشک شد و در بر نا قوسی رنجیت
شمع از اشک بخش تو قلمون سوخت بہ بزم	جای شکش ہمہ خاکستر طاؤسی رنجیت
از بسکہ سراپا ز غم عشق تو دانم	چون کاغذ آتش زدہ یک شہر چراغم
چہ پرسی از سر و سامان من عمر سیت چون کا کل	سیہ بختم پریشان روزگارم خانہ بردشتم

## (۹۱) شہرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشہ - و اطباء حذاقت پیشہ است - اصلش عرب بود - در ایران  
 نشو و نما یافتہ - آخر سرے بہ ہند کشید - و در سرکار محمد اعظم شاہ بن خلد مکان بعنوان  
 طبابت نو کر شد - و در عہد شاہ عالم بہ اعزاز و احترام بسر می بُرد  
 و در زمان محمد فرخ سیر خطاب حکیم الممالک سر بلندی یافت - و در عصر محمد شاہ  
 احرام بیت اللہ بست و بعد ادای مناسک بدرگاہ خلافت معاودت نمود - و بمنصب  
 چہار ہزاری سراقخار بفلک چہارم رسانید -

وفاتش در شاهجهان آباد ماه ذی الحجه سنه تسع و اربعین و مائه و الف (۱۱۴۹)

اتفاق افتاد - محرر سطور گوید

بے نظیر زمانه شیخ حسین گوی معنی ز نکته سنجان بُرد

هاتفی از برای رحلت او سال تاریخ گفت - شهرت مُرد

منتخب از دیوانش بنظر رسید و از انجا بتحریر درآمده

کی برای مطلبه دل را منور ساختیم مالوجه اللہ این آئینه را پر داختیم

نه من شهرت ننهادم و نی نام می خواهم فلک گروا گزارد کینفس آرام میخوام

نالہ پنداشت که در سینه ما جانتنگ است رفت و برگشت سرا سیمه که دنیا تنگ است

ای گل سیر کوی تو جدا از وطنم کرد من خار تو بودم که برون از چنم کرد

صبح شتو ناد رفروغت روز عالم بگذرد کینفس دم را غنیمت ان که این هم بگذرد

مرا زلفت ز دام آزاد خواهد کرد می دانم ولی بعد از ربائی یاد خواهد کرد می دانم

مفلسی می آورد از یاد دستی حاتم هر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی

خواب گران مردم بیدار کرد ما را بد مستی عزیزان هشیار کرد ما را

در خرابیهای دل هرگز ندارم مهلت در شکست نقد قلب خود ندارم فرصت

پس از عمری که کردم بهیچ قمری خدمت سرک براتی دارم و بر عالم بالاست تنخواهش

غیر در بزم شکستم نکند پا قائم زانکه من خاصیت ریزه مینا دارم

بر یکدیگر زیادتی از بسکه می کنند این قوم نیستند ز این زیاد کم

به قاتل هم توان بخشید خون خویش گرمی نه کم از خا ظالم کسی را دشگیری کن

می رسد از بسکه پیش از من بعیب کار من دوسترم دارم از خود دشمنان خویش را

قطره من گرچه گوهر شد ز سعی روزگار کار آسان سخت شد از منت یاران مرا

اهل دولت غلط است اینک همه بی دردند هر کرا دیدم ازین طائفه آزاری داشت

ای کمی گوئی که از صحبت گریزانی چرا      در بساطم عرضاً کج کردنی کم مانده است  
 بغیر ظلم توقع مدار از ظالم      که نخل شعله اگر باری دهد شر است  
 کدام واسطه پروانه را به شمع رساند      برای مردم گم گشته خضر راه که دید

## (۹۲) ثنابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب به اسلام خان دوستی سفیدونی متخلص به  
 والا است که از امراء درگاه خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثنابت آسمان والا فطرتی۔ و سیار سپهر بلند فکرتی است۔ پایہ  
 فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعرنہمی و محاورہ دانی فرس استاد بے  
 نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چند گاہ در اردوی پادشاہی بتلاش  
 منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنابید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافت  
 شاہ جہان آباد منقطعانہ بسرے برد

و دوازدهم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۰) رخت زندگانی  
 بر بست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمع اقسام شعر استادانہ می گوید خصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش  
 حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخہ بدخطی بدست افتاد۔ و بہ مشقت تمام  
 این ابیات حاصل شدہ

تا تماشا ی دہانت کرد حیران غنچہ را      شاخ گل دستیت در زیر زرخدان غنچہ را  
 مرد ہر دم قطع اسباب معیشت مے کند      ہر چہ می افتد بدست تیغ قسمت مے کند  
 قسم بمصحف گل عندلیب باغ تو ام      برگ شمع کہ پروانہ چراغ تو ام  
 بند در قیاب پیش تو بر خود نیاز را      چون نامقید مے کہ گزارد نماز را

صد بار گرتوانی مانند نبض جستن      صورت نمی پذیرد از دست خلق رستن  
 صیاد بی مروت شوقِ پسیدم گشت      تا چند پاشکستن بر بال رشته بستن  
 بخانه نه نشستم بغیر خانه خویش      شدم بزرگ نگین سنگ آستانه خویش  
 غنی در آتش سوزان همیشه چون حمام      عذاب نمی کشد از پهلوی خزانه خویش  
 شمع افروخته را کس نفروشد ثابت      داغ و گرمی بازار ندارم چه کنم  
 این تیر خاکی نگه شرکین او      می جوید از مزار شهیدان نشان ما  
 چون ماهی تصویر که در آب بنقصد      در جلوه معشوق شود کم اثر ما  
 همچو کردی که بلند از اثر قافله شد      داد بر بار دنیا رفتن یاران ما  
 خواب دیدیم که آئینه معارض بتوشد      می کند صورت این واقعه حیران ما  
 شب نیم من خورده گل رانه بند در کمر      آبرو غافل ز فکر سیم وزر دارد مرا  
 یافتم از سلام مردم همد      سر سری بود آشنا بها  
 چشم بیمار ترا حاجت تعویذی نیست      هیکل ناخن شیر است صف مترکانت  
 نذر این یاران کنی گر خورده جان عزیز      خورده گیران بر نمی دارند داز کار خویش  
 چون گرسنگی نخواهم داشت چشم از قامت سبز      بود تا در سواد گلشن هندوستان جایم  
 هست چون سیم ربط عزیزان جهان      نیکی ماند ازین سلسله بر جانہ صدی  
 عکس رُخ تو آینه را رونم دهد      تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

### رباعی

در مملکتِ قدس شهنشاه حسین      بر اوج سپهر کبریا ماه حسین  
 برخاست کمر بسته پے دعوے حق      انگشت شهادت ید الله حسین

(۹۳) راج - میر محمد علی سیالکوٹی

از سادات سیالکوٹ من اعمال لاہور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود۔ و در شهر خود قلندرانه می گذرانید۔ و هنگامه سخنوری گرم می داشت  
 عمری درازیافت۔ گویند در منتهای عشره خامسه بعد مائت و الف (۱۱۰۰) مرحله زندگانی  
 طے کرد۔

فقیر دسہ سبج و اربعین و مائت و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود۔  
 و عبور بر سر لاهور افتاد۔ در آن ایام عزیزی از سیالکوٹ از صحبت او آمد  
 و خبر قدم فقیر شنیده رسم زیارت بجا آورد۔ و برخی از اشعار میره آورد و فقیر  
 ساخت از آن جمله است ۷

روز وصل از نیم حیران تو ام گریان گزشت      آه عید آمد پس از عمری و درباران گزشت  
 چه سان آموخت بیرحمانه بر فراق سر بستن      ز طفلی آن شکار افکن نمی داند کمر بستن  
 اگر با حق نیازی هست حاجت نیست تعمیری      ستون و سقف درویشان ہیں دست دعا باشد

## (۹۴) آفرین - فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاهور سکونت داشت۔ راقم الحروف رقتی که از ہند  
 جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مائت و الف (۱۱۴۳)  
 در لاهور با او برخورد۔ بسیار خوش خلق متواضع بود۔ در آن ایام قصہ ہیر  
 و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند۔ این بیت از قسمیہ بیاد مانده  
 بعبان یتیمی تمنا نورد      کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمود و ہفتم رجب سنہ سبج و اربعین و مائت  
 و الف (۱۱۴۷) وارد لاهور شدم و تا دوازدهم ماہ مذکور در اینجا اقامت اتفاق  
 افتاد۔ ملاقات مشاء الیہ برات واقع شد۔ مسودہ اول تذکرہ ”ید بیضا“  
 تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ خواہ گرفت۔ و از منظومات خود مثنوی ”انبان

معرفت بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود- عنوانش این است -

ای مُغنی به وضوے تجرید صبح شد صُبح نماز توحید

صبح یعنی که ظهورش همه جا است شش جهت بعد چو خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد- و این چند بیت فرا گرفته شده

ستم بر زیر دستان مرد سرکش را خطر دارد فلک را شیوۀ عاجز کشتی زیر وزبر دارد

شبه سپاه تغافل پی صف آرائی است نقیب ناله صدائی که اشک مجرائی است

هنوز حسن تو نو مشق جلوه پیرائی است هنوز اول درس کتاب رعنائی است

هنوز چشمه نوش تو بوی شیر دهد هنوز لعل لببت غافل از مسیحائی است

هنوز سر و قدرت گرچه کرد آغوش است هنوز لعل تشکر خادر آستین خائی است

هنوز دامن حسنت ز صبح پاکتر است هنوز ماه تو ایمن ز داغ رسوائی است

نهال مهر و وفا تا چه بارے بندد بهار حسن ترا آفرین تماشاائی است

بقدر تاب و طاقت مگذر از نسکین محتاجان نداری قوت دست کرم دست دعا بکشا

حسن را در اضطراب آرد شکوه عجز عشق شمع می لرزد بخود از شونخه پروا نها

گل آفت بود در ناتوانی خود نما بودن عروج شاخ نازک در غل دارد تنزل را

داغ دل افتادگان از غیب باشد رونق شد کشف این معنی مرا از قرعه رسالها

هست کار عاشقان بعد از فنا هم جذب دوست تشنگی بسیار دارد آنکه ماهی خورده است

بروز هزل زبردست من شود حاسد چنانکه طفل پدر را نمخذه زیر کند

تجدد حجت قاطع بود صاحب کمالے را قبای بنیضه بر تن می در دمرغی که کامل شد

مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست عرب مصحف ز دست انداز طفلان کم نشد

ذلت بود نتیجه آمیزش خیس+ برگرد می زنند و نمند چوب می خورد



بامید محقق مے پرستم ہر مزدور را ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعموری

## (۹۵) روحی سید جعفر زنبیر لوری

زنبیر بر اہل محلہ در اول و آخر و نون و باء موحده و یای تختانی بروزن زنجیر  
تصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلہ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ و سید محمود  
حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہمند را بہر تو قدوم خود روشن  
ساخت۔ و در تصبہ جا لیسرا از مضافات آگرہ متوطن گردید و یکی از احفاد سید  
محمود بتقریبی در موضع زنبیر لور وارد شد و در حل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرہ نشیوخ عثمانی بلگرام کہ خدا شد۔ سید مے پاک نژاد صوفی مشرب  
بود۔ و در توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتها سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی  
قدس سرہ را خدمت کرد و فیضہا فراہم آورد۔ اکثر از زنبیر لور بدار السلام بلگرام  
کہ چہار منزل است برای ادراک صحبت سید العارفین قدس سرہ مے رسید و  
غنجہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

و در عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف بُرد۔ و چند ہی بسیر آن مہر  
جامع پرداخت و با صاحب طبعان آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ  
تعالی صحبت داشت۔

در اواخر عمر سالہا در بلدہ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا و توکل کشید۔ و عرض  
عمر ابطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار با و گردیدہ بودند و از روی اعتقاد  
صادق خدمت بجائے آوردند۔

فقیر و آن مرحوم با ہم محبت مفراط داشتیم۔ و دوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخرین است که در تاریخ ہر دہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مائتہ و  
الف (۱۱۴۸) عبور فقیر لکھنؤ و نزول در تکیہ ایشان اتفاق افتاد۔ آن روز  
در انجاء مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا متین اصفہانی و آقا  
عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبر آبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی  
زنگین گزشت۔

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع و خمسين و مائتہ و الف (۱۱۵۴) بخط اتر قدس  
انس گرفت۔ و در زنجیر پور مدفون گردید۔ کاتب الحروف گوید ے

سید نکتہ سنج حق آگاہ کرد آہنگ بزم سبوح  
سال تاریخ او شود پیدا وقت تکرار۔ جعفر روے

۵ ۷ ۷  
۱۱ ۵ ۴

دیوان مخفّری دارد این چند بیت از انجاء بقلم می آید ے

سیر نزول ذات بانسان رسید و ماند	چون وحی آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند
گشت چشتم تو ولی فتنہ قامت باقی است	نیست آرام ببردن کہ قیامت باقی است
اسیر فلسفی می دارد استغنا ہنرور را	کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را
از عدم بیداری دل بہت رہ آورد ما	آب چشتم خفتگان چون صبح باشد کرد ما
چو ماہ نو کند جذبہ حسن است ہر مویم	بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
ز فیض مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را	لباس غیر عریانی نہ زید لعل و گوہر را
عینکم شد و جهان پردہ یک راز نماند	سنگ گرسد رہم گشت نگہ باز نہ ماند
صاحب دل از شکوہ حرف و صوتم محرم است	چون سویا نقطہ شعر سواد اعظم است
کے رو سیاہ کردم از منت سوادے	حرفم ز خود تراود چون خامہ فرنگی
شگفتہ جہہ کدام آفتاب ے آید	کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست

## (۹۴) اُمید-قزلباش خان بهمانی

نام اصلی او میرزا محمد رضا است - در عنفوان جوانی از بهمان به اصفهان آمد و با میرزا طاهر وحید نسبت تلذ درست کرد

در عهد خلد مکان به هندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و در عهد شاه عالم بختاب قزلباش خان سرفراز گردید - و در زمان محمد معزالدین بتقریب خدمت به دارالسور برهان پور آمد - و در ایام ایالت امیرالامرا سید حسین علی خان از خدمت که در برهان پور داشت معزول شده به نجسته بنیاد رسید و بداروغی احشام کرناٹک مامور گردید - و باین تقریب به ارکات رفت و بعد چندگاه رفانت مبارز خان ناظم حیدرآباد اختیار کرد - و روز جنگ با مبارز خان حاضر بود - بعد گشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاہ افتاد - و غولے طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت - نواب شفقت فرمود - و به مزید عنایت و بحالی جایگزین مرہے بر حراحت گذاشت - و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناٹک که الماس از سواحل دریای کشنا برآورده در انجا درست می سازند - تفویض فرمود - قزلباش خان بعد چندی رخصت حرمین شریفین گرفت - و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود - نواب آصف جاہ بدستور سابق مورد الطاف ساخت - و چون نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مائت و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود - درین سفر فقیرا با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق افتاد - خوش خلق و نگین صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت نہ ابودن خوب می دانست و می گفت

و چون نواب آصف جاہ از سفر بھوپال بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت و از آن وقت در دار الخلافه بار اقامت کشید  
 و در سنه تسع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۹) در انجا جهان فانی را وداع نمود و محرر  
 اوراق گوید

خان سخن گستر سحر آفرین رخت سفر بست ازین خاکدان  
 سال وفاتش دل نالان من یافته- جان داده قزلباش خان  
 از و منقول است که روزی پیش ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر شکایت از  
 دست روزگار کردم- ذوالفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا  
 نواب صاحب بی من می خورند-

این چند بیت از دیوانش نقل افتاده

زمانه بر سر جگ است یا علی مددے و گر چه وقت درنگ است یا علی مددے  
 روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من یکشب اگر تو هم بنشین بر روز من  
 خوشا وقتی که می بالید از جانان برود و شوم برنگ ماه نو هر شام پرمی گشت آغو شوم  
 گشت روگردان ز بس آبادی از ویرانه ام چون کمان حلقه بیرون شد درون خانه ام  
 خدانا کرده اند و همت چرا از دوستان باشد شنیدم کفتم داری نصیب دشمنان باشد  
 بدشمن دوست- با من سرگرانی بار با گفتم نمی خواهم چنین باشی تو می خواهی چنان باشد  
 بسا کشاد که در بستگی شود ظا هر کلید روزی استاد فضل گرت فضل است  
 سر هم نشلی بطالم هست بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر- شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زاده شیخ محمد افضل اله آبادی است قدس سره  
 اسرارها نخست احوال این دونیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پر تو می اندازد و سواد

کتاب را به لوا مع انوار برکات معموری سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہ سر حلقہ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی  
است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت و کوکب درمی اوج ہدایت بود و فضائل  
صوری و معنوی فراہم داشت۔ نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتهی می شود  
و غیر بنی الخلفاست۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان و ثلاثین و الف (۱۰۳۸) دست  
داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضی امصار تنقل و ترحل نمود و نزد قاضی  
محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود و قضاء بلدہ مذکور داشت۔ و  
از شاگردان ملا عبد السلام دیوہ است و مولانا نور الدین جعفر جونپوری و دیگر فضلا  
عصر تلہذ کرد۔ و در فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ و در عمر بیست و پنج سالگی بہ سعادت  
ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہ فائز گشت و نعمت و برکت محمدیہ فراوان اندوخت  
و بہ اجازت و خلافت مستحق گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارہ پیر در الہ آباد محل  
اقامت افگند۔ و بہ تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالی قبول خاص عام  
عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔  
تصانیف عربی و فارسی و افراد از انجملہ حل ثنوی مولانا روم بین الجمهور  
مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع و عشرين و مائتہ و الف (۱۱۲۴) بہ عالم  
علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد وینرا و یتبرک بہ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادہ حقیقی و داماد و  
سجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت و طریقت

بود۔ وجوہ سیراب در دامن در یوزہ گران کوچہ طلب می رخت  
 درس دوازده سالگی نہال استعدادش تربیت عم بزرگوار نشو و نمایافت۔ و از  
 بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگزید و تانہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ  
 نمود۔ و مدتہا مدارج سلوک در نور دید۔ و بشرق کمال و تکمیل عروج فرمود و بخلافت و  
 دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت۔ و بعد از تحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت  
 و قبولی عظیم یافت و خارق عادات بسیار سرزد و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و در کشف  
 مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است  
 جلی بر علوفطرت و کمال تبھر۔

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۲)  
 در جوار رحمت آسودہ آیہ کریمہ ”لَقَدْ مَحْضَى“ تارخ است۔ مرقد مطہر در پہلوی قبر  
 شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ زَیْبِ سَجَادَہِ ابوبین و فرع آسمان سہی  
 اصلین طیبین است۔ صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ۔ اساس حکم مدارج علیا  
 قیاس منتج ولایت کبری۔ میزان عدل نقلیات۔ برہان نقد عقلیات۔ تشریح بدرجہ  
 کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعذیل قسطاس شریعت می گماشت۔ بسیار کشادہ دست  
 شکفتہ پیشانی بود مفتوح ذخیرہ نئے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدار بلخ مے  
 نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید۔ در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ او مے  
 پیوستند۔ شیخ از ماکولات و ملبوسات خیر ہم مے گرفت۔ و دامادی کہ عامہ رفتار اطعام  
 بہم مے رسید خود بہ اکل تنہا مے پرداخت۔

از غنفوان شعور بخد مت والد ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود۔ و  
 کتب تحصیل مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود۔ جو ہر فہم و ذکاوت  
او از بس عالی افتادہ بود و در مقامات غامضہ علمی بسرعت تمام ترمی رسید۔

جدا مجدش شیخ محمد افضل اوراد صغیر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحیی  
کرد۔ مشائرا الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد از تبحر  
والد ماجد جا نشین گشت۔

قد حد و سنہ اربع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۲) والد فقیر بانواب مبارک الملک  
سرہند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان و قبائل را از  
بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ آتھا  
و ارتباط بدرجہ کمال شد۔ و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف  
(۱۱۴۷) از کشور سندھ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت  
خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام و بستگی  
تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلکہ بہ مجالست و موانست این اکابر و محظوظان فرگشت۔  
والحال آن عہود جمعی بیاد می آید و ناخن حسرتی بردل می زند۔

و عمدہ ہمت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلہ جانبین بحفرت  
سید محمد کاپوی قدس سرہ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث  
در مدینہ منورہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و محمد و منا شیخ محمد حیات السندی  
المدنی قدس سرہ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مائتہ و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین  
شریفین شد و در سنہ خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال را تم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا با انجام رسانید  
نوزدہم محرم سنہ احدى و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشائراً الیہ درجہ تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جهازی کہ دوروز پیش از  
جهاز ما رسیدہ بود استماع یافتہ بر لب دریا چشم در راه انتظار داشت۔ بجز نزول  
از کشتی ہم آغوش ملاقات شدیم طرفہ سروری دست داد و کلفتہای غربت بیکبار رخت  
سفر بست از جدہ باتفاق بکمر رسیدیم و دیدہ نیاز بر آستان رب العزت تعالیٰ  
شانہ مالیدیم۔

مشائراً الیہ (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنہ احدی و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۱)  
بر جهازی کہ راقم الحروف رفتہ بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ الیچ  
و خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۲) کثرت ثانی داعیہ حریم شریفین مصمم ساخت۔ و  
رخت کوچ از الہ آباد بر بست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادہ حریم شریفین  
کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست و چہارم محرم سنہ خمس و  
خمسین و مائتہ و الف (۱۱۵۵) در کشتی نشستند ناگاہ در ان بحر پر شور جهازات قوم  
مرہتہ و کن کہ از چندی بندر لسی را از دست فرنگیان انتزاع نمودہ در دریا قطع  
طریق شعار ساختہ اند نمودار شد۔ بیست و نہم محرم سنہ خمس و خمسین و مائتہ و الف  
(۱۱۵۵) وقت صبح بضر تو بہا آتش حرب اشتعال گرفت۔ ہنگام نماز عصر گولہ  
توپ تختہای بسیار مقابل یکدیگر سودا خ کرده بہ سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر  
مکتوبے بہ فقیر فرستاد در انجامی نویسد کہ :-

”میر غلام حسن چون مرغ نیم بھل در حرکت شدند گفتم میر صاحب شما شہید شدید کلمہ بخوانید۔

”ما ہم اگر قسمت است بشما ملحق می شویم۔ بہای شریف ایشان در حرکت بود۔ چون در اجل

”موعود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید می شدم کہ کلمہ بخوانید۔ اول سخن کہ از ایشان ہرزہ

”این بود کہ می خوانم و بہ این نہج می خوانم لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى



”علیہ وسلم گفتم بخوانید یمن بکارے آید۔ باز گفتند خوب شدہ آنچه شد و پرسیدند امروز  
 ”کدام روز است گفتم پنجشنبہ۔ متبسم شدند۔ غالباً بیا حدیثے کہ در فضل موت روز جمعہ و شب  
 ”آن وارد شدہ و تبسم آمدند۔ والا کدام وقت تبسم بود۔ باز گفتند من نماز عصر بخواندہ ام مرا  
 ”تیمم سازید۔ بہ تیمم نماز عصر بر پشت غلطیدہ خواندند و بدستور مغرب و عشا۔ تمام شب پیش  
 ”ایشان نشستہ بودم کلمہ می خواندند۔ در میان حرفے ہم می گفتند۔ یک یک رفتار طلبیدہ  
 ”استغفار کردند و کلمہ خوانان شب را با آخر رسانیدند۔ ہرگز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد۔  
 ”می گفتند ہرگز اثر درد معلوم نمی شود۔ مزاجی کہ سابق داشتہ دارم این چگونہ زخم است  
 ”کہ اثرے از شدت سكرات با این زخم جگر دوز نیست۔ وقت صبح کہ بہ نماز برخاستہ ایشان  
 ”را آشنا نیافتم۔ بعد از نماز دیدم انتقال روح شدہ است اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ  
 ”در عرشہ کشتی غسل دادہ و تکفین نمودہ و نماز خواندہ بدریا سپردیم۔ با وجود آنکہ آب ساکن بود  
 ”و ہوا غیر متحرک۔ جثہ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت۔ تا بدن مبارک ایشان بر جہاز  
 ”بود و جہہ جہاز بجانب مکہ معظمہ بود۔ بعد از ان علیم جہاز را قابض گردیدند و رخسہ شدن میر غلام حسن  
 ”روز پنجشنبہ و انقطاع نفس روز جمعہ سلخ محرم سنہ خمس و خمسين و مائۃ و الف (۱۱۵۵)  
 ”انتهی المکتوب ملخصاً۔

میرزا عنایت اللہ بیگ اندھانی متخلص بہ راجی این مصراع تاریخ یافتہ

”شہید شد بہ رۃ کعبہ سید سندم“

و محرر کلمات شرارے از آتش کردہ دل بیرون مے دہد بہ راجی

تارِ نفسم گستہ شورم بردند بازوی مرا شکستہ زورم بردند

داع است دلم کہ رفت نورِ بصرم نام بگذاشتند و نورم بردند

از ظہور این سانچہ شگرف عبرتے دست داد و برائی العین مشاہدہ افتاد کہ بخت عین

ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت۔ و بے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صیدی نتواند انداخت - برادر شهید با سامان طریق و فراوان رفیق جاده پیمایش و  
 بنده تن تنها بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا و دنیہ رنگی قدرت تماشا باید کرد  
 کہ طوفان حوادث خاک اورا بر باد فنا داد - و بدرقہ عنایت سرمدی بنده را در آغوش  
 امن و امان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد الحمد للہ والمنہ برادر شهید اگرچہ  
 بہ منزل نارسیدہ غریق لجہ فنا شد اما در حقیقت چست تر بہ منزل رسید و شاہد مقصود بہ روجہ  
 اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ -

و حضرت لسان الغیب قدس سرہ فرماید :

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید      یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید  
 و دیگرے سر آید

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم      ترا یادست من یا خون من و گردن است  
 ازین دو صورت اول نصیب باشد و ثانی نصیب شهید مرحوم - و اورا رتبہ دیگر عظیم تر  
 حاصل گشت یعنی سرخ روی بجز شہادت کہ شرف این رتبہ حاجت بشرح ندارد

القصد بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلین  
 گرفتہ بہ بندر بسی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر رحم کردند کہ سوارے از  
 جانب خود داده از بسی بسورت رسانیدند - و اشیاء و اسباب ایشان را جز صندوق  
 کتب ہمہ را بتصرف آوردند - شیخ محمد فاخر بانظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در  
 ماہ صفر سنہ ست و خمسين و مائت و الف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست - قضا را  
 جہاز بہ تباہی شد - و بہ کنار بندر مخا رسید - شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم  
 کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید - و بیست و دوم رمضان سنہ ست و خمسين و مائت و الف  
 (۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد - و ہم دین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند۔ دریافت۔ و در سنہ تسع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۹) یازبہ ہندوستان  
عطف عنان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید  
برادر فضا ئل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ :-

”شیخ محمد فخر در رجب سنہ تسع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف  
آوردند۔ فقیر از ملاقات مسرتما حاصل شد و بعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم  
”و بعید از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہ و تعالیٰ صادق ہر آمد۔ و میرزا خان جہان  
”عظم از ملاقات ایشان بسیار مخطوط شدند و با ہم صحبتا گذشت ششم رمضان سال مذکور  
”نقل مکان بخانہ فقیر کردند ہشتم مندرخت کوچ بر بستند و در بہین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند  
”و بیست و سیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین و مائة و الف (۱۱۶۰) از  
راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرسے بحرین کشد۔ و در  
عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بند  
ہو گلی بر جہاز نشست۔ تضار مسافت چند روز قطع کردہ چو بے از جہاز شکست  
سہ ماہ جہاز در دریای تباہی ماند آخر الامر بہ موضع چانگام کہ منتهای دیار شرقی  
عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم بر شکال سہ چہار ماہ در چانگام  
گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سر راہ نذر  
فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصد شاہ جہان آباد کرد  
و بیست و پنجم رمضان سنہ ثنتین و ستین و مائة و الف (۱۱۶۲) و اصل آن شہر  
شد۔ و چندی بہ اقامت آنجا پرداخت و باز نطق ہمت بزیارت حرین شریفین بر  
بست۔ و محض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ و غرہ شعبان  
سنہ اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۳) از شاہ جہان آباد روانہ شد و پنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک ناتوان بین فرصت نہاد کہ بہ رویت  
یکدیگر کہنے تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نرید بیماری سرسام اور اعراض شد۔ و پس  
از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت و یازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق  
سنہ اربع و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۲) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت  
تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید"  
است و تاریخ انتقال "زوال خورشید" عمرش چہل و چہار سال۔

در حالت مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف  
قدس سرہ در کمال تشرع بودند و بر مرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل  
نہی آید مراد جوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند  
واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال و درایام شہاب ازین عالم رحلت کرد و داغ  
مفارت بر دل یاران گذاشت۔ پھر ہواہ اگر عمر ہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات  
قدسی صفات ہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ :-

"بسیارے از کبراء دین را مشاهده نمود بعد از یازدہ ضد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد ناخ  
است موافق کتاب و سنت دریافتہ۔

و نیز قول میرزا است کہ :-

"بسا ارباب کمال را برخوردیم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدیم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فرار گرفته شدہ

بباغ عاشقی از میوہ و گل نیست سامانے      کنم بادام و زنگس را فدائے چشم گریانی  
آئینہ با صفائی زحت رو گرفته است      گل پیش آن دہن دہن بو گرفته است

دارم دے کہ بروم تیغ ست راہ او      مژگان چشم یار بود سیر گاہ او  
 بر میان بر زودہ دامان ز کجائے آئی      مرحبا گر بشکار دل ما می آئی  
 حُب دنیا می فرسید خاطر افسردہ را      گوشمالی می دہد رویاہ شیر مُردہ را  
 مور را در خم زلف تو بہ بیند مارے      عینک داغ دلم از چہ کلان بین شدہ است  
 مرا از آمد و رفت نفس روشن شد این معنی      کہ اقبال جہان در دم زدن ادبار می گردد  
 دنیا عزیز کردہ دنیا طلب بود      از التفات شوی بود قدر زن بلند  
 کنند گور پرستان زیارت زاہد      کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است  
 بعد مردن نیز بارم نیست بر دوش کسے      ہچو زنگ گل عدم پیایم از پرواز خویش  
 در گلستانی کہ مارنگ تماشا رہنختیم      آسمان یکبال بر ہم خوردہ طاؤس بود

### رباعی

تا پیرو چار یار اختیار نہ      از چار اصول دین خبر دار نہ  
 در طبع تو این چہار عنصر با ہم      تاہست با اعتدال - بیمار نہ

### رباعی

گرتن بہ بلا ہای قضا نتوان داد      از کف سر رشتہ رضا نتوان داد  
 در ہر چہ نشد مگو چنین بایستے      تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

## (۹۸) فصل - شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است - کسب کمالات از حاشیہ محفل والہ اللہ  
 خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرار ہما نمود - و از علوم  
 صوری و معنوی بہرہ وافر اندوخت -

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل اورا در خورد سالی مرید گرفت - و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ و بعد فوت پدر والا گھر بر مسند آباء کرام مرجع نشست۔  
و طریقہ انیقہ اسلاف را با ہتمام تمام نگاہبانی فرمود۔

نیمابین فقیر و او اخلاص خاصے بود۔ حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ  
انگن از پاد افتاد و این حادثہ بیست و یکم جمادی الاولیٰ روز چہارشنبہ وقت نماز مغرب  
سنہ ثلث و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورہ شیخ محمد افضل  
جد خودش مدفون گردید۔

مسودہ اوراق در تاریخ وفات مشائرا الیہ و شیخ اسد اللہ غالب کہ ذکر شری  
آید۔ مے گوید۔

افضلی شیخ کامل و غائب	آرمیند در ریاض ارم
سال تاریخ گفت غمزدہ	آہ رفتند ہر دو زمین عالم
ذکاء ذہن بدرجہ کمال داشت و شعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است	چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
ز اہد از خلوت نشینی فکر صید عام کرد	چون نگین در حلقہ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعرا و مشہور تر گردد	کہ صافی تر کند گزوی بیتمی آب گوہر را
لب گزیدہ اغیار را چہ بوسہ زخم	عقیق کندہ نام دگر چہ کار آید

## (۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

دختر زادہ شیخ محمد افضل الہ آبادی است و برادر خالہ زادہ شیخ محمد ناصر افضل  
صلش از جوپور است۔ جد کلانش سجاوہ نشین شیخ محمد افضل جوپوری استاد  
علامتہ العصر ملا محمود جوپوری بود۔ غالب بانساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان  
صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامہ سخن ریز را بہ نشر اندیشہ مے کشود۔

وقتیکه راقم الحروف از دیار سنده بولایت هند معاودت نمود۔ مقارن طلوع هلال  
رمضان المبارک سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔

مشاء الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستادے

چون کرد و زود سوی من یار سعید      فی الحال مہ نوبلک گشت پدید  
از بسکہ فرود عشرت از آمدنش      ماہ رمضان برای من شد مہ عید  
اواخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ  
ثلث و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر  
مدفون گردید۔

از انکار دوستے

دل دیوانہ دارم کہ خاموشی است تقریش      برنگ زلف خوبان بی صدا اُفتادہ زنجیرش  
گذرا ز کوچہای تنگ کو صاحب دماغان      نمی آید برون از خامہ نقاش تصویرش  
سیر مہتاب دوچندان کند آرایش حسن      سایہ زلف بر خسار تو زلف دگر است  
پی بفکر آن دمان از یاد بروئے برم      تیغ قاتل رہرو ملک عدم را جادہ است  
ز بیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم      عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را  
روز محشر غبار تربت ما      دامن بو تراب مے خواہد

## (۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از  
ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) متولد شد

سال ولادت این مصرع مستفاد مے شودے

”بر سپهر سعادت آمد ماه“

۹۵ ۱۰

بعد از آنکه سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی  
که از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندرسورت  
سکونت داشت - بتحصیل علوم پرداخت و بقدر فضائلی اکتساب نمود  
بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ  
جو ہر قابلیت او دریافہ صبیہ خود را در عقد ازدواج او در آورد - و از حضور سلطانی  
بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری مالک اودلیسہ  
فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغا سازی نوکران خود از دارالامارہ بیجا شد و خود  
را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد - انجام کار در حیدرآباد  
(دکن) رخت اقامت انداخت - و شانزدہم رمضان سنہ اربع و شصین و مائت و الف  
(۱۱۶۴) مسافت زندگانی بی پایان رسانید -

در شعر زبان خوبی دارد - و مضامین تازه ہم یابد - دیوان مخمور بخط خودش بنظر در آمد  
و این چند شعر فر گرفته شد -

کوسا غرمے تادے از ہوش خود افتم	مانند سبب دوست در آغوش خود افتم
پشت فلک بجاک رساند غرور ما	کھسار را کند کمر سنگ زور ما
بسان شیشہ ساعت رفیق کار پیدا کن	بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد دو جهان قائم از ان ذات یگانہ	برپا جو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد	کہ زخم کمنہ را خاکستر عقرب دوا گردد
زد و نان کی بخود در ماندگان را کار کشاید	گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

لے ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۵۴ ذیل تذکرہ مؤمن الملک جعفر خان -



زان نسبتی که هست بسنگ آبگینه را  
 بگلزار محبت رشته گلدسته را مانم  
 سر از مضمون آن زلف سیه بیرون نمی آرم  
 تسکین دل ز صحبت روشندان طلب  
 چرا بسر نرود زود دفتر ایام  
 می زداید چون گین سجده سیه روی را  
 می فریبد نازنینان را بهر صورت که هست  
 چون درختی که زهر شاخ دهد ریشه بخاک  
 منم آن مست که گر می نهد دست بهم  
 رتبه شخص فزاید ز صفای باطن  
 درین چمن بچه امید خوش کنم دل را  
 پندار از ضعیفان کار سنگین بر نمی آید  
 ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست  
 که عمرم جملہ صرف اجتماع دوستان گردد  
 که در چشم چو مکتوب مرکب خورده می آید  
 آئینه بیقراری سیاه می برد  
 که خود بخود ورق این کتاب می گردد  
 کاش پیشانی خود وقف زمین می کردم  
 کاش چون آئینه من هم جوهری می داشتم  
 در سجود تو ز هر عضو زمین گیر شدم  
 بفشارم لب ساقی و به پیما نه کنم  
 چون نگین که گذارند ورق در تیر او  
 چو نخل موم ندارم بخود گمان نثر می  
 که کوهی می شود صورت پذیر از خامه موئی

### (۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والد او سید نورالدین شیخ الاسلام بلده شوستر بود - و منصب شیخ الاسلامی آن  
 دیار از قدیم الایام به آباء و اجداد او تعلق دارد -  
 ولادت میر رضی در شوستر سنه ثمان و عشرين و مائة و الف (۱۱۲۸) واقع  
 شد از آغاز شعور دامن به کسب فضائل برزد - و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت  
 والد خود - و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود - بعد از آن شب دیز سیاحت جولان داد  
 و اصفهان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد - درین اماکن نیز  
 بتحصیل علوم پرداخت - و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید۔ آنگاہ نطق عزم بگلگشت ہندوستان بر بست۔ و در سنہ تسع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۹) از بندر بصرہ بہ بندر سورت رسید۔ و ایامی ذرین شہر توقف نموده از راہ دریاسری بدیار بنگالہ کشید و در سایہ عاطفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ بصیغہ مصاحبت مدتی بسر برد۔ و بعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبہ دار اودلیسہ برگزید۔

و چون مرشد قلی خان بہ دکن آمد میر ہم مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان جدا شدہ در ظلال مرحمت نواب آصفیہ خدیو کشور دکن مدتی روزگار گزرا نید۔ چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفیہ برداشتہ در حیدر آباد دکن گوشہ انزو گرفت و بایکی از سادات تفرش کہ از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نموده بتاہل پرداخت۔

فقیر اول در لشکر نواب آصفیہ ۳۰ سنہ ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۰) بامیر ملاقات کیا مستوفی دست داد۔ بعد از ان در سنہ خمس و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۵) در و فقیر بہ حیدر آباد صورت بست و دید و دید مکرر بعل آمد۔

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان و صنوف فضائل ممتاز اقران۔  
صریح کلک اقدس سامعہ می افروز دے

ظالم از عربدہ بارستم خویش کشد	عقرب از کج روشی بر سر خود نیش کشد
نباشد خود نمائی مردم افتادہ از پارا	کہ زنگینی نباشد سایہ گلہاے رعنا را
عمر بیچ مے رود رحم و جفاے یار کو	وصل سبک عنان چہ شد بجر گران وقار کو
نرم شو کز سخت گیران کا صورت گیر نیست	خامہ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست
رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد	این کمان از بسکہ یکجا ماند آخر خانہ کرد
ہر تو خورشید را آئینہ سازد گرم تر	مہر کم را سینہ صافیہا فراوان مے کند

ریاضت و رجا نفس باشد حرب مردان خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقش بویا گردد  
 سخت رویان فارغ انداز کاوش اہل جہان در زمین سخت رسم کندن بنیاد نیست  
 دولت بے زبگان سرمایہ سنگین دلی ست خاک چون یا قوت گردد سنگ خا رامی شود  
 تا چند بار خاطر دلہا توان شدن یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزو ست

## (۱۰۲) - حزمین - شیخ محمد علی

سلسلہ نسبش بہترہ واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی  
 جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است۔ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا  
 یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود بر ہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید  
 و در سنہ سبع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۲۷) از راہ دریا بہ ہند رمتہ رسید۔ و از  
 طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً در ان ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدہ  
 بھکر با شیخ ملاقات نمود دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبہ  
 بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دارالخلافہ دہلی شد۔ و قریب چہار دہ سال  
 درین شہر بعنوان راز و اقامت گذرید۔

و در سنہ احدی و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد برآمدہ چندی  
 در اکبر آباد وقف کرد و از انجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چند سہ از انجا بہ  
 عظیم آباد پتنہ رفت

در بھکر جزو سہ از اشعار طبع را دیہ و سٹھلا خود تو واضح فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔

این چند بیت از نتایج طبعش کفایہ است ۵

آہ دل سوخته کان متصل آید بیرون	شمع را شعله مسلسل زد دل آید بیرون
ریشک است با زادی مرغانِ قفسها	باشد به چین ہر رگ گل دایم ہوسہا
آتش بسنگ بود کہ ماخانہ سوختیم	پیش از ظہور جلوہ جانا نہ سوختیم
در دایم ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد	ای دای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد
گوشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد	شادم کہ از رقیبان دامن نشان گزشتی
بیا کہ سوختن این کباب نزدیک است	دلہم ز وعدہ بر آتش فگندی و رفتی

### (۱۰۳) متین۔ میرزا عبد الرضا صفایانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلہ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتهی می شود۔

مولود منشأ او اصفہان است۔ مدتهاست کہ بسیر مہند تشریف آورده اول بانواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبہ اودھ۔ قرین اعتبار بسر می برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ برگزیدہ

نقد در بلدہ لکھنؤ اورادیم چنگ در ترجمہ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شکستگی بمرتبہ کمال دارد۔ وصحت او ہمیشہ را سرمایہ سرور می افزاید۔

ساحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خط چہرہ نیاز است مرا در ہر ہر موی خویش ناز است مرا

صد بار چوبگرد سرش مے گردم یک دورہ تسبیح نماز است مرا

## (۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبر آبادی

از شعراء حال - و تازه گویان خوش خیال است - قریب پنجاه سال است که در گلستان سخن عند لیجے می کند و بدستگیری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند - فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامه مشتمل بر طلب ترجمہ قلم آورد - مشارالیه بمنطوق و اِذَا احْبَبْتُمْ بِحَبِیْبَةٍ فَحَبِّوْا اَبَا حَسَنٍ مِنْهَا عَمَلِ نمود - و مکرر به تخریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود که :-

”فقیر بخدمت میر عبد الجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شده و صحبت شعر اتفاق

”افتاد - حالا باده ارتباط دو آتش شد و گل دوستی رعنا گشت “

نسب آرزو از جانب پدر به شیخ کمال الدین خواهرزاده شیخ نصیر الدین محمود  
نَوَیَّرَ اللّٰهُ ضَرْحَتَهُ و از جهت مادر به شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری  
سَرَوَّحَ اللّٰهُ مَرْوَحَهُ منتهی می شود -

و نسب شیخ محمد غوث به شیخ فرید الدین عطاری نیشاپوری حَظَرِ ضَرْحَتِهِ  
پیوند دوله ایشان را عطاری گویند -

ولادت شیخ سراج الدین در منتهای مائت حادیه عشر (۱۱۰۰) واقع شد - از  
بدو شعور به تحصیل علوم رسمیه پرداخته - و در سن چهارده سالگی خود را به سخن مشغول  
ساخته - و تا بیست و چهار سالگی کتب متداوله درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانید  
و در فنون فراوان استعداد بلند بهم رسانیده - سپس در سلک منصبداران پادشاهی  
در آمد -

و در اواخر سلطنت محمد فرخ میر بخدمت از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنة اثنتین وثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) به دارالخلافه شاهجهان آمد و از آن وقت تا زمان حال درین شهر بسر می برد - و هنگامه سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رساله "موهبت عظمی" در فن معانی و رساله "عطیه کبری" در فن بیان - هر دو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" که سابق کسی برین منوال ننوشته - و فرهنگ "سراج اللغة" بطور برهان قاطع و "چراغ هدایت" در بیان لغات و اصطلاحات شعراء جدید که در کتب سالفه نیست و "نوار الالفاظ" شتمه لغات هندی که فارسی و عربی آن در هند غیر مشهور است - و "مشرح سکندرنامه" و "مشرح قصائد عربی" و "سراج منیر" اجوبه اعتراضات ابوالبرکات تمبیر بر اشعار عربی و غیره و نسخه "داد سخن" و "مشرح قصیده ابوالبرکات تمبیر" که در اعتراضات شید ابرقصیده قدسی محاکمه نموده - و شرح گلستان مسمی به "خیابان" و تذکره اکثر شعراء متقدم و متاخر که درین ایام بخریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً و نثرأً قریب شش هزار بیت است و بعد از آنکه خط مشاء الیه چهره وصول نمود مختصر دیوانش شخصه تازه از شاهجهان آباد آورد و این ابیات از آنجا سمت تحریر یافت -

لگو که چاره دل از سبونی آید	کدام کار که از دست او نمی آید
چند چشم دوستی زین ساده لوحان دشتن	چشم حفظ الغیب از آئینه نتوان دشتن
در هوای آن پری رو چشم من پرواز کرد	طفل بازی کوش اشکم را کبوتر باز کرد
کجی نیست در طریق خدا	بنگین راست می کنند دعا
محض معدومیم و در عالم هویدا ایم ما	خوب اگر فهمد کس تصویر غنائیم ما
نماند، همچو حنا هیچ اختیار مرا	سپرد بسته بدست تو روزگار مرا
چو شبیم آبله پیدا بروی آن گل شد	قماش حسن به بیند که چشم ببلبل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند      از کف آئینه گذارند و دل ما گیرند  
 دفع غفلت زندگی افزای انسان می شود      عمر از شب زنده دار بهاد و چندان می شود  
 گلرخان تنگ دلم خاطر من شاد کنید      چون شود بند قبا باز مرا یاد کنید  
 دلبران با هم آشنا مشوید      مبتلائیم ما شما مشوید  
 بنوش خون دل من که خوش نمک دارد      شراب میکده ام لذت گزک دارد  
 می کند ناز خط او نه دمید است هنوز      بید ماغ است که بنگش نرسید است هنوز  
 عرض بے طاقتی خود بچه انداز دهم      بشکنم شیشه دل تا بتو آواز دهم  
 وحشت آموز غزالانم من      شهر استاد بیابانم من  
 به بزم می پرستان خود نمائی شیخ کمتر کن      بسان شمله اسباب معیشت را بسر کن  
 شنیدم از ره دور آمد آن شوخ فریبنده      شودای کاش شمع محفل من ماه آینده  
 ندارد یادایام جدائی چشم مست او      حسابی نیست در پیش فرنگی سال هجرت او  
 فریب خوش سپران خوردن آرزو رسم است      ز روی تجربه گفت این چنین پدر ما را  
 شکسته پابنشین آرزو بگوشه صبر      که شاه مملکت فقر چون ترنگ است  
 هر که خود تربیت خود نکند حیوان است      آدم آنست که او را پدر و مادر نیست  
 تغافل این همه رسم کجاست جان کسی      بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست  
 گرفت آن به بندی به دگر ددبر      دگر پرس حکایت که چند در چند است  
 گر مصحف عذار تو افتد بدست من      ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است  
 نیست خالی از تناسب عضو آن پری      ساق سیمین دسته آئینه زانوی است  
 چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی      بخاطر تو ندانم چه احتمال گذشت  
 می دو اند آسمان را بهر کار خاکیان      از بزرگیها بود گر بے وقارم کرده اند  
 خجالت می کشم بسیار از روی دفای خود      تو گاهی کرده باشی یاد من یاد من آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم      چنانکه بر سر کس خانه فرود آید  
 نمی فهمم زبان تر کی چشم سخن گویت      اشارت های ابرو شاید اینجا ترجمان باشد  
 نقش در عالم نشانند آنکه سود عمر او      همچو خوش خط مهر کن در نیک نامی صرف شد  
 دیده باشی گل شبنم آلود      گزیه را هم دل خوش می آید  
 آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال      عالمی گرجان دهد آن شوخ کی تن میدهد  
 کم بود از شوق خالی حسن موزون بُنای      سرو این باغ است دار عشق بیجان بیشتر  
 لیکن دل ما آخر از آن شوخ کشیدی      ای آینه ما قدر تو نشاخته بودیم  
 پامال کرد خون من تیره روز را      زانو سپه سمند سواری که دیده ام  
 نصیب اهل کمال است از جهان تغذیه      که در شکنج فتنه چون شود کتاب تمام  
 ربود از دل عشاق بیحضوری را      غبار خط تو خاک شفاست پنداری  
 زَنار و تشنه ما بے سجه نباشد      چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی  
 خطاست اخذ معانی ز فکر هم طرحان      زمین شعر کجا حق شفعه داشته است  
 شود چو بازو من ناز بالش خوابت      تو خود بگو که مرا آن زمان چه باید کرد  
 واجب القتل نخواهد بود زینسان در جهان      خون عاشق تیز چون شجر باشد کشتنی  
 آرزو اطفال را هم هست ایونی ضرور      جیف آن عاقل که ماند زنده بے کیفیت  
 هر چند از وئیم و لیکن همه اوئیم      مانده فیله که تراشیده ز عاج است  
 آن دو گیسوی سیه بر روی و نشان آرد      شعر بندی بوده است از میرزا روشن ضمیر  
 پوشیده ماند که بعد تمام سرو آزاد - سراج الدین علی خان آرزو از  
 شاه جهان آباد بر خاسته رخت سفر به دیار شرقی کشید - و در بلده لکهنوا آمد - و  
 بوساطت اسحق خان بانواب صفدر جنگ ناظم صوبه اوده بر خورد و بچو  
 اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ هندی الحجه سید و ستین و ماته



والف (۱۱۶۷) درگذشت۔ آرزو باشجاع الدولہ خلف نواب مذکور کہ قائم مقام  
پدرشد بسرے برد۔ و در جمادی الاخری سنہ تسع و ستین و مائتہ والف (۱۱۶۹) در  
بلدہ لکھنؤ فوت کرد۔ و در ہمین شہر مدفون گردید  
مؤلف کتاب گوید۔

سراج الدین علی خان نادر عصر      زمرگ او سخن را آبرو رفت  
اگر جوید کسے سال و فاتش      بگو۔ آن جان معنی آرزو رفت

(۱۰۵) مظہر میرزا جان سلمہ اللہ تعالیٰ

مظہر فیض الہی است۔ و مشرق صبح آگاہی۔ شاہ مسند فقر و فنا۔ و مقیم آستان  
توکل و استغنا۔

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیہ او توان دریافت امانام  
و تخلص او گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانا ی رومی است کہ پانصد سال پیش  
ازین در دفتر ششم شنوی ارشاد فرمودہ و کرامتے نمایان بخصار انجمن استقبال و ا  
نمودہ یعنی ۔

جان اول مظہر درگاہ شد      جانجان خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جانجان جاری شدہ۔ این اسم ہم معنی بلند دارد  
فقیر ابا میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است  
و ہمیشہ بہ آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل۔

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است۔ و بہ اقتضای اسم خود روح الریح  
معنی پروری۔ نوع و وس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازہ۔ و تصویر خیال را بہ رستی  
فکرش حسن بے اندازہ۔ شعلہ آوازش آتش زین خرمنا۔ و شوخی اندازش شور

اقلن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف نزجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر  
در آورد۔ و متاع نفیس از انفاۃ خود ہدیہ دوستان ساخت۔ نسخہ ترجمہ این است۔  
”فقیر جانجان متخلص بہ مظهر سپر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد۔ حنفی مذہب  
”نقشبندی مشرب است۔ در عشرہ اولی مائتہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نماے  
”ظاہری در بلدہ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت  
”بد او فی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلہ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ توسط محمد بن حقیہ  
”بیشیریشیہ کبریٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ متتبعی می شود۔

”جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مائتہ تاسعہ از خطہ طائف بجدب قسمت بحدود  
”ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرا نیدہ۔ اولاد  
”کثیر ہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در چین فتح ہندوستان کہ بردست ہمایون  
”پادشاہ اتفاق افتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورکانیہ  
”شمار مردم این خاندان بود

”میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجہ دوازہم از امیر کمال الدین مسطور  
”واقع است بہمد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سراز گردید۔

”داین خاکسار از بد و طفلی ہوای مال و جاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشقت  
”غبار خود را بر امن دولت از خود ز قکان بستہ بامید آنکہ چیشی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم  
”بر در ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش منصف توی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آورد بقرید و تفریدی  
”اختیار کردہ نان بر خوان دو نان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خر قہ بسر بردہ بتحریک شور عشقی  
”کہ نمک خمیر دوست گاہ بی بفریاد وای کند۔ چون نالہ اش موزون واقع می شود احباب از راہ جو  
”شناسی بہ میزان اشعارش می سخند۔ و گر نہ اورا از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود و کافی بر

«سخن بخیده زیاده برین نیست که نظر بر رگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - اوسبی به حسن خاتم هم نصیب کند

### «ومن اشعاره»

باغبان رو بمن آور که ثنا خوان تو ام	چون صبا باد فروش گل و ریحان تو ام
همچو سیلاب روم گریه کنان جانب شست	من که جاروب کش گور غریبان تو ام
طرفه شمع می تو که چون صورت فانوس خیاں	متصل گرد تو می کردم و حیران تو ام
خوب گفتی غزل مرثیه من مظهر	جان ندارم که دهم کشته احسان تو ام
آنکه روز و شب بلا گردان دیدار خود است	داغ همچون آفتاب از دست رخسار خود است
پشت پلای بر جناز دسر مراد در خاک ریخت	از پی آزار من ناحق در آزار خود است
خدا یا آتش سودا ز سرتا پای من گیرد	اگر عریانیم چون شمع نام پیرهن گیرد
هنر در کار باشد عشق را چون پاسبان آمد	درین ره تیشه باید که دست کوهن گیرد
از ان پیراهن خود چاک می سازم که می ترسم	گر بیایم بخشش آید و دامان من گیرد
ازین عالم مجرد می روم چون بوی گل مظهر	که ترسم حق عریانی گریبان کفن گیرد
نسب و رست کند گریه به زاری ما	همین بس است پس از مرگ خیر جاری ما
کا هید دغله های سخن گر چه تن مرا	بالید چون نگین مثبت سخن مرا
مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگردان	ترا برفش من چون دید گفت این مرده جان دارد
سوز دل از برین مویم نمایان کرده اند	این جفا جویان مرا سر و چراغان کرده اند
سحر عید گل و عاشور بلبل در چمن دیدم	برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم
نیاز مشهد پروانه شمع خواه هم بُرد	اگر وصال تو این بار رو نمود مرا
مباد بلبل دیگر پس از من آشیان بندد	توان آوخت از شاخ بلندی استخوانم را
چشم بر چشم چو افتاد گرفتار یهاست	حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است
عکس رنگ پان نمایان است از پشت لب	این بدحشی از کجا در سبزه وار افتاده است

هیچ کس بر جامه زیبای قتل من ثابت نکرد  
 گرچه غم چون سحاب سرخ دامن گیر بود  
 نداشت هستی من تا عدم سر مو فرق  
 کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم  
 مبین آئینه گردی زخمی تیغ نگاه خود  
 ضرور است ای پسر از جبت سیفی حذر کردن  
 جز تو در دیده من کس نگذار دقده  
 شهره دارد که درین خانه پری می باشد  
 بنان اگرچه ندانند قدر منظر ما  
 خدا گواه که دیوانه سخت مغتنم است

### (۱۰۶) دردمند - فقیه صاحب

از نجباء او دگیر است - و شعراء خوش تقریر -

او دگیر شهری است از توابع محمد آباد بیدر - مقرر منور شیخ صدر الدین قدس سره  
 که از مشاهیر اولیاء و کن است درین شهر واقع شده - راقم الحروف مکرر زیارت مزار  
 فائض الانوار سعادت اندوخته -

مولد فقیه صاحب او دگیر است - در صغر سن همراه والد خود مطابق سنه ست و ثلاثین و  
 مائت و الف (۱۱۳۶) از و کن به دار الخلافه شاهجهان آباد رسید - و در ظل عاطفت  
 شاه ولی الله نبیره شاه گل متخلص به وحدت سهرندی قدس الله اسرار هما  
 جا گرفت - و به تهذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید بعد چندی والد او رخت  
 زندگانی بر بست - میرزا جانجان منظر سلمه الله تعالی او را در سایه شفقت خود گرفت و به  
 یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعه کمالات شد و در فن سخن رتبه شایسته بهم رسانید و میرزا  
 در حق او گوید

منظر مباحش غافل از احوال دردمند  
 لعلیست اینکه در گریه روزگار نیست  
 شعر فارسی و ریخته هر دو خوب می گوید - ساقی نامه رنخته او مشهور است که مقبول طبائع  
 گردیده -

فیما بین فقیر و مشائر الیہ غائبانہ اخلاص وافی است و ہمیشہ طریق مراسلات مسلوک  
درین ایام بہ تقریبی از شاہ جہان آباد بہمت بنگالہ رفتہ و نزد ناظم بنگالہ بہ جمعیت  
مے گزراند

اشعار او بہ فقیر کم رسیدہ - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشتہ بود از ان است -  
بزم خم خویش از ان کو کہن نک ریز است      کہ شور خندہ شیرین بکام پرویز است  
در کوی می فروشش مانند آبرو مرا      لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا  
جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمر با      بود است بر مراد تو مرگ آرزو مرا

### رباعی

از فیض تو ای شایخ روزِ محشر      ہر روز بود عید غدیر دیگر  
چون جام بود چشم امیدم در شر      بردست تو ای ساقی حوضِ کوثر

### رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی      دین عمر دوروزہ بار خاطر کردی  
بعد از مردن رہت بخاکم افتاد      اول بایست آنچه آخر کردی

## (۱۰۴) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاہ پادشاہ است - بعنایت شاہی ممتاز بود - و بہ خطاب  
معنی یاب خان سرفراز نسبت تلذذ خدمت میرزا ابیدل درست کردہ - و در تلامذہ میرزا  
فائق برآمدہ - امروز منتخب شعراء شاہ جہان آباد است و قلم و معنی یابی بمیان نظم و نثر  
او آباد -

گلدستہ خیالات رنگین چنیں می بندد

بگلشن چشم شہلایش چومی آشام مے گردد      دکانِ حسنِ خوبان تختہ چون بادام مے گردد

اگرچه داخل بزم و لے نیم داخل جد از صحبت ہم همچو شاخ پیوندم

## (۱۰۸) عربت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت  
از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نرودیدروالاگر خوانده۔ و در معقولات حیشینی خوب  
بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش  
صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشار الیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ  
شدہ۔ بعد از طی عرض راہ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۲) و اصل  
آن بلدہ فاخرہ شد۔ و تا وقت تحریر۔ بہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستادہ بود این چند بیت  
از انجا فرا گرفته شد۔

نشود مرد کسی کوہ گراز جابر داشت	رستم است آنکہ دل دوست زد دنیا برداشت
بہ گرم جوشی یارانِ عصر تکبہ مکن	کہ چون معاقلہ عید اعتمادی نیست
دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب	چیدہ مقراض از نہال شمع گل پروانہ سوخت
دلِ افسردہ خواہد ماند یا دمی شود روزی	ندام غنچہ ام در دست گلچین یا صبا افتد
خدا ناکردہ گر صیاد از دام رہا سازد	اسیر حلقہ برگرد سرگردیدش گرم
سر بزد داشت نگہت گلشن ز شرم او	بوی گلے نبود کہ پا در چنان داشت

## (۱۰۹) جبرأت - میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش بہد اہت نظر اصل و نسب نشان می دہد در

سنه ثمان و ثمانین و الف (۱۰۸۸) در نزهتنگده عالم ناسوت خرامید و هلال استعداد<sup>ش</sup>  
 در سنه چهارده سالگی به استفاضه انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدرکامل رسید -  
 سلسله نسبش به بیست واسطه به سالیح ائمه هدی علیه التحیة و الثنا منتهی می شود  
 جدش سید علی به اقتضاء آنخورد از خطه گیلان به دیار هند وارد شد پدرش میر  
 محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل و کمال آگهی داشت - و در خجسته بنیاد اوز رنگ آباد  
 رنگ توطن به بخت -

موسوی خان نخست دامن دولت امیرالامرا سید حسین علی خان گرفت و  
 به قلعه داری و هارور امتیاز یافت - و چون امیرالامرا در سنه احدی و ثلثین و مائة و  
 الف (۱۱۳۱) از دکن جانب هند حرکت کرد - موسوی خان در رکاب امیرالامرا  
 بسیر هند شتافت - و صحبت اکثری از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا ابیدل و میر  
 عبد الجلیل بلگرامی دریافت - می فرماید :-

”همیشه در دکن از زبان امیرالامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعه افروز بود - چون ملاقات  
 واقع شد عجب نسخه جامعی یافتیم -

بعد از برهم خوردن طبقه سادات از سن سی سالگی تا منتهای سن انحطاط در نزهتنگده ظل نواب  
 آصفجاه طاب ثراه اوقات زندگانی را صرف گلگشت بهشت برین نمود - و بمنصب دوهزار  
 و پانصدی و خدمت دارالانشاء سرافرازی داشت -

و بعد رحلت نواب آصفجاه و تنگین نواب نظام الدوله شهید برمسند ریاست  
 دکن خدمت انشاء سرکار و الایم بر موسوی خان قرار یافت - الحال نیز نزد رئیس  
 دکن قیام دارد - و به عهده انشاء و منصب چهار هزار و خطاب معز الدوله فرق  
 امتیازی افرازد -

فقیر ابجد و رود مالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق افتاد - سیم گفتگویش

گره کشای غنچه دلهاست - و گلریزی تقریش رنگ افروز چهره مدعا -

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شده

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان محشوی	این نگین را اگر بدست آری سلیمان می شوی
نه بهر آنکه منزل دور و پالنگ است می نالم	دل را چون جرس جاری طیش تنگست می نالم
در دیده ام خیال رخ خوب یار ماند	این نقش بر جسد دیده لیل و نهار ماند
فارغ از هر دو جهان بنده احسان تو ام	سرد آزادم و پابند گلستان تو ام
بسلم کردی و پر می طیم آزرده مشو	می کنم رقص که در ذیل شهیدان تو ام
بے بهار خلق شهرت با هنر و مساز نیست	نکبت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست
منتهای کار عاشق از بدایت روشن است	شمع را آئینه انجام جز آغاز نیست
شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم	مانند شمع سوخت زبانی که یافتم
منظور از نظاره حسنت شهادت است	از قتل بدتر است امانی که یافتم
راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت	بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محلی
لذت همه در مناسبتهاست	از شیر دل شکر کشاید
هوس زخم بهمتاب تجلی دارم	کاش عریانی من رنگ کتانی می داشت
توان خدنگ نگاهی بسوی ما افکند	هنوز با تن مجروح نیم جانی هست
آمد اندیشه دنیا بطلبگاری دل	گفتم آن شیفته بے سرو پا حاضر نیست
بناک میکده رندان مست محترم اند	سبوی می چو مرادید دست بر سر شد
تا در فتنه از پی روزی بیکدگر	صف بسته اهل حرص چو رندان نشسته اند

✓ (۱۱۰) رسا - جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبایش همدان - و نسبش به میر



سید علی همدانی رحمه الله می رسد -

از اجدادش میر شاه طاهر در عهد اکبر بادشاه وارد سواد اعظم هندوستان گرد  
و قبول تمام یافت - و پس از چند گاه متوجه گلگشت و کن گشت سلاطین عصر مقدس را گرامی  
داشته بآئین ارباب عقیدت احترام مالا کلام بعمل می آوردند - پس ازان اخلافش در  
گجرات احمد آباد توطن اختیار نموده مرجع اهل فضل و کمال بودند - و به سنت سنیه  
مشائخ عمل می کردند - و از چند قریه که اکبر بادشاه بطریق سیورغال مقرر کرده بود صرف  
مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلدی مکان خود را در سلک ارباب مناصب  
منتظم ساخت و بخدمات عمده ممتاز بود و از علوم آگاهی داشت -

مولد میرزا خان - حیدر آباد است نشو و نما در لشکر نواب آصفجاه یافته و  
از مجلسیان خاص نواب بود - و در اواخر عهد آصفجاه بخدمت انشاء سرکار والا  
قیام داشت - و در رکاب نواب سیرشا بهمان آباد کرد - و صحبت شعراء آنجا  
در یافت - بسیار خوش خلق - زنگین صحبت است - و جامه میرزا ئیت بر قامت او  
دوخته اند -

فقر را در دکن بکجهتی فراوان با او صورت بست -

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد -

خود را ز تنگی قفس آزاد می کنم	این مشت پر تو اضع صیاد می کنم
در سراپرده دل هر نفس آوازی هست	که درین خانه نهان خانه براندازی هست
نرمم اگر به زمش ز هجوم نارسائی	خیال آستانش من و مشق جبهه سائی
که برد پیام ما را بحریم خوش نگاهان	رقمی نمود آهیم دوسه مصرع هوائی
رحم کن ای باغبان گلسته پیش من بیار	جمع یاران زنگین یاد می آید مرا

به گلشن دل پر داغ سیر با دارم      معاشران چمن انتظار من مبرید  
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت      مرا صحبت این سفله ننگ می آید  
خوب غربت کرده را در بی کسی هم عالمی است      بلبل ما در نفس کم می کند یاد وطن

## (۱۱۱) ایجاد - میرزا علی نقی

از قوم قاجار است - مولد پدرش نقد علی خان - همدان - و با شیخ علیخان  
وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت - نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت  
هند شتافت - و در عهد آصف جاہ مدتها بدیوانی پادشاه بلده حیدر آباد  
سرافراز بود - و باین علاقه پای توطن در حیدر آباد افشرد -

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دارالسرور برلمان پور است - بمصاحبت  
نواب آصف جاہ رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید - و بعد فوت پدر در سنه اربع و  
ستین و مائت و الف (۱۱۴۲) بخطاب موردی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدر آباد  
نقد امتیاز بدست آورد -

اول مرتبه در اورنگ آباد و دار فقیر خانه شد و بعد از آن در لشکر نواب نظام الدوله  
شہید و در حیدر آباد مجلس متوالی اتفاق افتاد - جوهر قابلیت سرمایہ اوست - و زیور  
تہذیب اخلاق پیرایہ او -

این چند بیت از دیوانش به تحریر می آید

بدست یار سپردند اختیار مرا      توان زرنگ حنیاف زنگ کار مرا  
یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت      عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت  
ای مصور از لباس یار دامنش بکش      بر رقیب دست گریابی گریانش بکش  
دلم تو بگردی و من انتظار با دارم      بیا به پہلو من با تو کار با دارم

پرسند هر چه از تو بگفتن شتاب کن	خود را مثال آینه حاضر جواب کن
خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری	خدا نکرده مگر در گره همین داری
خط پشت لب و حرف تو در دل کرد تا ثیری	بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری
گفته دل شکنان به که فراموش کنی	این گهر یمن ندارد که تو در گوش کنی
گیرم که در کفم همه رنگ حنا شوی	آخر تو رفته رفته ز من بی وفا شوی
بروی مشهد پروانه شمع را دیدم	که چادری ز گل داغ میکشد امشب
بی خورده دل لاله برد داغ ز گلشن	آرام متاعی ست که بی زرن نتوان یافت
بالیده بود پرنخود آخر خراب شد	چشم حباب کور شود این سزای اوست
راست می گوید اگر سرو که همدوش تو ام	بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
دلم از تست میخواهی بر من پیشکش کردم	بهر صورت ترا آئینه در کار راست می دانم
اول بروی تو دیدیم ز معموره حسن	مادرین شهر مبارک شب ماه آمده ایم
دارد همیشه در بر پیراهن محطّر	مار از گل خوش آمد این وضع میرزائی

## (۱۱۲) افتخار - عبدالوهاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است - در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را با اشاره  
فقر انشاء کرد - و نسبت به مؤلف کتاب تکلفی بکار برد - هر چند بساط عذر گسترده ناطقه  
را بمهر ابرام بند ساخت -

نسخه ترجمه این است :-

«فقیر عبدالوهاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است - سلسله نسبش از طرفین به  
«مخدوم جهانیان بخاری قدس سره منتهی می شود - مولد و نشا این نمود بے بود احمد نگر  
«دارالسلطنه سلاطین نظام شاهیه - چون از دواج فقیر با صبیّه سید مرتضیٰ خان بخاری حارس

«حصار شهر پناه دولت آباد اتفاق افتاد- باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد  
 ریخته شد- بعد از آن که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکتة سبحان بقدر زلالی برداشت  
 و مشت خاک خود را بتقویت این آبجیات کامیاب عمر جادوئی ساخت- گویند شخصی این میت  
 تکراری کرده

خدا ناکرده گراید اجل پیش      بامید که بگذارم جنون را  
 «فرزندی داشت صاحب کمال گفت "بامید من" لعل الحمد والمنه که جگر گوشگان اشعارم  
 هر یکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایندی چندین  
 نتایج از جمنداری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرا نیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم- سخن  
 آفرین تعالی شانه این غریب زاده را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض  
 بلند نظر تان جلوه گر گردانده

بود فیضان دیگر چشمه داد الهی را	ز ماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سیر غنچه کردم اعتبار این چمن دیدم	زند برهم نیسم منصب صاحب کلاه را
غیرت افزای بهار است گل رخسارت	شمع افروز تماشاست مه دیدارت
می کنی جلوه به صد رنگ چو آئی مخرام	گردش خامه نقاشش بود رقتارت
ابرو که بود نازکش و سمه نخواهم	چون پی بکافی که دو کار است خچیم
بدوری هم ترا بر من نظر با هست می دانم	که چشم دور بین نزدیک بیند دور دستان را
تا چشم باز کرد خدا دید دیده ور	اول به بیند آینه آئینه ساز را
سازنده است سرو قدش را زمین چشم	تا دل دو اندر ریشه اگر یک زمان نشست
سنگین دل است آن بت و من آبلینه دل	دل را بدل به نیست الهی تو خیر کن
ابروی دیگران نرسد ابروی ترا	هر ماه نو مقدمه عیش عید نیست
نمکنم بنده گیها هیچکس چون من نمی داند	بنای آشنای گروم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گره زد شد دلم اینجا بدام می توان دادن سرانجام امور از راه دو

## (۱۱۳) امداد - شیخ غلام حسین

هاشمی النسب - قادری الطريقة - برهان پوری المولد است - کتب او اهل درسی  
تحصیل نموده - و نقش او بامشق سخن درست نشسته - از وی آید

از تو پنهان می کند آئینه روی خویش را      هر کس منظور دارد آبروی خویش را  
گل کند از باطن صاحب دلان بی تصد فیض      در گره بستن نداند غنچه بوی خویش را  
گر بصحرانگه او چمن آرا گردد      شاخ آهوی قلم نرگس شملا گردد  
صندلی رنگ بتی گر سر درمان دارد      درد هم گرد سر ما به تننا گردد

### رباعی

رونق ده تحت شرع شاه نجف است      روشن کن آفتاب ماه نجف است  
شاهی خواهی و گر تو را ہے طلبی      شاه نجف است و شاه راه نجف است  
تا اینجا ذکر شعرا غیر بلگرام است و اسامی کتبی که ماخذ این تالیف است بعضی  
جادر طی کتاب مسطور شد و مقصد استیجاب اشخاصی که در کتب ماخذ مذکور اند نیست  
مبدء فیاض کسی را که بر خاطر القا کرد بر زبان قلم گذشت - اکنون به تمهید شعراء  
بلگرام می پردازم و ذکر این طائفه را طرازد امین کتاب می سازم -

بر صیرفیان نقود اخبار و مبرران جواهر آثار بهوید است که چون ماهیچه رایت  
اسلام بر سواد هند پر تو انداخت - و طلیعه غازیان کفر شکن کوس کلمه الله  
محی الحلیا نواخت - اقسام صاحب کمالان عرب و عجم با قامت این دیار پر داغند  
و علوم ابوالبشر آدم را علیه السلام که از چندین هزار سال مندرس شده بود  
تا به ماقتند از انجلی سخن موزون که از آن وقت تا زمان حال ما بران این فن شورا

برایگخته اند۔ درنگها از خامه بوقلمون تزئینت۔ اما در عهد قدیم این طائفه بیشتر در پادشاه  
تخت سلاطین بوده اند و در اطراف و کناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج  
رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی که هر سه از شهر دہلی برخاسته اند و غیر  
رحمہم اللہ تعالیٰ و از عهد اکبر پادشاه سکہ سخن را رواجی دیگر بهم رسید و  
اکثر امصار بوجود موز و نغان معمور گردید۔ از انجمله شهر بلگرام حَفِظَہُ اللہ عَنْ  
حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

من سواد خوان نسخه نادانی کمترین یاران وطنم۔ و خادم صاحبان این انجمن  
اما با ثبات مآثر این اعره کرام بر صفحہ روزگار حق عجب ثابت کرده ام و خدمت نمایان  
بقدر طاقت بجا آورده۔ سیما طائفہ شعراء قدیم و جدید کہ با صلاح سخن اینها پرداختم  
تعطی کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَلَیْہِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَةِ تَعَالٰی  
شَکُّہُ می داند کہ باعث اظهار این معنی نہ بر خود بالیدن است و دکان خود فروشی  
چیدن۔ بلکه از سر عجز و نیاز زبان بہ تحدُّث عطیات الہی گشوده ام۔ و لب بہ تذکر  
عنایات شاهی و انمودہ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِحُجَّتِہٖ  
تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ۔

## (۱۱۴) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدما شعراء این مقام۔ و نکته سبجان شیرین کلام است۔ محل سکونت او محله  
قاضی پورہ در دامن بلندی۔

پدرش اورا صغیر السن گذاشته متوجہ عالم قدس گردید عیش شیخ سلیمان کہ از  
نوکران با امتیاز در گاہ اکبر پادشاه بود در حجر عطف تربیت کرد۔

مشاغل الیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفته درین فن رشیدی بهم رساند

و مخدرات صنائع و بدائع را بیشتر بکسی نشاند.

همواره با امراء عهد بسرمی برد و به اعزاز و اکرام مخصوص بود. و ایام زندگانی را به تجرد و تفرد گزرا نید. آخر الامر در قصبه سفیدون از توابع دارالخلافه دہلی وارد شد و همانجا به گلگشت نزہتکده آخرت خرامید. و این ساخه در سنه ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد. مبارک خان دہلوی تارتخ و فانش درین قطعہ بضبط آوردہ

ملک ملک نظم شیخ نظام      شاعر نادر و فصیح کلام

در قصیده شدہ ظہیر زمان      در غزل گشتہ خسرو ایام

بست رخت بقاز ملک فنا      کرد آہستہ سوی خلد خرام

کردم اندیشہ بہر تارتخیش      خردم گفت - آہ آہ نظام

دیوانش قصیدہ و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزدہ ہزار بیت است و قصیدہ بہ از دیگر اقسام می گوید.

سید محمد اشرف در گاہی کہ ترجمہ او در فصل دانشمندان از مجلد اول تفسیر یافت. فرمود. دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من در آمدہ. بر پشت دیوان مہر خود زدہ کہ این بیت نقش داشت

خدا یا بحق رسول انام      پذیرای کار ضمیر نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شدہ لہذا دین جریدہ کم گرفتہ می شود

جز آئینہ در روی تو دیدن کہ تواند      جز شانہ بزل ف تو رسیدن کہ تواند

بس مدعیان گوش بر آواز نشستند      در عمکہ عشق طہیدن کہ تواند

آنجا کہ صبا را نبود بار ز تنگی      جان بخش کلام تو شنیدن کہ تواند

ہر گل کہ بہ گلزار جمال تو بخندد      ای دای بحر دست تو چین کہ تواند

صد تیغ کشیدند ز هر سو به ضمیری  
آن شرک شوخ دیده خود از دودمان کیست  
از ناله و فغان من آید جهان بجان  
این سرو سرفراز که خوش می چمد بنار  
هر تیر بردلم که دو ابروی او کشید  
چون نامه نیاز ضمیری رسید و خواند  
بر می که شوی جلوه گرای سیمین آنجا  
چشمم که بود خانه خوش آب و هوای  
خواهم که کنم پیش تو در دل خود عرض  
تا کرد خریداری خاک سر کویت

پیوند هوای تو بریدن که تواند  
یارب چنین خراب کن خانمان کیست  
آن سنگدل نگفت که آیا فغان کیست  
یارب چنین کشیده سر از بوستان کیست  
دانستم از طعیدین دل کنز کمان کیست  
پرسید بر سبیل تغافل از آن کیست  
گویند شنای تو همه بے سخن آنجا  
شایسته آنست که سازی وطن آنجا  
لیکن بمقامی که تو باشی و من آنجا  
از نقد روان داد ضمیری شن آنجا

### رباعی

یارب بدرت نامه سیاه آمده ایم  
هر چند که ما غرق گناه آمده ایم  
در تاریخ گنبد حاجی افضل علیه الرحمه گوید  
دور این شبه اکبر که گشته

خطاب او جلال الدین محمد  
ازین دایره فنا در دایره سرمد  
برای مرقش این پاک گنبد  
بلفظ پارسی و هم به ابجد  
بدور این شبه اکبر که گشته  
چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت  
ز تروی بیگ سلطان یافت بنیاد  
ضمیری جست سال این بنارا  
بتاربخش نهان و آشکارا  
خرد گفتا یسته هشتاد و نهصد

داین حاجی افضل مردی بزرگ معتقد فیه بود و در بلگرام بر مسند بهایت و

امدادی سری بُرد - و تروی بیگ سلطان از امراء اکبری بخد مت او اخلاص و



اعتقاد داشت۔ و چون حاجی افضل از قصر مینا بسراپردہ کبریا خرامش فرمود و در سواد شہر مدفون گردید۔ تَرُومِ بیگ سلطان بر مرقد او گنبد عالیشان از سنگ عمارت کرد و قطعه مذکور را بنحواستعلیق در نہایت شوخطی بر لوح سنگ کندہ در پیشانی باب گنبد تعبیه نمود۔ اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میراہتمام تعمیر بود شہرت یافت و نام تَرُومِ بیگ سلطان را کسے نئے داند۔ شاعرے مناسب این مقام گوید :

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران      می نشانم نقش خود اُتاما بنام دیگران

### (۱۱۵) شہادی میر عبد الواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمہ مفصل زینت یافتہ و خامہ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ و اینجا ہم طریقی اجمال می پیاید۔ و صدر ورق را بر سلسلہ جواہر آبداری آراید۔ آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است **لَوْ مَرَّ اللَّهُ ضَرْيَحَهُ** و از خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ **مَرَّ وَحَّحَ اللَّهُ مَرَّ وَحَّحَهُ**۔ عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید۔ و سالکان مناہج حق پرستی را بسراستان کبریا رسانید۔

تصانیف والا ”سنابل“ و ”حل شبہات“ و ”شرح کافیہ ابن حبان“ بطور تصوف۔ و غیر ہا متداول است۔

احیاناً بنا بر موزونی طبع گوہر کافیہ مے سنجید و طلای خوش عیار سخن برے کشید۔ در حل شبہات مے فرماید :-

”این کس در فن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ و خواجہ نیز بہ شاگردی خود  
”مراقبول کردہ و گویا باین ضعیف ایمائے نمودہ :-

”ہر کہ در غول نکتہ عاقل آموخت یار شیرین سخن نادرہ گفتار من است۔

و میر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طراز دکہ :-

”میر سلیقہ شعر خوب دارد از دواست ۔

”مرو بچنگ چو اول بصلح آمدہ وی بہ لطف نشین تاز خویش بر خیزم

و شیخ عبد القادر بد اوئی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر و الف (۱۰۱۷) بعالم قدس

خرامید۔ و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تازی بہ روح

اقدس گزرا نید ۔

چو رفت واحد صوری و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تازی تارخ صوری و معنوی است ۔ اما بیست عدد بقاعدہ حمل افزون میشود

آن را بتعمیہ نازک خارج کرد یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک

است بر آمد۔

دیوان غول موجزی از و موجود است۔ و کلامش روش زمان خود دارد لہذا

بر قلیلی اکتفا رفت ۔

ز گریہ خانہ مردم خراب خواہم کرد خیال غیر تو نقشی بر آب خواہم کرد

کو تہ چہ کنم قصہ زلف تو دراز است بورا نتوان بست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسی ما ز برای چیست ما یم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۷) عشقی۔ سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اولیس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد

مذکور بلگرامی قدس اللہ اسوارا ھم۔

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقه فقر است و اینجا انجمن افروز شعرا - در او اهل حال  
 دست بیعت بجناب سید مرثی بن سید عبد النبی بلگرامی قدس الله اسرارها که ترجمه  
 هر دو در دفتر اول نگارش یافت - داد - و از عنفوان سن تمیز تا مبادی ایام کهولت بخدمت  
 سید العارفین میر سید لطف الله بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا  
 جاده سلوک بنهایت رسید و در نزهتگاه سیر فی الله نخر امش در آمد - و از مشرب  
 خاص آنحضرت خطی مستوفی حاصل کرد - و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و به دارالولایت کاپلی  
 شتافته از خدمت مخدوم زاده عالیجناب شاه فضل الدین میر سید احمد بن میر سید محمد کاپلی  
 قدس الله اسرارها یتیمنا و تبرکاً مثال اجازت و خلافت گرفت - و همین سلسله  
 را جاری کرد

و چون مرقد منور جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سره در مارهره از مضافات  
 مستقر الخلافه اکبر آباد واقع شده - در آن مقام رفته رنگ توطن ریخت - و روز عاشورا  
 سنه ثلثین و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و باروح مقدس  
 امام علیه السلام به گلگشت فردوس اعلی شتافت - را قم الحروف گوید  
 بیدار دلی رفت سوی محفل قدس      بر بست ز صحرای جهان محل قدس  
 تاریخ وصال او خرد کرد رقم      صاحب برکات و صل منزل قدس  
 همواره چراغ ارشادی افروخت - و احیاناً لباس فارسی و هندی بر قامت  
 معنی موزون می دوخت - منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود - و بر قول  
 مولوی معنوی عمل می فرمود که

قافیه اندیشم و آن یار من      گویدم مندیش جز دیدار من  
 دیوان شعر موجزی و مثنوی مخقری مسمی به "ریاض عشق" دارد - این چند بیت از او  
 یتیمنا قلمی می گردد

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن      ز لعل ساقی ما جرعه گیر و مستی کن  
چشم حیرت پیشه را خادو گل رعنائی است      دل خرابی دیده را آبادی و محرابی است  
چشم دل داریم دیگر از نگاه ما میسر      گردگوی خویش می گردیم راه ما میسر  
خانه دیده شود رشک پیونخانه چین      گر قدم رنج کند یار بسر منزل ما  
محل ذکر سید برکت الله قدس سره ما بعد است اما برای اتصال ترجمه او با  
ترجمه جدا بخش میر عبد الواحد شاهیدی قدس سره در اینجا تحریر یافت. و نظیر این  
وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر هم ازین فصل منظور است.

## (۱۱۷) ضیا - حافظ سید ضیاء الله بلگرامی قدس سره

مشائر الیه چنانچه در حوزه دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذه حرم  
نیز بطرز موزون جلوه فرمود

در بدایت حال کلام الله را با تجوید حفظ کرد. و دامن اکتساب کمال بر زد و  
در قصبات صوبه اوده بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون  
درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کاپوی قدس الله استراما هما  
غائبانه عقیدتی بهم رساند و این بیت بنظم آورده

کاپوی مک بلگرام یمن      ای تو احمد منم اویس قرن

بعد ازین بادر اک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت. و در بلگرام محل  
میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست. و عالم عالم طلبه را از حد و بدایت  
بسر منزل نهایت رسانید. و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست. و در نقابت  
و طهارت و حفظ حامی سنن نبوی قدمی را سخ داشت.

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه شنبه سده ثلث و مائت و الف (۱۱۰۳) واقع

شد. و موافق وصیت پایان مرتد خواجہ عماد الدین بلگرامی کہ صاحب ولایت آن مقام  
 است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت. راقم الحروف گوید  
 زہد سید ضیاء اللہ نحریر منور ساخت از خود محفل قدس  
 خرد تاریخ او درخواست از غیب ندا آمد. ضیاء منزل<sup>۳</sup> قدس<sup>۱۱</sup>  
 نظمش در ثمین است و نثرش ماء معین. شعرو انشادون مرتبہ آنجناب است و  
 اشعاری کہ ثبت می شود پرتوی از ان آفتاب

قطرہ می کہ لبی بی تو چشیدن گیرد بگلو ناشده از چشم چکیدن گیرد  
 براہ دیدہ دورویہ درختہای مرثہ نشانده ام کہ خیال تو راہ گم نکند

### رباعی

ای لطف تو آب بر سر شعلہ خشم چون موم بدست خلق تو خار و ویشم  
 گویا گردد ادب چو آئی بہ سخن بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

### میر طفیل محمد بلگرامی (۱۱۸)

آفتاب جهان افروز یکتائی است. و در اوج دفتر اول سرگرم جلوه آرائی نیست  
 جامع فنون عقلی و نقلی بود. و در تجرد و تفرد و خصائل رضیہ و شمائل سنیہ بی مثل  
 می زیست.

اصل والا از سادات انرولی من اعمال آگرہ است و ہما نجا در تاریخ ہفتم  
 ذی الحجہ سنہ ثلث و سبعین و الف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید. و در

لہ دین مادہ ہمزہ ضیاء را یک عدد محسوب است و الا تاریخ تمام نمی شود و در اصل سال وفات ضیاء این  
 نیست. مصنف خود در آثار الکرام دفتر اول صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مفید عام آگرہ مکتبہ می گوید کہ آخر  
 بہ تحقیق رسید کہ تاریخ انتقال مشاہدہ الیہ سنہ اربع و مائتہ و الف (۱۱۰۴) است و مادہ تاریخ

“ضیاء منزل قدس”  
 ۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سده شان و ثمانین و الف (۱۰۸۸) بارادۀ کسب علم از اترولی بخله  
 بلگرام تشریف آورد۔ و از فضلاء بلگرام و علماء جوار فنون درسی برگرفت۔ و در حوزہ  
 درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنہایت رسانید۔  
 و بعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت۔ اول بخانہ سید فیض  
 زمیندار کہ از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت۔ بعد از ان قریب شش  
 سال تا دم آخر در محلہ میدا پورہ در دیوانخانہ علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی  
 نور اللہ مرقدہ اقامت ورزید۔ و درین مدت احیاناً بجانب گجرات شاہ دولاد  
 کشمیر و مکاتہای دیگر بطریق سیر برخواست۔ و در ہر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود  
 و قریب ہفتاد سال بر مسند تدریس با حیاء علوم پرداخت۔ و عالم عالم طلبہ را  
 از حنیف شاگردی بہ اوج استادی رسانید۔ از انجملہ ما دو برادریم یعنی فقیر و میر  
 محمد یوسف کہ ذکرش می آید۔

رحلت والاد در بلگرام بسیت و چارم ذی الحجہ سنہ احدی و خمسین و مائتہ و  
 الف (۱۱۵۱) واقع شد و بروفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامہ مرحوم  
 میر عبد الجلیل نور اللہ مضجعہ۔ جانب شرق مدفون گردید۔ مؤلف  
 اوراق گوید

افسوس کہ آفتاب	معنی	از حلقہ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت		علامہ از جهان برون رفت

احیاناً بنا بر تشہید طبع بہ ترتیب نظم می پرداخت۔ و فرق شعر را بر شعری می افراخت  
 این رباعی نتیجہ فکر عالی است

گر بوالہوسی نیاز ظاہر آموخت	کی آتش سوز دل تواند افروخت
چون صورت پروانہ فانوس خیال	گر در شمع گشت و یک ذرہ نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبد الجلیل حسینی واسطی بلگرامی نور اللہ ضریحی

عند لیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمہ مناقب والا سنجیدہ - و گوش ارباب ہوش  
را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ -

ایجا ہم بجزیر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد - و پیشانی صفحہ را بانوا  
قدسیہ منوری سازد -

x x x x x x x x x x x x x x

\* x x x x

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیاء اجلہ علماء عالی مقدار است - و در تقدس  
ذات و جلائل صفات یگانہ روزگار - و از عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود -  
و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ و اَتَيْنَاكَ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ اِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ  
لَمِنَ الصَّالِحِينَ از جمعیت صوری و معنوی خطی وافر داشت -

و از مناقب والا اینکہ بہمن طالع بیدار شاہ ولایت گشمر اللہ و جہہ  
را در خواب مے بیند و دست بیعت می دہد و در قصیدہ منقبت زبان بادای  
شکری کشاید کہ

دین پناہ بفضل آگاہ	دل پاک تو شمع عرفان است
کرده ام بیعت تو دور رویا	این سعادت ز فضل رحمت است
دستم آخر گرفته بکرم	می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن	مور پرورہ سلیمان است

کتب او ائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود - و در حلقہ درس  
شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرشتہ تحصیل بانہار رسانید - و علم حدیث

از خدمت میرسید مبارک محدث بلگرامی که از تلامذہ خاص شیخ نورالحق خلف<sup>لصدق</sup> شیخ عبدالحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بهم رسانید۔ و حافظہ بشر<sup>لف</sup> برترتبه بود کہ قاموس اللغه از اول تا آخر از برداشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت:۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبدالجلیل ندیدم“ و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف می نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مائتہ و الف (۱۱۰۲) بہ دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ و کثرت ثانی در سنہ احدی عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادہ تلاش معاش جادہ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہما پوری) از توابع بیجا پور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانخ نگار حضور پادشاهی لوازم قدر شناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاه بمنصبی شایستہ و جاگیر جیدہ از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشگیری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولہ۔ قریب عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشائی کندہ

مرا از جناب خلافت عطا شد  
 زر روی کرم خدمت عیش افزا  
 خرد گفت تاریخ تفویض خدمت  
 وقائع نگاری گجرات زیبا  
 بعد حصول خدمت از دکن محل سفر بخط بلگرام برست و از آنجا متوجہ گجرات شد و غرہ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چار سال ہر دو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد



و در سنه ست و مائت و الف (۱۱۱۶) عزل در میان آمد- آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور محروسه بلگرام تشریف آورد-

میرزا یار علی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم در آن سال خدمت بخشگیری و وقایع نگاری و مداح نویسی سرکار بهکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصدا جیر روانه بلگرام<sup>نخست</sup> آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سندھ بخرامش در آورد و بیست و چهارم رجب سنه سبعة عشر و مائت و الف (۱۱۱۷) سواد بهکر را از پرتو قدوم برافروخت- و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزادها و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقه بی آنکه از بهکر حرکت کند ارکان سیر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر پادشاه از نیزنگیهای قدرت الهی در پرگنه جنوبی از اعمال بهکر ریزه های نبات بقدر ثناء خورد از ابر بارید- و به نزول این حلاوه غیبی کام و زبان عالم شیرین گردید- آنجناب درین سانحه غریب رباعی انشا کرده در فرد و قانع معروض بارگاه خلافت داشت که هـ

فرخ سیر آن شهنشاه بابرکات      پرخ از ادب او شده شیرین حرکات

در سند زمین عهد عشرت مهدش      بارید سحاب ریزه قند و نبات

میر حاکم سمرقندی که مدان زمان رائق و فائق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور

معلی باو تعلق داشت- و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد بنجر دلاخله

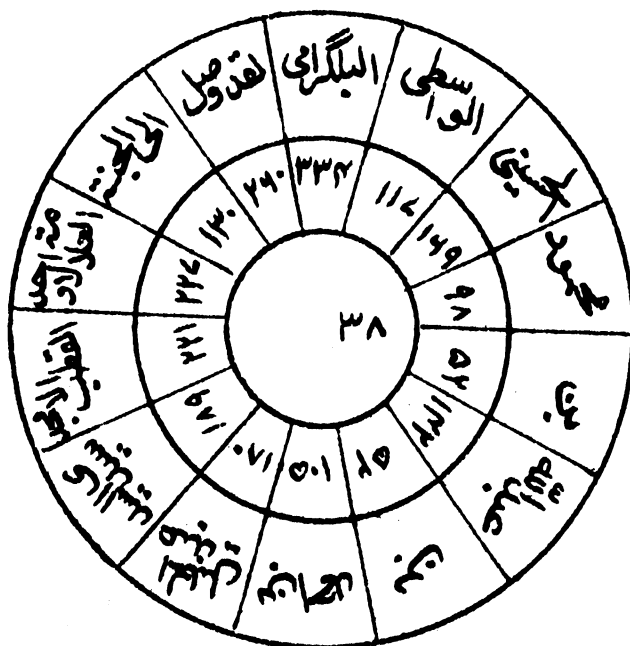
فرد و قانع بی آنکه حکم به تحقیق کند محل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین

و مائت و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت- آن جناب در همین سال از بهکر

جانب دار الخلافه شاهجهان آباد حرکت کرد و خدمات بواسطت امیرالامرا سید حسین علی خان بحال ساخت - و شیخ محمد رضا بهکرمی را نیابت مقرر فرمود و در سنه اثنین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) بعد شانزده سال بلگرام را از مقدم گرامی مستعد ساخت و یک سال توقف کرده به دار الخلافه شاهجهان آباد تشریف بُرد -

ولادت با سعادت سیزدهم شوال سنه احدى و سبعین و الف (۱۰۷۱) است و انتقال شب شنبه بیست و سیوم شهر ربیع الآخر سنه ثمان و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۸) در شاهجهان آباد واقع شد - نقش مبارک حسب الوصیة بدارالسلام بلگرام نقل کرده روز جمعه اول وقت عشر ششم جمادی الاول سال مذکور در قدم و اول بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند -

راقم الحروف کریمه للذین أحسنوا الحسنى و زیادة (۱۱۳۸) تاریخ یافته در تفسیر بیضاوی گوید :- الْحُسْنَى الْجَنَّةُ وَالزَّيَادَةُ هُوَ الْإِلْقَاءُ وَنِزْر دائرة تاریخی به پرکار فکر کشیده و تاریخ لا تعد ولا تحصى بمرکز نشاند -  
دائرة این است -



طریق استخراج تاریخ ازین دائره این است که از خانهای چهارده گانه هر خان را که خواهند مبدء قرار دهند - و بهر عددی که بخاطر برسد شمار نمایند سواى واحد و چهارده و اضعافش و اول با آخرین - و بهر خانه که شمار تمام شود عددش بگیرند - پس عددی که بدان شمار مقرر شده اگر فرد باشد باز خانه منتهی را مبدء گردانیده تعداد نمایند مَرَّةً بَعْدُ اُخْرٰی و دَوْرَةٌ دَوْرَةٌ تا آنکه منتهی مبدء اصل گردد - اکنون مقدار عددش بگیرند که مجموع اعداد حاصله تاریخ شود - و اگر زوج باشد خانه مابعد منتهی را مبدء گردانند - و همین نمط شمار منجر شود تا آنکه منتهی خانه ماقبل مبدء اصل گردد - پس بدستور مجموع اعداد حاصله تاریخ شود -

مخفی نماند که مراد از اضعاف در اعداد مستثنی مثلین و سه مثل فصاعداً باشد - و اطلاق ضعف از روی لغت بر سه مثل فصاعداً آمده است برخلاف مصطلح علماء حسنا فی الْقَامُوسِ :- اَلْضَعْفُ بِالْكَسْرِ الْمِثْلُ اِلَى مَا نَا اَدِیْقَالَ لَكَ ضِعْفُهُ یُرِیدُونَ مِثْلَیْهِ وَ ثَلَاثَةَ امْثَالِهِ لِانَّهُ زَادَهُ غَیْرُ مُحْصُوصَةٍ

حالا خانه زبان آور فضائی که تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید - و لذت جویان معانی را خلوط روحانی می افزاید -

میر محمد مراد متخلص به لائق جوئی پوری که در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا صائب پیاده از هند به صفایان رفت - و روزگار بخدمت میرزا ایسر برده به هند برگشت - و از پیشگاه خلد مکان مدتی به سوانح نگاری دار السلطنت لاهور سرافرازی داشت با علامه مرحوم بسیار مرتبط بود و با اشاره ایشان خمسه در سلک نظم کشید - چهار کتاب از خمسه او بنظر راقم الحروف رسیده - در خاتمه مثنوی مقابل "مخزن اسرار" تصریح بتکلیف علامه مرحوم می کند و زبان به ستایش و الامی کشاید که راقم این نامه معنی سواد مو سخن بنده محمد مراد

داشت سری گرم ز سودای نگر	بود شبی آنجن آرای فکر
خامه بکف منتظر فیض خاص	یافته از قید تعلق خلاص
اهل سخن را به سخن رهنمون	از درم القصه درآمد درون
از پی تحقیق سخن چشم و گوش	نشئه سر جوش خمستان هموش
سید علامه عبد الجلیل	صورت از وگشته بمعنی دلیل
طالب خویشم چو کلام کلیم	کرده بموزونی طبع سلیم
زود تر از نکبت گل بامشام	می دهد از لفظ بمعنی پیام
گرم تر از نشئه می بادماغ	می برد از طرز بمطلب سراغ
دل گرو صورت اندیشه است	دید که فکر سخنم پیشه است
تاب کش سُبْحَه و زُنَّار به	گفت سخن ساده و پرکار به
معنی بیگانه لفظ آشنا	بس بود از بهر سخنور گوا
روی سخن را به نفس غازه کرد	گفتن او فکر مرا تازه کرد
خیل معانی ز سپه یکدگر	شد ز پری خانه دل جلوه گر
پنجه در خمسه نویسی شدم	جرعه کش بزم اولیسی شدم
نقش دلاویز به پرداختم	خامه بخریر گرو ساختم
طرز سخن یافت ز فکرم نوی	از مدد باطنی گنجوی

و ناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته و گوهر حق سفته سه

چو توئی کجاست شایسته بقلم و معانی      بتو هیچکس مانند تو به هیچکس نمائی  
 قیمت شناسان لالی فصاحت می دانند که تا در بیتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده  
 بی سخن تا صدف آسمان بر خود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتهای گزشت  
 که مصراع می موزون نمی کرد - و هرگاه تقریبی رومی داد پری ز ادا ان معانی را باندک توجه

تسخیر می نمود. طبع معنی آفرین همین معنی دارد. و برهانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو نظرت نمی باشد. و در اصل توجه فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود. و الا شاعری را دون مرتبه خود می شناخت. و درین باب جلی می جنبانده

مقصود من تفنن طبع است از سخن ورنه سزای زنبه من نیست شاعری

آنجناب از هفوات شاعری بسیار احترام داشت و فرزندان و تلامذه را سخت تاکید می کرد که زبان را از هفوات محفوظ دارند. سیما نسبت به انبیا صلوات الله و سلامه علیهم اجمعین مثل ترجیع معشوق مجازی بر یوسف و طعن عاشق بر صبر ایوب علیهما السلام و هر جا هفواتی از شاعری بنظری آمد. آیه خاتمه سوره شعرا بر زبان می آورد که سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اَيَّ مَثَلٍ يُنْقَلِبُوْنَ.

و فقیر التزام کرده ام که درین صحیفه هفوات شاعری بر زبان قلم نیاید. و کام و زبان از تملوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طراز می" و بعد بنا بر آنکه سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد. اما اکثر اسم شریف خود می آورد. و در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی داد فصاحت می داد. غزل گفته و از دیگر اقسام سخن جواهر آبدار به الماس اندیشه سفته. و لاشک سلیقه صاحب طبعان مختلف افتاده. شخصی واحد را مشاهده می کنیم که بسرا انجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپری اندازد.

عرفی شیرازی قصیده را بپایه اعلی رسانده اما غیر قصیده را طرزے که باید بر کرسی نه نشاند.

میرزا اصائب در غزل داد سحر آفرینی داده اما در غیر غزل کم پیش نهاده اینجا کمال قدرت الهی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود که این کس هیچ ندارد و

انچہ بردل وارومی سازند بر زبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد و کن واقع شد۔  
خود با فقیر نقل کرد کہ صحبت خوب برآمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا  
نیم شب جلسہ اتفاق افتاد۔ در آن آیام ناصر علی قصیدہ لامیہ تازہ گفتہ بود۔  
تشبیب آن در وصف گرماست و گریز بہ نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلعش  
این است ۛ

گد اخت بسکہ ہوا ی تموز مغر خیال      شرر ز سنگ بر آید بصورت تبخال  
تمام قصیدہ بر خواند و استفسار کرد کہ بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیدہ خوب است باز  
بجہ شد کہ اگر بیتی پسند افتادہ باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ مجروح استماع  
این کلمہ تغیری در چہرہ ظاہر شد۔ دریافتم۔ گفتم این ہمہ جواہر ریزہ ہاست و در مرتبہ چہتر  
ہمہ مساوی۔ اما گاہ می شود کہ آبداری یکی ممتاز می افتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال  
آمد۔ و پرسید کہ کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ۛ

ز بسکہ نم نزمین نار سیدہ مے سوزد      چو شمع بر سر شلخ است ریشہای نہال  
ناصر علی تحسین کرد کہ فی الواقع من ہم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔  
و نیز می فرمود کہ در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راتم الحروف  
رفت و بیت دیگر این است کہ در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ۛ

محی الدین محمد زیب اورنگ      فضای شش جہت بر شوخیش تنگ  
میر عبد الجلیل فرمود کہ لقب پادشاہ محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔  
ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود کہ در ہمین مثنوی جاے در مدح اسپ گفتہ اید کہ ۛ  
بلکہ لامکان سیرش ہم آہنگ      فضای نہ فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ بریک و تیره واقع شده و شوخی نسبت به پادشاه ملائمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی بر آورد۔ و در اکثر نسخها نیست اما در یک نسخه کهنه بیت مذکور بعینه بنظر راقم الحروف رسیده۔ و در نسخه دیگر بتغییر مصراع چنین دیده شد

شهنشاه جهان هوش و فرهنگ      محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود که در سفر و کن خدمتها کرده و شرائط و قاجا آورد

هنگامی که در لشکر خلد مکان و با افتاد۔ و عالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمان او هم لبریز گردید۔ میر در مرثیه او مثنوی پر سوزی بنظم آورده و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور در میان آمده مطلعش این است

بیا ای خامه ماتم روایت      پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار مخطوط شد و نسخه استدعا نمود۔ آنجناب نسخه ارسال نمود۔ ناصر علی در جواب این بیت بدیهه بر شقه کاغذ زرافشان نوشته فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاهده کرده

ندام تا چهار دست یوب تومی آید      که بوی خونِ مظلومان ز مکتوب می آید

شخصی مصراع از بیت میرزا بیدل در مجلس خواند که ع

”روز سوار شب کند اسپ چراغ پا“

و گفت کسی می تواند که پیش مصرع بهم رساند۔ علامه مرحوم فی البدیه انشا کرده

غره مشوک ابلق ایام رام تست      روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

از آن شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است که مصرع شریف به او پیش مصراع میرزا واقع شده۔ میرزا چنین گفته است

باطیع سرکش این همه رنج و فاجر      روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مهارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبه نهایت بود۔ میر نورالدین احراری

## در شرح قول شیخ سعدی که

وَإِنْ سَلِمَ الْإِنْسَانُ مِنْ سُوءِ نَفْسِهِ فَمِنْ سُوءِ ظَنِّ الْمُدَّعِي لَيْسَ يَسْلَمَ

نوشته که لایسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چه در نسخه لیس مصرع زیاده میشود آتی

آنجناب برین قول حاشیه تحریر نموده - در اینجا کلام مشریف بجنسه نقل کرده می شود -

”مخفی نماند که این بیت بر وزن دوم ازان اوزان ثلثه بحر طویل است که عروض و ضرب آن مقبوض

”می آید و تقطیع مصراع ثانی که سناط گفتگوست و موزون به آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن باشد چنین

”است فمن سو فعولن - ع ظن نکر مفاعیلن و عی لی فعولن س یسلمو مفاعیلن - و چون تقطیع

”مذکور معلوم گردید ظاهر شد که واجب و متعین است که نسخه لیس یسلم باشد نه لایسلم چنانچه

”میرگان برده - چه حرف لام و یا از حرف لیس در تقطیع بالفظ و عی مرکب شده بر وزن فعولن خوا

”شد و سین کلمه لیس بالفظ یسلم منضم گشته بر وزن مفاعیلن خواهد گردید که ضرب مقبوض است -

”و در صورتیکه نسخه لایسلم بقول میرا اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ و عی مرکب شده فعولن خواهد شد

”و لیسلم بر وزن فاعیلن خواهد ماند - و فاعیلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچه بر متبع عروض پیدا

”ست چه ضرب بحر طویل تام می باشد یا مقبوض یا محذوف - و فاعیلن ازین هر سه قسم خارج است

”پس آنچه میرا نوشته که از نسخه لیس مصرع زیاده می شود موافق میران طبع میراست نه موافق میران

”عروض طرفه آنکه مصراع در صورتیکه لایسلم باشد کم می شود -

”و چه مناسب این مقام است بیتی که خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر

”طویل آورده -

”سَتُبْدِي لَكَ الْآيَاتُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا وَيَا بُنَيَّ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَتَوَدَّ

”و عبارت میر که لایسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چه در نسخه لیس مصراع زیاده می شود آتی

”محل تامل است زیرا که منطوق عبارت دلالت دارد برین که زیادت مصراع منافی فصاحت است



”و وزن عروضی را وجود اعدماً در فصاحت و عدم آن دخلی هست و حال آنکه هیچ یکی از علماء معانی  
 ”این معنی را در فصاحت کلمه و کلام و عدم آن اعتبار نکرده - بر فرض تنزل مقتضای عبارت میر  
 ”آنست که بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد و حال آنکه لفظ فصیح ترک برای تفصیل است  
 ”دال است برین که نسخه لیس لیس هم فصیح است پس فصاحت این نسخه با زیادت وزن  
 ”با اعتقاد میر چه قسم جمع می تواند شد اللَّهُمَّ اَعْزِزْ هَفْوَاتِي وَاَعْزِزْ عَنْ مَنَّا لَاتِي  
 ”انتهی کلامه“

از عهد خلد مکان تا عصر محمد شاه پادشاه جمیع امراء عظام اعوان و اکرام میر بجای  
 آوردند و تشنه صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان که با ایشان الفتی  
 خاص داشت - و اکثر در مجالس خود بر ملا می گفت که میر عبد الجلیل درین عصر نظیر  
 ندارند و لوازم احترام فوق الحد بتقدیم می رساند لهذا آنجناب از تیر دل بمدحت او پرداخته  
 و نام او را زنده جاوید ساخته

و آنجناب با امیر خسرو علیه الرحمه تشابه تمام دارد - و خود در مثنوی می فرماید  
 اگر چه میر خسرو بود استاد      ندارم چرخ چون او دیگری یاد  
 بفکر دور دو پرواز دارد      بنی نبود ولی اعجاز دارد  
 در انواع سخن شور جهان است      بقدرت خسرو صاحبقران است  
 ولی من هم ازین گدسته نو      درین عصرم بجای میر خسرو  
 کمال از هر نمط دلخواه دارم      امید تربیت از شاه دارم

تشابه ایشان با امیر خسرو هم از راه جامعیت علم و عمل و هم از جهت مصحبت  
 ارباب دول - چه امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دہلی بسر برد و هفت پادشاه  
 را خدمت کرد - طرفه آنکه علامه مرحوم هم بلوازم خدمت هفت پادشاه دہلی از سلاطین  
 تیموریہ پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاه عالم و محمد معز الدین (جهاندار شاه)

و محمد فرخ سیر و رفیع الدرجات و شاہجہان ثانی و محمد شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ  
 اما رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند  
 و از غارت گرجا جل فرصت نیافتند۔ قصیدہ میمئہ میر کہ عنقریب می آید بنام شاہجہان  
 ثانی است

اشعار میر اگرچہ در مدائح واقع شدہ امامۃ العرسلہ شعر از احدی نگرفت الا  
 یکبار وقتیکہ این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانیدہ  
 کسری کہ بعدل بود عالم پرور بی جرم آویخت پای زنجیر ز در  
 ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد آویختن سلسلہ در ہم در کشور  
 سلطان چہار خریطہ از طہای مسکوک و کن کہ آن را ہون نامند بدست شہزادہ کام بخش  
 داد۔ شاہزادہ بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان بہ میر رسانید۔ و این  
 یکبار صلہ گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابہ با امیر باشد چہ امیر خسرو صلات  
 از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچہ از تتبع تصانیف امیر واضح می شود  
 سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزہ کتاب ”نہ سپہر“ زر  
 برابر وزن جثہ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تہذیب می نماید و از زبان سلطان  
 قطب الدین می فرماید

بتاریخ ہچون من اسکندری	کند ہر کہ آرایش دفتری
ز گنج گرانمایہ بے شمار	دہم بار پیش نہ آن پیلبار
مرا خود درین رہ پد شد دلیل	کہ می داد ز ہم ترا زوی فیل
شناسد کسی کش خرد رہنمون	کہ از پیلبار راست و زش فزون
چو میراث شد پیل زرداد نم	نہ زیباست زین سہل تر داد نم
شاہ گنج بختا کرم گسرا	معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت	همه پیش شاهان والا گذشت
بسی بندگی کردم از عون تخت	کمر بسته در خدمت چار تخت
ز شاهان کسی کا ولم کرد یاد	معزالدنا بود شه کیقباد
ازان پس ز فیروزه چرخ بلند	شدم پیش فیروز شاه ارجمند
ازان پس که در شه ستائی شدم	تو نگر ز گنج علای شدم
شد اکنون که اقبال همد مرا	نوازنده شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز تو جم یافتم	در ایام پیشینه کم یافتم
کنون لابد از سحر سخ ز من	باندازه بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم	چو این نامه خاص کم ساختم

تحقیق نمائند که مراد از معزالدنا معزالدنیا است برای ضرورت شعر دنا در آورد  
و آن جمع دنیا است و مراد از فیروز شاه سلطان جلال الدین خلجی باشد چه نام  
اصلی او فیروز است

اکنون سلسله مطلب اصلی می جنبانم - در عفتوان شباب "امواج الخیال"  
نام مثنوی در تعریف دارالسلام بلگرام فرموده - و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی  
هندی ضبط نموده با ثبات برخی ازان مثنوی روی ادراق رامزلف می سازم

آب و گل من که فیض عام است	از خطه پاک بلگرام است
سبحان الله چه بلگرامی	کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نو بهار عشق است	آتش می بی خار عشق است
از عشق سرشته اینزد پاک	از روز ازل خمیر این خاک
هر لاله کزین دیار روید	تخم دل داغدار روید
هر گل که دمیده است زین خاک	خونین جگرست پیرهن چاک

منصور برآمد است بردار	نرگس نبود بصحن گلزار
آویخته بسطی بفتراک	گل با سنبل بهم دران خاک
پژمرده گلیست باخته رنگ	خورشید از ان بهار نیزنگ
زنگی بچیه کمند انداز	سنبل بچمن بود بصد ناز
سر سبز شود نفس چوریجان	از فیض هوای آن گلستان
هچون خط یار از بنا گوش	زاتشکده سبزه می زند جوش
شد پرده چشم بال طافوس	تا شد چمنش بدیده محسوس
چون گرمی عشق سازگار است	تا بستانش که عیش بار است
گوئی که حرارت غریزیست	گرمی آنجا است مایه زیست
عنقای هوا بدام آید	سرما چو دران مقام آید
افسرده شود چو شاخ سنبل	هر دود که از جگر کند گل
حُسنش بحد کمال آید	چون موسم برشکال آید
چون خیل پری بود به پرواز	جولان سحاب شوخ طناز
تا خرقه رقع رقع دوقت	در ویش هوا بسی نفس خست
تسبیح هزار دانه در دست	وز نشئه ذکر بهر شد مست
ساغر کش نشئه مباحات	شاهنشئه یک تاز برسات
مشکین علم سحاب در پیش	نقاره نواز حشمت خویش
وزا برسیه سپر دلاویز	از برق نموده تیغ خون ریز
وز قوس قزح کمان رنگین	ترکش ز تقاطر بهارین
بر فوج خزان شکست آرد	تا روی زمین بدست آرد
کرده ورق نشاط افشان	باریدن ریزه ریزه باران

نقصی است ازین بهار مرغوب	ظّل ممدود ماء مسکوب
هر سو صنمی کرشمه پرداز	از نوک نگه جگر رفو ساز
تا پای کشان کند کاکل	سر مست نگاه پیر تغافل
تا در تنق حیا نشسته	حق از مژه بر نگاه بسته
صفهای مژه بترکتازی	مشغول نبرد نیزه بازی
قدی و نهال جلوه نوخیز	حسن و بهار غمزه گل ریز
از چین جبین ناز تخمیر	در پای نگاه بسته زنجیر
از داشتن گل تبسم	در خون شفق طپیده انجم
از سینه شان که خوش بهار است	پیشانی صبح داغدار است

دیگر شنوی گفته در جشن طوی محمدر فرخ سیر پادشاه بادختر راجه اجیت سنگه راتهو  
که در سنه سبع و عشرين و مائة و الف (۱۱۲۷) واقع شد - جولان فکر عالی ازین شنوی  
هموید است خصوص در مقامی که اسماء پردای هندی در ضمن الفاظ فارسی آورده -

و بے تصنع سحر حلال بکار برده - این چند بیت از ان مقام است -

چو صید دل نماید حسن آهنگ	پرداز چهره هر پار سارنگ
در آن مجمل کجا بر گوش می زد	نوامی کان نه راه هوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند	پی این نغمه از حسرت ملاک اند
مغنی بر نواز آ انسان و ترزد	که از بر بط بهار عیش سرزد
شگفتنای دل در دستار است	که آن را نغمه گل دیس کار است
نوامی نغمه گرم دلبری بود	بنظم گوهری پیکیو جری بود
شگفتن آچنان سری زدا زتا	که کردی سینهارا صحن گلزار
اگر چه زهره دارد خوش نوائی	بدانی حال او این سوگرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد	برو صد چوب کلا والله نی زد
ز بس مدحش شد زین نغمه شیا	ندارد از آنکه یارای رفتار
نوا گوید قوام ساحری ام	پی تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمه بود از نقصها پاک	نباشد در نگار جو ردیس آک
چنان در نغمه باشد دل پذیری	کز افسون تر نم دیو گیری
لب هر ساز این معنی ادا کرد	که جشن شاه کام مار واکرد
به الفت همگر را داده یاری	نوا ساز از صحبت براری
چنان از نغمه دل بر پیغمی زد	که بی اجمال کوس خرمی زد
کسی کوزین ترنم قوت جان کرد	ز شادی یک نیاز مطربان کرد
باستیفاء لذت ترانه	ترا کافی ست این جشن شهانه
جهان شد زنده ز این گتیر	کز و برخاست موجی جان و تیره
چو منتقار از می آن جشن نتر کرد	ره احسن گرا بر نغمه سر کرد
اگر دلی نماید فخر شاید	نوای زین به اگره کی سراید
بود در گلشن گل ریز هر لب	سرود خار کن بایت در آن شب

### حواشی ابیات

وتر بختین تار ساز دیس بکسر دال ممله ویای مجهول بمعنی مانند پیگو (پیفو) نام

ملکی است که جواهر آبدار را بدو نسبت دهند - اسدی گوید ع

”زیاقوت سیصد گهر پیگویی“

اله بختین سرگشته شدن پت اله که بر کاغذ و جامه دهند و تقویم از واصل آید

آگ بالمدعیب یک بفتح باء فارسی اسبابخانه تبیره دهل و نقاره که را با بفتح مزع جاری

هر چند حباری مُرغ نوا سنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم از می این جشن متفاریز کرده در نوا سنجی در آمد خار کن نام شخصی که نوا ی خار کن با و منسوب است بابت شب کننده مشتق از بیتوتت -

و اسماء پردای فارسی دوازده مقام و بیست و چهار شعبه و شش آواز و سی لحن بار بد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظه معنی اسمی معانی ابیات تمام است - چند بیت بر سبیل استشهاده آورده می شود -

دلت گر بمقام عیش شیدا است	ز تار ساز راه راست پیدا است
کنده هر پرده از عشرت فزائی	چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذت چو زاهد آشنا شد	نماز پنج گاه از وی قضا شد
معنی نغمه چون باده انگیخت	بجام باده کحلِ اصفهان ریخت
بهار نغمه چون در دل دهی شد	نی از فیضِ نوا سر و سہی شد
زمطرب هر نوا در زمین است	بمعنی گنج باد آورد این است

و فائده آوردن اسماء نغمات هندی و فارسی به کیفیت معهود در خاتمه داستان

نغمه بیان می نماید و می فرماید -

جگر چون دانه یاقوت سقتم	که نام پرده در پرده گفتم
که تا هر سامعی کنز نارسائی	بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گرز حسن صنعت آگاه	ز حسن نظم گیرد خط و لحاظ
مغل بار آگ هندی آتش است	بمهر فرس هندی را شنا نیست
اگر آن این و گر این آن نداند	بنظم من ز معنی در نماند
درین دریاشناسی مابه بیند	تلاش دست و پای مابه بیند

(ایضاً از ان شنوی)

## در وصف طائفہ رفاضان

( گروہی از صباحت غازہ بر رو  
 یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ  
 یکی از نفیس رنگِ زعفرانی  
 یکی بَر دے رنگِ سرمئی ہوش  
 گرہ زن گشتہ ہر شوخ پری زاد  
 رخی بر ہم زن ہنگامہ گل  
 ز موج جنبشِ ابروی ایشان  
 بہ ابرو کردہ جادو لہای عشاق  
 ادایِ گردشِ چشمِ فسون ساز  
 بسوی گردشِ چشمِ آرد آہنگ  
 نگہ در دل ہر مستمند است  
 بگرہ چشمِ مستِ سحر پرواز  
 کہ تا بسمل کند دِلہای خستہ  
 بود کا کل باین معنی مُباہی  
 میان زلف لعل گوشوارہ  
 کنارے مون لٹین مکتا سو کوئین  
 ز مروارید بینی گاہ دیدن  
 دران بینی نہ مروارید و یا قوت  
 سرشکِ قطرہ خونِ دلِ ماست  
 دہن سرچشمہ گوہر فشانی  
 گروہی از ملاحات سبزہ جو  
 صدراع شوق افزودی بنیرنگ  
 بہار دیدہ کردے ارغوانی  
 بعشق نالہ زن گفتے کہ خاموش  
 ز کا کل بردل و از نغمہ برباد  
 نگاہی قبلہ کیفیتِ مِل  
 فتادہ کشتی دِلہا بہ طوفان  
 تو گوئی شیشہا چیدند در طاق  
 پچرخ آوردہ دِلہای نظر باز  
 تماشا ئی ببالِ گردشِ رنگ  
 ز خطِ سرمہ در دستش کند است  
 نہ پُر گردیدہ مژگانِ فسون نسا  
 کرشمہ آستین را بر شکستہ  
 کہ رنگے نیست بالائے سیاہی  
 بہارِ عشقِ پچان کن نظارہ  
 گھٹا ہے دامنِی ہے اور بونڈین  
 چو قطرہ دل مہیای چکیدن  
 نگاہے عالمے را کردہ مہوت  
 کہ سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاہت  
 تبسم موجِ آبِ زندگانی



تبسم از برق آخِ چرخه فرق است  
 مسمی زیر لب اطراف دندان  
 تبسم در مسمی دارد بهارِ رے  
 ترخم از لب شان می کند گل  
 لب از رنگ لطافت چهره افرو  
 بگرداب زرخ مائل جهانی  
 چنان سبک ز رخِ حسرت نور دست  
 بود گوش از صفا بالای گردن  
 دو ترک چشم ساغر بر کف دست  
 که هر دو گوش نزد صاحب دید  
 گلو بندی ندی چون بر نظر زد  
 دو چشم و سینه را با هم بهاری است  
 نمودے موج رنگ پان ز سینه  
 خیم چوری بغایت دل پسند است  
 سیه چوری بود چون تار سنبل  
 ز انگشتان پیرس و خون بسمل  
 در انگشتان نگین را فتنه کار است  
 نگین در دست گرم دلبری بود  
 سرین کوهی نهان در جوش گلشن  
 نظرها در سرین مشغوف دیدار  
 نگارین پای زیب ساق دلجو  
 که هر دندان معنی تخم برق است  
 تو گوئی ظلمت است و آب حیوان  
 چو شمشیری که رخشد در عباری  
 ز برگ گل شنو آهنگ بلبل  
 شفق کرد است گل از صبح نوروز  
 چو بر چاهی بهوم کاروانی  
 که از فرط خجالت سرخ و زرد است  
 بلورین قیف بر میناے گردن  
 چنان گشتند از صبا سیمیت  
 دو ساغر از دو دست هر دو غلطید  
 خطوط آفتاب از صبح سر زد  
 چو بیماری که در پیشش اناری است  
 برنگ موج می از آبلگینه  
 بصید هوشها چین کند است  
 که پیچید بر گلدسته گل  
 که ناخن می زند این حرف بزل  
 همانا آخر دنباله دار است  
 بهم گفت الخضیب مشتری بود  
 دلیل آن کمر و انگاه دامن  
 چو غلس طلای دست افشاد  
 سہی سروی دمیده بر لب جو

قدم در قفس زان رو بقیار است	که بردلهای گرم اورا گذار است
برزنگ شمع زانها قد کشیدن	برزنگ قطره از دلها چکیدن
کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب	چو موئے کوفند در جوش گرداب
بهنگام اشارت چشم و ابرو	کف دست و سر انگشتان و بازو
بنطق آیند در تصویر ایما	قیامت می نماید نطق اعضا
زمین از قفس شان گلزار چشید	هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

### در صفت چراغان

بشی روشن تر از صبح سعادت	مصفا چون دل اهل عبادت
هزاران شمع هر سو جلوه گر شد	تجلی پرور نور نظر شد
زده هر شمع بر سر طره زر	زمر و اریذ غلطان جامه دربر
درین شب شمعه را خوش ظهور است	سراسر بزم سرودستان نور است
صف فانوسها چون گنبد نور	بانواع تجلی گشته معمور
زهر فانوس بنید چشم انصاف	دل نورانی از پیراهن فصاف
به فانوس خیالی دیده مانوس	نظر در سیر زنگ بال طاؤس
شعلع مشعل تابان دل افروز	برزنگ پر تو حسن گلو سوز
چراغان صف زده چون شانه زر	که در هم داشت شب زلف معبر
چراغان جمله تن گشته دبا نهها	قتیلد پای تا سر شد زبا نهها
دعا کردند بهر شاه چون من	که شمع سلطنت زو باد روشن

### در صفت آتشبازی

هوای عوم سیر آسمان کرد	بهر جانب جریب زرد روان کرد
پی تعلیم حرف روشنائی	فلک شد صنفی حرف هوائی

ز جوش نور مهتاب و ستاره	هوا شد چرخ دیگر در نظاره
شجر با از طلای صاف کردند	پزند شب مشجر باف کردند
ز چرخ شد عیان بر عام و بر خاص	که خورشید اندر این شب گشته قاص
چنان در دود طالع شد ستاره	که در گیسوی شعاع گوشواره
بنفشه تختهای شعله افروز	سرب را گرفته در بغل روز
نمودی روشنی از جام مهتاب	چو در بوت گداز نقره ناب

### در صفت ستایان

ز ستایان گوهر پاش درگاه	گروهی پیش پیش موکب شاه
عرق ریز از جبین خوش تلاشی	بزرگ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای هر یک بزرگ ابر	دوال مشک هر یک چون رگ
بگرد راه مشکشان بدل داشت	که هر یک معج در یاد بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست شویافت	زمین هم زین عروسی آبرویافت
بگیتی جوشد بروجه دلخواه	عبار از خاطر و گرد از سر راه

تخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت و چون پادشاه غنقر  
سریر آرای ملک جاودانی شد - آنجناب دل به تبییض مسوده مثنوی نداده متوجه  
عالم قدس گردید - بعد رحلت ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد  
و ابیات مشکل را حسب الطاقته حل کرده حواشی بقلم آورد - و درین محل چند  
بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست -

در مدح پادشاه هـ

وَإِنْ فَاقَ الْوَمَاءُ فِي الْجَنَسِ الْفَضْلِ      فَإِنَّ الدَّمَ بَعْضُ الْقَطْرِ فِي الْأَصْلِ  
ان شرطیه است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاه خلق را در جنس و فصل ماهیت انسانی پاک نیست پس بدرستی که مروارید  
بعضی از قطر هاست در اصل حال آنکه فائق است از دیگر قطر ها -

این بیت در تنج ابی الطیب متبنی است که در مدح سیف الدوله ممدوح خود  
گفته ۵

وَإِنْ تَفْقِ الْأَنَامَ وَأَنْتَ فِيهِمْ      فَإِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغُرَالِ  
خطاب به ممدوح است یعنی اگر فائق شدی خلق را حال آنکه تو ازیشانی پس پاک  
نیست زیرا که مشک بعضی از خون غزال است حال آنکه فائق است -

بر وقت شناسان هویدا است که تشبیه لاحق از سابق پاکیزه واقع شد -  
ایضاً در مدح پادشاه ۵

مثل از دانش او گر کند گوشش      فلاطون از مثل سازد فراموش  
مثل بضم تین جمع مثال - و مثل افلاطونی بچند معنی است - گاهی مراد می شود عالم  
مثال که متوسط است در میان عالم غیب و عالم شهادت و گاهی مراد می شود صور  
علیه الهیه که قائم بذوات خود اند نه بذات خداوند تعالی شان و گاهی مراد می  
شود جواهر مجرد که آن را از باب انواع نامند یعنی از هر نوع فردی است مجرد  
از ماده ازلی و ابدی که افاضه کمالات جمیع افراد آن نوع و ابسته اوست - و  
آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال و جز آن خوانند

این معانی از حاشیه میرزا اهد بر امور عامه شرح موافق و کتب دیگر بقلم آمد -  
ایضاً در مدح پادشاه ۵

سپاهش چون عرضی وقت تصریح      کند روشن بر اعداد حرف تقطیع  
عروض بالفتح نام علم مشهور است عروضی منسوب بآن و تصریح در لغت افکنده

و در اصطلاح شعر آقافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع  
در اصطلاح عروضیان ده اندر مجموع بدین عبارت "مَحَتَّ سَيُوقُنَا" معنی آن  
در خشیدنند شمشیرهای ما -

### در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان اگر می دید خنساء سخندان  
نمی کردی بشعر خویشتن فخر بآن نارو علم درباره صخر  
تلیح است بسوی بیت مشهور از قصیده خنساء بفتح خاء معجمه و نون و سین همله  
یکی از مشاهیر نساء سخن طراز عرب که در مرثیه برادر خود صخر نامی گفته که ه  
وَإِنْ صَخْرًا لَّمَّا تَمَّ الْهَدَاةُ بِهِ كَأَنَّهُ عَلَّمَ فِي سَائِسِهِ نَارًا  
یعنی بدستی که صخر هر آینه اقتدای کنند راه نمایان باد - گویا صخر کوهی است که بر  
سر آتش داشته باشد چه کوه که در راه بنمونی هوید است خصوص در حالی که بالای آن  
آتش افروخته باشند -

و در اینجا مراد آن ست که اگر خنساء خط سُرَخ پیشانی فیل می دید به تشبیه کوه و  
آتش فخر نمی کرد -

### در صفت اسپان

چو گام شان به تندی آشنا شد بهر گامی بنا برج العصا شد  
عصا نام اسپ جذیمه الابرش پادشاه بمین - گویند هرگاه جذیمه در بلاد روم رفت  
و به دفا کشته شد قصیر که وزیر جذیمه بود بر آن اسپ سوار شد - اسپ جلور زیر برتری  
میل خود را رساند و در اینجا بول کرد - و در آن موضع برجی بنا کردند و برج العصا  
نام گزاشتند که ان فی المحاضرات للراغب الصفاهانی -

## ایضاً در صفت اسپان

و ثوب شان تعجب آفرین است مثال طفره نظام این است  
طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید طاء معجمه عالم معتزلی مشهور قائل مسئله  
طفره - و مراد نظام از طفره این است که متحرک مسافت را طی کند بروجهی که از مکانی  
بمکانی بجهت و مسافت میانه را اصطلاحاً می نگرند -

معنی بیت آنکه اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طی می کنند و مثال  
طفره نظام که محال است بوجود می آرند -

در سنه احدی و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۱) نیکو سیر بن محمد اکبر بن خلد  
مکان که در قلعه آگره محبوس بود و واقعه طلبان او را بر آورده بر تخت نشانند -  
امیرالامرا سید حسین علی خان بالشکر جزار از دہلی بہ آگره رسید و قلعه را بعد از  
منفوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدہ غرائی در تہنیت انشا کرد - نواب پنج  
ہزار روپیہ واسپ دخلعت صلہ می داد - علامہ مرحوم بر وفق ضابطہ خود سر قبول  
فرودنیا و در قصیدہ این است -

مژده ای دوستان کہ در عالم	نقد شد نسیم بہار رارم
نوناہال طرب بہار آمد	گل نشان گشت خاطر خرم
دل خوشی نشہ رسا بخشید	بگل و سبزہ و بہار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد	ساغر گل ز بادہ شبنم
ابردامن کشان خرامان است	برق رقصان و رعد گرم نغم
نوبہار از برای رسم نثار	ہر طرف از شکوفہ ریخت درم
کہ امیر سر آمد امرا	کرد تسخیر قلعه اعظم

این نظر از مواهب عظمی است  
 پسر اکبر آنکه در افواه  
 بود در حصن آگره محبوس  
 داشت عیشی و کنج عافیتی  
 ناگهان نفس شوم راهش زد  
 دید اسباب بغی آماده  
 ز بسیار وزمره او باش  
 ابروی فتنه زه نمود کمان  
 از پدرو داشت ارث بغی ازان  
 کرد پرویزی ز چتر به سر  
 چون برید این خبر به دلی برد  
 خسرو دین پناه شاه جهان  
 آن ابوالمجد و العلاء و الجود  
 بنده اش کیقباد و کیکاؤس  
 بخشی الملک را اجازت داد  
 آن امیر جماعه اُمرا  
 قرة العین حیدر کزار  
 خلف الصدق موتم الاشبال  
 جود او شهره دیار عرب  
 نازد از نسبتش سمناسب  
 می کند با جماعه دلریش  
 بر زبان واجب است ذکر نعم  
 یافت نیکو سیر بعکس علم  
 بهیچ مفهوم ممتنع بعدم  
 خاطر آسود تر ز صید حرم  
 خضیه آمیخت در طعاش تم  
 اشتها صاف و لقمه پر زد سم  
 اکبر آباد قلعه محکم  
 زلف آشوب گشت خم در خم  
 فتنه انگیخت در کمال عظم  
 بیخت بر فرق خود غبار الم  
 شعله زد خشم داور عالم  
 آب و رنگ بهار فضل و کرم  
 مسند آرای چار بانس جم  
 نو کرش گیو و بیزن و رستم  
 تا کشد لشکر ظفر پرچم  
 چون حسین علی هز بر شیم  
 نخبه نسخه بنی آدم  
 پیش او شیر شکرزه کم ز غنم  
 تیغ او ضابط بلاد عجم  
 بالذاز همتش علو همم  
 لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا	لطمه از دست او خورد ضیغم
هست مقیاس جود او بسجاب	مثل مقیاس فزیهی بوم
در فن صرف همتش نبود	ذکری از لال و از لیل و از لعل
در صف جنگ با سر اعدا	چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو	می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق	همچو حرفی که می شود مدغم
در دل خصم او در آید رح	چون در آید بر اهل خود محرم
با کمندش سر معاند او	مثل دلوی است با رس منضم
ظفر از فوج او شود پیدا	فتح با تیغ او بود توام
کرد نهصت بدولت از دپلی	فضل حق همچنان ظفر هدم
لشکری در رکاب پیش از حصر	دیو از نعره یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه	که به شیر ژریان زدندی بم
کرد اسپان فوج نصرت موج	دامن افشان برین بلند خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد	همچو انگشت و حلقه خاتم
شرح اسباب قلعه گیری رخت	سرمه عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی	توپها کرد قلعه جمع بهم
خصم اسوخت توپ شیردلی	کس ندید است شیر آتش دم
از دای است توپ غازیخان	کز سرهندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا	اسم او بر تلاش اوست علم
تا براید به قلعه نصرت	سینه گردید فوج را ستم
هر طرف شد مرتب از سا با	دخمه بهر دشمنان دژم



زان طرف هم مخالف سرکش  
 دست و پا زد و درون قلعه بسی  
 کرد استقاط این جنین آخر  
 کار بر اهل حصن شد دشوار  
 قلعه شد بر جماعه اعدا  
 شد برون آمدن چنان دشوار  
 از برون هم ره رسد شدند  
 از سر بر عجز خواستند امان  
 از ترحم بجان امان بخشید  
 فتح قلعه بزور تیغ نمود  
 شد سیه طالعی ز قلعه برون  
 این معنی کشود فطرت او  
 شاد گشتند دوستان یکسر  
 شرح حال مناققان گویم  
 سرخی انفعال روی سیاه  
 مُحَمَّدٌ اللَّهُ وَاهِبُ الْأَلَاءِ  
 کن کتھن کی سکت کهان پاوی  
 رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح  
 از پی هم دو عید گشت پدید  
 هر طرف مجلس طرب چیدند  
 وان دگر از ترانه رنگین  
 کوشش داشت در ثبات قدم  
 چون جنبی که راجه بد بشکم  
 صدمه توپهاست مستحکم  
 مرگ مقطوع زندگی مبهم  
 از مصیبت چو حلقه ماتم  
 که سخن از زبان اهل بکم  
 چون نفوذ صدا بگوش اصم  
 بالب خشک و دیده پر غم  
 وقت قدرت خوش است ترک نفم  
 این چنین می کنند اهل هم  
 همچو از لفظ دائره ادهم  
 ورنه این عقده بود جذر اصم  
 عام شد عیش در صنوف اتم  
 که بآن چو خدیفه ام اعلم  
 خوش خضابی است از خا و تم  
 حَمْدٌ مُسْتَظْهِرٌ بِمَا أَلْعَمُ  
 رسان لیه جو انیک جنم  
 کلدی بوی آی نینک ابکی پریم  
 معنی فطر جلوه کرد اعم  
 آن یک از شعر و دیگری ز حکم  
 چنگ و طنبور کرده با هم ضم

نغمه گویان فارسی ز نشاط	کوک کردند زیر را با بم
نغمه سنجان هند سر کردند	سبت سر در مراتب سر کم
نغمه تا چاک دل رفوسازد	زهره از چنگ دارد ابرشیم
زین ترخم جهان طراوت یافت	زانکه در جوهرش بود تر و نم
شعرا هم قصیده ها گفتند	انوری گشت پیش نشان ابکم
هر کی سفت دُرّ تاریخی	که از آب شد گهر دریم
من هم از باغ معنی رنگین	گل چندی ز دم بفرق قلم
ورق مابیاض سینه حور	سطر با سلک گوهر نیلم
شعر گر فضل من پیوشیدی	می شدم در فن سخن اقدم
گر پرسی ز جامعیت من	میر خسرو دهد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ	«قلعه آگره گرفت» رقم
بر دعا بهتر است ختم سخن	که به آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد	تا بود سبزه در چمن خرم
دست ز پاش و تیغ اعدا گش	عمر محدود و دولت ادا دم

## حواشی قصیده

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شهید است که جدا علای ممدوح باشد. و هم جدا علای مادی. موتم بضم میم و کسرتاء فوقانی یتیم کننده و اشبال جمع شبل کبیر شین معجمه یعنی پشه شیر یعنی یتیم کننده شیر پشه ها. چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت. سباباط سقف میان دو دیوار که زیر آن راه بوده شد سیه طالعی ز قلعه برون همچو از لفظ دائره ادا هم

تلمیح است بمعنای مشهور به اسم ادهم هـ

کشید تنگ چنان نقش آن دهن پرکار که دور دایره در مرکزش گرفت قرار  
دور دایره دال و هاست و مرکزش یا مرادف ام - چون دال و هـ در ا هم قرار  
گیرد ادهم حاصل شود - و ادهم در لغت سیاه را گویند - خروج سیه طالع از قلعه  
مثل خروج ادهم از دایره بواسطه تنگ شدن قلعه و دایره تشبیه لطیفی واقع شده  
هـ این معما کشود فطرت او و در این عقده بود جذر اصم  
جذر در لغت اصل را گویند و در اصطلاح اهل حساب عددی که آن را در نفس  
خود ضرب کنند و در جذر نامند و حاصل ضرب آن را مجذور و اصم در لغت کروسنگ  
سخت مصمت و در اصطلاح اهل حساب عددی که آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل  
احدی عشر و مقابل آن را منطق گویند چون تسعه - و جذر عدد منطق بسهولت حاصل  
می شود چنانچه جذر تسعه - ثلاث است و جذر عدد اصم در نهایت دشواری است  
حاصل نمی شود مگر تقریباً و لهذا حکما در مناجات خود گفته اند :-

”بَلِّغْنا مَنْ لَا يَعْرِفُ جَذْرَ الْأَصَمِّ إِلَّا هُوَ“ و در علم معقول جذر الا صم

مغالطه ایست مشهور - و اضع مغالطه ابن کمونه بغدادی علامه تفتازانی در  
شرح مقاصد گوید :-

”وَهَذِهِ مَغْلَطَةٌ تَحْيِرُ قِيَمًا حُقُولُ الْحَقْلَاءِ وَفُحُولُ الْأَذْكَيَاءِ وَلِهَذَا

سَمَّيْنَاهَا مَغْلَطَةً جَذْرَ الْأَصَمِّ“

و نیز علامه در شرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید :-

لَكِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِي فِي هَذِهِ الْقَضِيَّةِ تَرَكُّ الْجَوَابِ وَالْإِعْتِرَافُ

بِالْجَهْلِ عَنِ الْإِشْكَالِ“

و میر باقر استرآبادی در افق المبین گوید مخترع عبارت آنجا این که :-

«كَمْ نَزَلَتْ فِيهِ آقْدَامٌ أَقْوَامٌ وَأَقْرَبُهُمْ إِلَى الصَّوَابِ وَإِصَابَةِ الْحَقِّ  
مَنْ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ»

مراد میر با قرا از معترف علامه تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکه این عقده در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا  
جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعه سنگین مناسب است  
۳ شرح حال منافقان گویم که بآن چون حذیفه ام اعلم  
حذیفه نام صحابی مشهور صاحب برتر رسول الله صلی الله علیه وسلم حضرت اوست  
پنهان از حال منافقان خبر داده بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و  
محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاهی که بآن خضاب کنند۔

۳ از پی هم دو عید گشت پدید معنی فطر جلوه کرده اعم

چون قلعه در ماه مبارک رمضان مفتوح شد دو عید پیهم هوید اگشت اول عید فتح که  
عید مجازی است و دوم عید رمضان که عید حقیقی است و همچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوه  
کرد که کشودن روزه باشد و هم بمعنی مجازی که فتح است و آن لازم کشودن روزه باشد۔  
پس مراد از معنی اعم این است که مطلق معنی فطر باعتبار هر دو فرد خود که حقیقی و مجازی  
باشد صادق آمد۔ و می تواند که مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین  
که فطر بمعنی مجازی که مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً به حیثیتی که متناول باشد معنی حقیقی و  
غیر حقیقی را که کشودن روزه و کشودن قلعه باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است که معنی مجازی بقسمی

باشد که معنی حقیقی فرد او گردد و الله اعلم۔

ع سبت سرور مراتب حرکم۔

اهل موسیقی هند مراتب آواز هفت قرار داده اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی هفت آواز - و هر مرتبه را اسمی گذاشته اند - و از سر به اسم حرفی گرفته سر کم به ان ترکیب کرده اند - درین بیت لفظ سر کم اشاره به همان مراتب سبعة است -  
معلم بالضم نشان کرده شده -

الحال نقشه چند از تصانیف والا در آهنگ حجازی به تحریری آید و زبان قلم واسطی نثر اپردۀ گوش نو اینوشان را بر غولۀ سازی نوروز عرب می کشاید - چون خلد مکان در سنه احدی عشر و مائة و الف (۱۱۱۱) بمحاصره قلعه ستاره که از مشاهیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح گشت - آنجناب در یک شب یازده تاریخ در السنه اربعه ترتیب داده از نظر پادشاه گذرانید - از آنجمله قطعه تاریخی بزبان عربی که از شکل اصالی اختراع فرموده و بد بیضائی از جیب فکر و انموده - قطعه این است -

لَمَّا تَوَجَّهَ سُلْطَانُ الْأَنْدَلُسِ إِلَى	رَبِّ السَّمَوَاتِ فِي تَأْيِيدِ إِسْلَامِ
أَقْرَبَ بَهَامَهُ فِي أَصْلِ حَنْصَرِهِ	بِوَرْدِيَا قَادِرًا أَفْتَحَ الْأَمَامِ
فَصَارَ جَيْنُ الْفَتْحِ الْأَسْمُ مَفْتَحًا	حِصْنُ لَمِنْ عَبْدُ وَآخِجَا مَرَاصِنَا
نَظَرْتُ فِي آفَاتٍ وَهِيَ أَمْرٌ بَعْدُ	مِنْ قُوَى إِبْهَامِهِ مِنْ غَيْرِ إِبْهَامِ
وَجَدْتُ لَهَا لِعَامِ الْفَتْحِ حِينَئِذٍ	مَرَقَا عَلَى سَنَةِ مِّنْ مَّدِّ إِبْهَامِ
لِلَّهِ تِلْكَ يَدُ بَيْضَاءٍ قَدْ مَزَعَتْ	لِلنَّاطِرِينَ قِيَامَ مِنْ مُجْعِنِ سَامِ
هَذَا الْبَدِيعِ مِنَ التَّائِيخِ الْإِنشَاءُ	عَبْدُ الْجَلِيلِ بَتَائِدَاتِ إِبْهَامِ

مقصود از ضم کردن سر ا بهام برینج خضر این است که شکل لفظ سه به هم رسد و چهار الف هند سه بالای لفظ سه بدستوری که معمول کاتبان است پیدا شود و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بسته و قطعه فارسی بسیار پیشتر اشترا

یافتہ

چوشہ ابہام زیرِ خضر آورد      بود اسم اعظم در شماره  
 قلاع کفر شد مفتوح فی الحال      ز تیغ او عدو شد پاره پاره  
 ز انگشتان شد بر مد ابہام      برابر چار الف کردم نظارہ  
 بعینہ بود شکل سال ہجری      پی تاریخ تسخیر ستارہ  
 چنین تاریخ گفتن اختراعی است      شد از عبد الجلیل این آشکارہ

امیرالامراستید حسین علی خان ہر سال در مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغان مے کرد  
 و شیلان عظمی مے کشید۔ و صلائی عام در مے داد و خود آفتابہ گرفتہ بردست مہمانان آب  
 می ریخت۔ علامہ مرحوم در وصف چراغان مصرع کعب بن زہیر را تفصیل کرد کہ سہ  
 اَصْنَاءُ سُرُكُنُ الْاَعَايِ سَيِّدُ الْاَمَرَا      شَهْرَ الرَّسُولِ شُمُوعًا فِي غِيَاہِہِ  
 اَمْسَى الشُّمُوعُ عَلَى الْخُصَاہِ مُنْشَدَّةً      اِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِہِہِ

و نیزہ امیرالامرا در تہنیت عید الاضحی نوشت

تَهَنَّا بِعِيدِ الْفَرِّ يَا مَنْ عَطَاؤُہٗ      اَفَاضَ عَلٰی مَنْ كَبَّحَ جُودًا عَوَاہِدَا  
 مَنَشَلَتْ هَدٰی الْجُودِ فِي كُلِّ مَوْقِفٍ      وَالْبَسَتْ نَحْرَ الْمُعْتَفِينَ قَلَادِہَا

صاحب نہایہ جزوی گوید: معنی بعین مہلہ و فاکسی را گویند کہ طالب فضل و

رزق باشد

و این رباعی مستزاد در السنہ اربعہ املانمودہ

جَاءَ النَّيْرُورُ بِالنِّشَاطِ الْاَوْفٰی - فِيْ خَيْرٍ قَدْ وِمَ

پھولیں درم پیل لہلہی بن او لها - ترور رہی جہوم

نیکی کند و زکندی بزی بولدی یش - قتلغ بولسوم

چون شہپر طاؤس گل اندھ صھرا - آورد ہجوم

در آغاز عهد شباب برخی اشعار یتیمانه در سبک نظم کشیده ترجیع بند ایشان درین  
طور مشهور است که مطلعش این است ۵

منم آن بانکه و دلیر و اچل کرمن افتاد در جهان کحل بل  
از آنجا که از تکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود - و نشان اقدس  
اصلا مناسبتی نداشت - موم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان را که ازین جنس است  
بدیگری نسبت دهند حال آنکه بلا ریب زاده فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند آبل تخلص آورده - و این بیت هم از ان ترجیع است ۵  
شعر باره بزار یان دیدی هسته بلگرام را عشق است  
اما حریفان این بیت را هم تغیر داده نوعی دیگر ساخته اند -

و از اشعار یتیمانه ایشان است ۵

عدو گر همه تن ز فولاد جگر زد سر تا قدم بهیچو زنجیر اگر زد  
بکف کتی برق بے دهر که پیکر زد بجو حکم الله پشی نما کرد

وله

ورد خود نام خدا بانام احمد کرده ام و اندک تسبیح از یمیم محمد کرده ام  
بجو مرثگان ندار چشم بیمار تو غمخواری بلاگردانی برگشته مرثگان تماشا کن  
شام غم را در سواد نامه پنهان کرده ام صبح محشر می دم از صفی مکتوب ما  
بانتظار تو ای سر و لاله در گلشن ستاره قهوه بکف در پیاله یا قوت

رباعی

اولاد علی خلاصه ابرارند چون والد خویش محرم اسرارند  
تحلیل مواد فاسد کفر کنند در منفعت مزاج دین جدوارند

## رباعی

از بهر محبت علی هستی ماست گنجینه این بهار تر دوستی ماست  
 دل ساغر و مهر ساقی کوثر می از میکرده غدیر خم مستی ماست  
 اکنون خامه تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم که اسم او در ترجمه میر غنبدیل  
 ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامها کیاب است خرامش می نماید

## (۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الشیخی شیرازی المعروف به  
 سید علی معصوم از مشاهیر ارباب و صنادید شعر است - مؤلف انوار الزیج فی انواع البدیع  
 و ریاض السالکین شرح صحیفه کامله و حاشیه قاموس و سلفه العصر تذکره شعر  
 عرب و دیوان شعر -

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بوده است و مدرسه منصوریه شیراز منسوب  
 بهجد او میر غیاث الدین منصور است که از غایت شهرت حاجت بشرح ندارد

و سید علی باضافه نام جد قریب خود به سید علی معصوم مشهور گردید چون خواهر  
 شاه عباس ثانی صفوی اراده زیارت حرین شریفین نمود - شاه عباس - میر  
 معصوم را با بیگم همراه کرد که به تعلیم مناسک حج پردازد - در اثناء راه چون تقریب  
 تعلیم و تعلم در میان آمد و این معنی بحیلولت ستر بوجه احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم  
 رسید که کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوه گر نشود - و حیلولت حجاب بر نخورد -  
 آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرین شریفین از ترس شاه عباس معاود  
 وطن متعذر شد و توطن مکه معظمه اختیار افتاد - و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد  
 شد و در مکه مظهر نشو و نما یافت - و بهمت بکسب فضائل گماشته از اقران فائق برآمد



میر محمد سعید میر جمل اردستانی وزیر عبد الله قطب شاه والی حیدر آباد مبالغ  
فرمان فرستاده میر نظام الدین احمد را سید سلطان را که از سادات نجف اشرف  
بود به حیدر آباد طلبید که دو دختری که داشت آنها را در سلک ازدواج هر دو سید  
کشد. اتفاقاً سلطان عبد الله را هم دو دختر بودند سلطان خواست که دختران خود  
را به هر دو سید تزویج کند. میر جمل بر آشفت و برخاسته بدرگاه خلد مکان عالمگیر  
شتافت. سلطان عبد الله اول دختری را به میر نظام الدین احمد که خدا ساخت  
و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد. میر نظام الدین احمد با سید  
سلطان رنجش داشت. او و زوجه او نمی خواستند که ازدواج سید سلطان صورت  
گیرد شبی که نکاح سید سلطان مقرر شد. میر نظام الدین سلطان عبد الله را  
پیغام کرد که اگر تزویج سید سلطان واقع می شود. من بخالفت شما کرمی بندم. و  
نزد خلد مکان رفته سعی در بهم بنیان دولت شاهی کنم و احوال و ائقال بار کرد و مستعد  
کوچ نشست. سلطان عبد الله متحیر شد. و ارکان دولت را جمع کرده بمشاوره  
پرداخت. آخر رای همه برین قرار داد که اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنه عظیم  
برپا می شود. تزویج سید سلطان موقوف باید داشت. و چون اسباب طوی همه مهیا  
شده بود. دو روز تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را که آخر سلاطین قطب شاهیه است  
و با سلاطین قطب شاهیه قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند. مردم به طلب  
ابو الحسن شتافتند. در آن وقت ابو الحسن در تکیه بیقیدی نشسته بود. او را آوردند  
و بحمام بردند و بخلعت طوی آراسته نکاح بستند و موافق ضابطه تو بخانه را سر  
دادند. در آن وقت سید سلطان در حمام بود. چون صدای تو بهاشنید در استفسار  
افتاد که تو بهار اچرا می آید داند حاضران که ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند که  
سبب ظاهراًست که امشب شب طوی ست. سید سلطان گفت ضابطه این است

کہ تو بخانہ بعد عقد نکاح سرے دہند۔ و مردم را برای خبر فرستاد۔ رفتگان خبر کیہ پو  
آوردند سید سلطان در آتش غضب افتاد۔ اسباب شادی ہمہ سوخت و اسپان را  
پی کرد۔ و خود را بدرگاہ خلد مکان رسانید۔

میر نظام الدین احمد از دختر قطب شاہ فرزند ی نیادر۔ سید علی از بطن  
زوجہ دیگر شب شنبہ پانزدہم جمادی الاولی سنہ اثنیتین و خمیسین و الف (۱۰۵۲)  
در مدینہ منورہ متولد شد لہذا اور آمدنی می گویند و یکسب کمال پر داغختہ سر آمد  
ادباء عصر گردید

و شب شنبہ ششم شعبان سنہ ست و ستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حمید آباد  
از مکہ معظمہ برآمد و روز جمعہ بیست و دوم ربیع الاول سنہ ثمان و ستین و الف  
(۱۰۶۸) بہ حمید آباد رسید۔ و با والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبد اللہ از سریر حیات فرود آمد ابو الحسن بر تخت فرمان  
روائی برآمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد۔ ابو الحسن در اتلاف  
متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاہبانان گماشتہ راہ آمد و شد مسدود ساخت  
سید علی عریضہ بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عقبہ خلافت استدعا نمود  
خلد مکان در آن ایام از ہند متوجہ دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابو الحسن  
عواصد دریافت۔ ابو الحسن سید علی را با اہل و عیال رخصت داد۔ سید رخت کوچ  
بر بستہ خلد مکان را در دار السرور بر لان پور ملازمت نمود۔ پادشاہ اورا بعنائیات  
خسروانی نواخت۔ و بمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپہ سرافراز فرمود۔ و  
در رکاب خلد مکان بہ اورنگ آباد آمد۔ و چون رایات خلد مکان جانب  
احمد نگر ارتفاع یافت۔ سید علی را بحر است اورنگ آباد مامور ساخت سپہ  
مدتے برین خدمت قیام داشت۔

پس از آن حکومت ماهور و غیره از توابع صوبه برار تفویض یافت. آخر از حکومت ماهور استعفا نمود و التماس دیوانی بر بان پور کرد. درجه پذیرائی یافت. سید در بر بان پور رفته بدیوانی پرداخت.

و بعد مرد زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت و با اهل و عیال به اکرن فیض موطن رفت و از آنجا بزیارت عتبات عالیات شتافت و به مشهد مقدس رسید و به صفایان آمد و سلطان حسین صفوی را ملازمت نمود و التفاتی که مطلق نظر بود نیافت. ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید. و در مدرسه منصوریه پای اقامت افشرد و عمر را با فادۀ طلبه بپایان رسانید.

## (۱۲۱) شاعر - میر سید محمد سلیم الله تعالی

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور الله ضریحه از وجود همایون سابقا چمن فضلا را بهاری تازه است. و اکنون گلستان نصحا را رونقی بی اندازه آنجناب در تاریخ چهار دهم شهر ربیع الاول سنه احدی و مائۀ و الف (۱۱۰۱) به شهرستان امکان رسید. بمنطوق اَلْوَلَدُ الْحَرُّ یَقْتَدِیْ بِاَبَائِهِ الْعُرْنَسُ جَامِعِ اصْنَا علوم است. و مرآت فضائل و کمالات و المرحوم خصوص عربیت و لغت و محاضرات که درین فنون رایت یکتائی می افرازد و گوی سبقت از اقران می رباید.

کتب درسی نزد استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثرا گذرانید و کمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت.

پدر گرامی را نسبت به فرزند ارجمند و رائی شفقت اَبُو تِیْ عِنایتی و محبتی خاص بود. در حینیکه علامه مرحوم از بهنگر به دار الخلافه شاه جهان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید و مقارن آن مسرعی را فرستاد که چندی توقف باید کرد. و انتظار طلب

مثنی باید کشید. میر در جواب قلمی فرمود که "لَنْ أَبْدَحَ إِلَّا مَهْصَحْتِي يَا ذَنْبِي أَبِي"  
 علامه مرحوم ازین جواب خطی کرد. و این رباعی رقم زده کلک جواهر سلک ساخت که سه  
 تا یا ذَنْبِي أَبِي به خطت دیدم      گلهای طرب از چمن دل چیدم  
 از غایت اهتزاز پروانه صفت      ای شمع پدر رگر دست گردیدم  
 در اواخر عهد محمد فرخ سیر علامه مرحوم خود مستعفی شده خدمات بهکروسیوستان را بنام  
 ولدار شد گرفت. جناب میر سید محمد در سده ثلث و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۳) به محل  
 خدمات رسید. و مسند حکومت را از ابتدا تا انتها بشیوه تدین و حسن معاملات رونق  
 بخشید. و فیصیح و شریف آن دیار تا الآن یاد می کنند. و سبحة ذکر خیر و حسن جمیل می گردانند.  
 میر در سده ثلث و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را به سیوستان  
 نائب گذاشته خود به دار السلام بلگرام تشریف برد و چندی در وطن گذرانیده بنا بر  
 تخیلی که در خدمت راه یافته بود به دارالخلافه شاه جهان آباد حرکت کرد و بتوسل بعضی  
 امرا آن خلل را دفع ساخت.

و در سده خمس و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۵) کورت ثانی به سیوستان تشریف  
 آورد. و بنده را در اواسط سده سبع و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۷) رخصت هندوستان  
 فرمود. و خود به اسم خدمت مرجوعه بدستور قیام نمود تا آنکه نادر شاه بر دیار سند تسلط  
 گردید. و سر رشته خدمات پادشاهی گسیخت. اما خدایار خان مرزبان سند میر را  
 نگذاشت. و با عوازا و اکرام تمام در سیوستان نگاه داشت. و از جانب خود خدمتها  
 بتقدیم رسانید.

و چون هنگامه نادر شاه میلان دران دیار گرم شد. و اوضاع ملک بر نسق سابق  
 نماند. خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدایار خان خواه نخواه رخصت گرفت  
 و بیست و پنجم رمضان سده خمس و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد.

دازد راه مار و ار متوجه وطن شده - بعد طی مراحل بیست و هفتم محرم مکرم سنه ست و خمین  
و آتة و الف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت -

میر طبعی و قادی و ذهنی نقاد دارد - و چون از مطالعه کتاب بازمی پردازد عنان اندیشه  
به وادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی و فارسی و هندی از حد افزون است  
و اشعار السنه ثلاثه در خزانه حافظه عالی از حصر بیرون - سخن را اکثر اوقات موزون می کند  
و جواهر آیدار در سلک نظم می کشد - این چند بیت از دیوان سامی تحریر می آید

فروغ باله بخش ای ماه سیما خانه مارا      ز نور جلوه خود رنگ کن کاشانه مارا

دل در خم گیسوی نگار است به بینید      در دام محبت چه شکار است بینید

نیست در عالم دون غیر هوس کار دلت      هست این طول امل رشته ز تار دلت

مخوشتم چون حباب و عین دریا یافتم      چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم

دران گلشن که سر و قامت جانان شود پیدا      بجای طوق قمری دیده حیران شود پیدا

پیش مهر رخت قمر معلوم      نزد قنر لبست شکر معلوم

یار دور است و کوه غم حائل      آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کشد غمزه جگر دوزش      پیش تیر قضا سپر معلوم

از نگاه دو چشم میگونم      بی خبر گشته ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر      حلقه گشتیم پا و سر معلوم

مگر از چشمه آئینه آب خنجرش باشد      که از حیرت طپیدن شد فراموش سبیل مارا

دستم گیر گرچه تر بازوی قوی است      پایم رسیده است بسنگی که داه واه

یہج محبوبی ندارد دین قدر رنگ حیا      بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آواره دشت ایجا و فقیر (میر غلام علی) آزاد

الحسینی نسباً و الواسطی اصلاً و البگرامی مولداً و منشأً و الحنفی مذہباً و الپشتی طریقتاً

پیشتر دیوزہ گر کوچہ فقر است۔ وریزہ چین مائده فضلا۔ درین مقام خود را بجاشیہ محفل  
سخن سرایان می کشد۔ و شکستہ ناخنی بتار نفس گسسته می زند۔

من مقیم کوچہ نادانی۔ و آئینہ وار صورت حیرانی۔ مدتی بر آستان سخن نشستم۔ و کمر  
در خدمت کلام موزون بر بستم۔ چند گاہ است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام  
و از بیت سخن بابیت الحزن یعنی ماتمکک ہستی خود ساختہ۔ اما موزونیت فطری احیا سلسلہ  
فکرمی جنباند۔ و دمانع از کار رفتہ را بصدائی قفل می رساند۔ تا بجای کہ در عالم مثال  
ہم گاہی خیال موزونی جلوہ می کند چنانچہ در عشرہ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنا حدی  
و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۱) مزاج بندہ را وحشتی بہم رسید۔ بخاطر افتادہ کہ از ہمہ قطع  
نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید۔ داین داعیہ بمشائے قوت گرفت کہ عنقریب  
بود کہ از ممکن قوت جلوہ گاہ فعل خراہد۔ ناگاہ شب بیست و ہفتم ماہ مذکور طرف سحر در عالم  
رویاندیشہ متوجہ شعر گردید۔ میتی موزون ساختم و معاً از خواب بیدار شدم۔ بیت بیاد  
ماند و آن این است ے

چہ خوش گفت گویند تا مدار مکش دست از دامن روزگار  
لحنتی بہ تامل رفتم۔ دانستم کہ گویندہ سرودش غیبی است و مخاطب بندہ۔ امثال امرغیب  
واجب دیدم و ارادہ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم۔ و سر الہام آن است کہ حجی کہ فرض  
بود پیش ازین بتقدیم رسید۔ اگر دست از دامن علائق ظاہری می کشیدم و بتحصیل نائل  
شتافتم۔ چندین حقوق واجب الادا فوت می شد ع

ترک واجب نتوان کرد پیے نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ در صف صاحب کمالان سر تو انم افزاخت۔ و طرح  
ہمزبانی با طوطیان چین فصاحت تو انم انداخت۔ عمر ما در جلو دل دیوانہ گشتم۔ بجای  
نرسیدم سالہا در پیے کاروان نالہ افتادم بتغای سر نہ کشیدم۔ اما سہار با و صف کم رنگی

در بزم کواکب اذن نشستن و ہلال را با وجود ریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ  
شکستن ہست۔ باین دستا و نیز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ و حرفی چند از خود بریارا  
کرم فرما عرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست و پنجم ماہ صفر سنہ ست عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۴) لنباس تی  
پوشید۔ و در ریعان آگاہی سر رشته تحصیل علوم بدست آورد۔ و کتب درسی از بدایت  
تا نہایت در حلقہ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثرا گذرانید۔ و  
لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی و استادی حضرت  
علامی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ و عروض و قافیہ ....  
... و بعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامہ مرحوم  
مرقوم تلمذ کرد۔

و در سنہ سبع و ثلثین و مائتہ و الف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین  
میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سترہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ و ما غم رسید۔ و شوق گلگشت حریم شریفین نر اذ ہما  
اللہ تشرفاً و کرامۃً از جابر و در سنہ خمیس و مائتہ و الف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ  
”سفر خیر“ از خطہ بلگرام محل سفر حجاز میمنت طراز بر بست۔ و در سنہ احدی و  
خمیس و مائتہ و الف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ ”عمل اعظم“ بنیارت حریم شریفین  
سعادت نشأتین حاصل کرد۔ و در مدینہ منورہ علی منقبرہا الصلوٰۃ و النجیۃ  
بخیمت شیخنا و مولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الخفی قدس سرہ صحیح بخاری  
قراءت نمود و اجازت صحاح ستہ و سائر مفردات مولانا فرا گرفت۔ و در مکہ معظمہ  
صحبت شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ و بر خے از فوائد علمی کسب نمود۔  
شیخ عبد الوہاب نوٹا مرقداً سرآمد علماء عصر و نزیل مکہ معظمہ بود۔ و ہمیشہ

به نشر لوا مع علوم می پرداخت و در سنه سبع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۴) به جنة المأوا  
خرامید. و در جنت معلی آرامش گزید. شیخ عبدالوهاب علیه الرحمہ اشعار عربی فقیر را  
بسیار تحسین کرد. و هرگاه آزاد تخلص بنده شنید و معنی آن را فهمید. فرمود "یا سیدی  
أنت من عتق الله" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ که در حق این سراپا گرفتار سرزد  
امید و ایهام دارم.

فقیر درین شعر عربی تلمیذ میر عبد الجلیل است. و شاداب افاضه این سلسبیل. برخی  
از قصائد خود در دفتر اول ثبت ساخته. و با وصف بنیوائی قانونی به آهنگ حجاز نواخته.  
القصه در سنه اثنتین و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۲) مطابق کلمه "سفر نخب" جانب  
همند عطف عنان نمود. و از راه بندر سورت سری به دیار دکن کشید. و بیست و هفتم  
ذی القعدة همان سال دار و نجسته بنیاد گردید. و دست به دامن انزو ا زد

بعد چندی دویم رمضان سنه اربع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۴) جاذبه سیاحت  
از جادر آورد. و قلعه محمد آباد بیدر را دیده چهارم محرم سنه خمس و خمسين و مائة و الف  
(۱۱۵۵) وصول حیدر آباد سرمایه آرامش رسانید. و نوزدهم صفر سال مذکور از انجا  
بر آمدن پانزدهم جمادی الاولی همین سال سواد حجة بنیاد و چشم اشتیاق را سرمه کشید.

و در سنه ثمان و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۸) نواب نظام الدوله شهید از جانب  
پدر و الا که نواب آصفیاه بصوبه داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شهید را با  
فقیر ربطی خاص بهم رسید و در سال دیگر نواب آصفیاه از حیدر آباد در ایات بند و بست  
همات ملکی بر افراخت و عنایت نامه طلب حضور بنام نواب شهید صادر شد. نواب  
شهید کندی به تسخیر فقیر افگند. و حسن خلقی بجاء آورد که با وصف آزاد بودن اختیار دادم محبت  
لازم افتاد و بیست و هفتم ذی القعدة سنه تسع و خمسين و مائة و الف (۱۱۵۹) توسن کوچ  
از اورنگ آباد بجولان درآمد. و تا مقام "سری رنگ پتن" که دار الاقامت



راجہ میسور است تماشا کرده - غرہ صفر سنہ احدى و ستين و مائة و الف (۱۱۴۱) قدم  
جادهٔ سیار اگل زمین اورنگ آباد دست داد

و درین سال گلگشت دار السور برہان پور و صرف عنان جانب اورنگ آباد  
واقع شد و در سنہ اثنین و ستين و مائة و الف (۱۱۴۲) کرت ثانی سفر برہان پور  
پیش آمد - و تا کنار آب نرید اسیر کرده رجوع بہ اورنگ آباد صورت بست -

و چہار دہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلہ نہضت ارکات جنبانید  
یک سال و چند ماہ در ان الکہ بسر رفت - و در ارکات نسخہ "شمامۃ العنبر فیما  
درہد فی الہند من سید البشر" از دریای فکر بساحل قرطاس رسید - آخر الامر  
نواب نظام الدولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت  
گزارش یافت

و بعد شہادت نواب خاطر از ان ملک برخاست و پانزدہم جمادی الاولی سنہ  
اربع و ستين و مائة و الف (۱۱۴۲) نزول نجستہ بنیاد نشاط راع و جے بخشید -  
فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر برانگیخت و نہم رجب سنہ خمس و ستين و مائة و  
الف (۱۱۴۵) خانہ زین آباد ساخت و ہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدر آباد  
نقش بست - شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرس را حلہ صدای رحیل برداشت -  
پنجم ذی الحجہ معمورہ نجستہ بنیاد خاطر را بسور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر و سفر نہ تن پروری باشد حاشا و  
کلا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود - چندی طریقہ آب روان اختیار افتاد کہ  
مُشت گیاهی بہ نشو و نما در آید - و لختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چنبل بہ تبسم کشاید  
امید وارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند و قلم و سیر فی اللہ را جادہ مستقیم  
شود و مَا ذَلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیزٍ -

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و  
بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان معصوموت مے گزرا نم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرہ  
گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجہ قبول رساد۔ و روی ناکامی بہیچ وجہ  
میناد۔

صاحب قال حسب حال گوید سہ

تمام عیسم و خوبان خریدہ اند مرا	ز حسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا
اگرچہ لالہ روئیدہ خارج از چنم	برائی گوشہ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خنزف را بہ نرخ زر گیرند	بچشم مرحمت خاص دیدہ اند مرا
کنند جاذبہ دوستان اسیرم کرد	وگرنہ صورت رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایت ممتاز دیدہ ام آزاد	بدائع بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برازم بسم اللہ تیغ خوش مقالی را	مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
خیال نازک از جوش نراکت راز دل باشد	نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بر بندد	بجمیعت رساند صبر من آشفته عالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریا نم	کہ مستان دوست می دارند ابر بر شکالی را
دل ویرانہ آزاد را آباد کن یا رب!	پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گل بہار سخن یادگار ما	این لعل بے بہاست چراغ مزار ما
امروز مدح گستر ما کیست جز قلم	دم مے زند ز جوہر ما ذوالفقار ما
ای دای رنگ و بوی چمن کرد عاریت	کم فرصتہ ز زند گے مستعار ما
آخر شود کند غزال رمیدہ	آزاد رشتہ نگہ انتظار ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را	تمنای کند بار دیگر غواص ساحل را
چہ سان راز شیدان گل کند از تیغش	کہ چون برگ حاد خویش دزد خون بسل را

دِهانش جستم و آخر نشستم با ز نَخْد انش	لب چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را
سر شوریده من طرفه اوجی داشت در طالع	که در وقت جدا کردن بپا افتاد قاتل را
بهار این چمن آزاد آخر رنگ می باز د	چو شبنم از جهان رنگ و بو بر بند محل را
ای نمک بر زخم دل از لعل خندان شما	صبح محشرواغ از شور نمک دان شما
تشنه ما را به آسانی توان سیراب کرد	بوسه کافی ست از چاه ز نَخْد ان شما
بر جبین چین عتاب تازه آید در نظر	تا چه رفت از من خطای من بقربان شما
برد از خویش شوخهای طفلان هوشیاران	سپاه ناز باشد در جلو این میسواران را
مزاج کم کسی بر الفت اول بجا ماند	بروز بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را
قیامت می کند سگی که از کوه بلند افتد	مبادا خشم در جنبش در ارد بر دباران را
اگر خاطر عاطر بود شهادت ما	ز دست دنیغ تو مردن ز بهی سعادت ما
بشه خنده بر آمیخت ترشی دشنام	انا میخوش او بیش کرد رغبت ما
سزای ماست که بیدادی کنی جانان	دلیر کرد ترا شیوه مروت ما
کشود مشتری ما گره زدش نامی	مگر همین زر نارنج است قیمت ما
گرستیم من و شبنم آچنان آزاد	که گل نخون جگر غوط زد ز رقت ما
ندانستند خوبان آه قدر الفت ما را	تلف کردند بی تقصیر حق خدمت ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبله عالم	که می سازد روا جز آستان حاجت ما را
بر خاطر وحشت زده حقی ست الم را	صیاد شبانی کند آهوی حرم را
نمودم صرف غلام فقیران همت خود را	نخا صان الهی عام کردم الفت خود را
چرا ای گوهر شوار می غلطی بهر پهلوی	چنین از زان نکردی گشتناسی قیمت خود را
رفت ز وعده سالها چند گم حسابا	دعده سال بیش نیست دوره آفتابا
مردم عمده بیشتر حرف زنند کجاست	هست سواد یک طرف سرور قی کتابا

حالتِ غولش گفتش از سرِ ناز گفت بس	کوند بد مرا دمن بنده ام این جواب را
نرگس او بجا کشید سرمه دلپذیر را	خوب کند وحدت است مردم گوشه گیر را
شد جاذبه حضرت گل داد رس ما	آویخته صبیاد ز گلبن قفس ما
زطر ز شوخی آن نرگس بیمار دانستم	توان کردن بزور ناتوانی پهلوانها
شاخ برهنه تیغ زند موسم خندان	یک برگ سبز زیر سپری کشد مرا
تا غلام قد تو من شده ام	سرو آزاد گفته اند ترا
کار بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان	می ستاند حق خود سنگ محک هم از طلا
دست و پا گم کرده چون کاروان سبچیم	هر قدم در ره بزور سینه می غلطیم ما
دارد بیابان جلوه مستانه عندلیب	از دست شاخ گل زده پیما نه عندلیب
هر غنچه خوابگاه پری زاد نکبت است	دیوانه شد ز جوش پری خانه عندلیب
بروی یا عقیق دهن بود نایاب	ز خامه ماند دیرین نسخه سُرخِ هر باب
ای عویزان نرگس خوبان زیارت کردنی است	حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است
بر نمی دارم نظریک لحظه از لعل لب	آنچه می خواهی هم تویی دانی عنایت کردنی است
حال ما آشفته گان تقریر کردن خوب نیست	این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست
دور باید داشت از چنین اَشکاو جبهه را	باب حسن خلق را زنجیر کردن خوب نیست
گر در زخسارِ بُتان چون زلف گشتن عاری است	گرد خود گشتن بر رنگ چشم ایشان کار است
خبر و بیان می توان آزاد را آسان خرید	بیچ کردن مفت خود را راجع بازار است
حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت	این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت
خلقی ز حال گوشه ابروی او گریست	ناحق سر بریده زن با کمان گرفت
سرمه آلوده نگاه تو عجب عبده جوست	تشنه خون دل شیر زبان آهوست
روز بد حاجت اشرف به دونان افتد	تکیه گاه سر لبریز تفکر زانو است

تیری که کند جامه ناوک نشانه یافت	تقرید دوست راه بان آستانه یافت
درون خانه چراغی و شیشه جلی است	دلی که آینه مهر احمد عربی است
که آب رامزه خوش بقدر تشنه بی است	ریاضتی کش و دریاب لذت عرفان
که قبله مشرقیان را بجانب غربی است	ادامی طاعت روشن دلان بسمت فنا
که بیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است	اگر چه خاک شدم اضطرب من باقی است
چون نظر افکند بر محراب ابرودست بست	مانی نازک قلم نقشی ز چشم مست بست
این مشت تخم لاله بباعی فشانندی است	خاکم تمام سوخت بجای رسانندی است
ریخت هراشکی که از چشمم پری در شیشه داشت	شب که یاد ماه سیمائی دلم اندیشه داشت
در بستم بر سر داعم نمکها سوده است	آن مسمی مالید دندان آفت جان بوده است
حرف ختم صفحہ تاج صفحہ آئینه است	سرفراز آن جهان باشد دلیل این جهان
مشکن ای جان دل آباد که این خانه است	گر نداری نظر رحم بمن بر خود کن
می کشیده از حیا هر سونمی آمد درست	دوش مارا کرد بسمل چادر کوتاه او
بی سبب این برهنه پائی نیست	زده ام بر سر جهان پا پوش
که این عالم نمودار است و هیچ است	ز تصویر محبت می توان یافت
نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج	عروج بیخبران است مایه وحشت
از کف آن نوجوان مهربان گیر و قدح	می پرست من نه از پیر مغان گیر و قدح
وقت نرگس خوش که در فصل خزان گیر و قدح	کار دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن
مرا ز دیده تر آستین و دامان سُرُخ	ترا نه پر تو رخسار خود گریبان سُرُخ
که زلف او شده از چهره درخشان سُرُخ	فتاده است بزنجیر آتشین کارم
نشد ز آبله خارا این بیابان سُرُخ	کسی چه رنگ اقامت درین زمین ریزد
ز فیض لعل بود چهره بدخشان سُرُخ	وجود اهل کمال است زینت هر شهر

سرکشی سرمایه نقصان دولت می شود	نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود
تا توانی خلق خوش را با عبادت جمع کن	سجده صندل ز صندل بیش قیمت می شود
چشم بیباک تو بسیار سیاه افتاد	آن قدر باده کشی کرد که بیمار افتاد
می شناسد نگهش بسمل خود را از دور	چرخ گشت که این مست چه هشیار افتاد
یاد پرواز بگردد دل او پر نرزد	عندلیبی که بدام تو گرفتار افتاد
در بیابان جنون گرم فغانم کردند	جرس قافله ریگ روانم کردند
مایه عمر اگر هست برای سخن است	شمع سان پیکر من صرف ز باغم کردند
خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند	از کتا نهان خیمه در مهتاب برپا کرده اند
بی دماغیهای آن گل را نمی دایم سبب	عنریلبان چمن شاید که ایما کرده اند
تشنه خون چمن قابل کشتن باشد	که گل چیده ز گلبن سر بے تن باشد
گرچه از صلب قلم نامه شود آلبستن	در قبول سخن شوق ستردن باشد
آهوان را روش ناز که آموخته است	حسن بی ساخته آزاد چه احسن باشد
روزی که قضا فرصت عمر شرم داد	تا چشم کنم باز نوید سفرم داد
نقشی ست عجب دایره هندی خطش	کز سایه خورشید جمالش خبرم داد
والله که من قابل پرواز نبودم	دل گرمی آن شمع وفا بال و پر دم داد
دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود	لیله القدری که می گویند گیسوی تو بود
شب زما آواز پاد دیدنت سودی نداشت	نکبت گل فاش از خاک سر کوی تو بود
نقش حسن روز افزون تر امانی کشید	ساعتی نگذشت تا دیدم پیشانی کشید
می توان وحشی مزاجان را بر می رام کرد	خامه مودا من خوبان به آسانی کشید
هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند	می و ساغر همه خود گردد و پیمان زند
حسن در زینت خود صرفه عاشق نکند	شمع در جیفه زرین پر پروانه زند

سرگیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست      دست آزاد اگر زلف ترا شانه زده  
 خط بر رخ زیبای نه پسندید بجا کرد      این صفحہ غلط بود ترا شید بجا کرد  
 خط روشنی محسن ترا بود حجابے      مقراض گل از شمع تو بر چید بجا کرد  
 شکوہ خال بروی حبیب باید دید      ستاره سوخته خوش نصیب باید دید  
 شب که ساقی مجلس آرا بر کنار آب بود      دختر رز جلوہ گر در چادر مہتاب بود  
 بہ پیش پای قاصد نامہ افکندن ادا دارد      کہ دستی خاکساری وصول مدعا دارد  
 نقش و نگار دنیا سیر بہشت دارد      اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد  
 خط مشکین خال رخسار ترا بر سر رسید      فوج ہندستان بہ تسخیر ملک عنبر رسید  
 مردم سر حلقہ را حرص فزون تر بود      مقرر تسبیح را رشتہ مکرر بود  
 این دل نو عشق یاد چشم دلبری کند      طفل نو آموز درس صا دا از بر می کند  
 شب از عتاب نرگس او دل دو نیم بود      بستم لب از سخن کہ مخاطب سقیم بود  
 مرا بحالت فقر آسمان نے پرسد      کہ تیر ریختہ پر را کمان نے پرسد  
 دل در بر من چہ سان نشیند      او پہلوی دلستان نشیند  
 فراہم گشت سامان بلا طر ح قیامت شد      قیامت بر زمین یک سرو قد بالید قیامت شد  
 خبر رساند عزیز غور یار نہانہ      بگفتش کہ درست است گفت خط آمد  
 چون دو یکدل کہ در آئینہ ہم جلوہ کنند      صحبت ما تو صد حیف دے بیش نبود  
 مرا بہ عہدہ کشتی و باز آمدہ      فدای ناز تو گردم دگر چہ خواہی کرد  
 بیک کرشمہ عجب ناخنی بدل زدہ      ہنوز ماہ نوی پیشتر چہ خواہی کرد  
 حذر ز آفت ممنون خویش باید کرد      کہ آفتاب ز بیداد ماہ مے گردد  
 مرا ز قبلہ نما این سخن یقین گردید      کہ خضر راہ شود سنگ گر خدا خواہد  
 مرا آزاد وضع پر تو غور شید خوش آمد      سحر گر بر زمین مے نشیند شام بر خیزد

زمانه جلوه کند هر نفس بحال دیگر  
 قد تو نشو و نما کرد در دل خوبان  
 چه باغبانی دلخواه کرد دختر رز  
 زن بود در زبان هندی نار  
 همیت والای زلف او تماشا کردنی ست  
 در رکاب محل معشوق خاموشیم و بس  
 این چنین صیاد ظالم هیچ مظلومی ندید  
 مراد را اضطراب طرفه دارد تنیدی خویش  
 بقرابنت روم پای تو بوسم مر حبا ای دل  
 زدم بر دست او گربوسه گستاخ معذوم  
 چه می پرسی ز حال نسخه دل چیست تحریرش  
 زابروی تویی آید گرفتن کشور دل را  
 درین صحرای سرشور افکنی مجنون ما دارد  
 سعادت مند بیند زلف مشکین تو در رویا  
 ز قاتل نیست امید رهایی جان شیرین را  
 هلاک حیرتم از شوخی ناز آفرین طفله  
 سرت گرم شنو از قاصد آزاد پیغام  
 اشک بیتابم کند در دیده صبح و شام قص  
 گرد بادم کارمن دیوانگی آشفتنگی است  
 و در غلطان وجد در گردنیتی می کند  
 نسبت تمام است با طائوس نجیر ترا  
 پیاله نوش و کمش انتظار سالی دیگر  
 چون آن نهال که روئیده در نهال دیگر  
 که داد آن گل سیراب را جمال دیگر  
 وَقَيْنَا مَرَّتَيْنَا هَذَا أَبَ الثَّامِ  
 در پریشانی چه خورسند است از عمر دراز  
 ناتوانان از کجا یا بند فریاد جرس  
 وقت گل پوشید از برگ خزان روی قفس  
 که پنجه شاخ آهویچ و تابی خورده ابرویش  
 کمی آئی ز سیر لیلیه المعراج گیسویش  
 مرا تعلیم شوخی می دهد تعوید بازویش  
 کتابی در بغل دارم که قرآن است تفسیرش  
 نه هر صاحبقرانی می تواند کرد تسخیرش  
 توان و اگر دقربانت شوم یکبار زنجیرش  
 که چون در خواب آید از دماغ گنج است تعبیرش  
 کمی آرد بدرون مانند طوطی بال شمشیرش  
 کند صدرنگ بازی در زمین صفت تصویرش  
 چه مضمونها که ظاهر می شود از طور تقریرش  
 می کند این طفل نادان بر کنار بام قص  
 می کتم یک دست از آغاز تا انجام قص  
 کار روشن دل بود در کلفت ایام قص  
 بال افشان می کند در حلقهای دام قص



از مورپیای به سلیمان که کند عرض	حال من درویش به سلطان که کند عرض
بتیابی مجنون به بیابان که کند عرض	در کوچه این شهر مرا تنگ گرفتند
حرمان غریبی به مغیلان که کند عرض	عمریت که یک خانه نشد قسمت پایم
این حرف بآن زلف پریشان که کند عرض	از دل شکنی حالت ظالم شود اتر
یکزنگی اورا به عزیزان که کند عرض	آزاد ازین باغ بچیند گل رعنا
خود را بخون نشانده حنا کرده ایم شرط	در عاشقی زیار ادا کرده ایم شرط
بسم الله صحیفه اعجاز کن لحاظ	بر روی یار طره ممتاز کن لحاظ
انجام کار گریه نغمه از کن لحاظ	در خاک رفت و چهره آسودگی ندید
فال کلام حافظ شیراز کن لحاظ	مردان ز خاک هم خبر آسمان دهند
چرخ مشهور طوطی نوایان است در واقع	سخن روشنگر آئینه جان است در واقع
نشاط و غم هم دست و گریبان است در واقع	نظر کن صبح نوروزی که افتد روز عاشورا
بجای خویش بیت هم سخت حیران است در واقع	برهن از در تبخانه بے جا کام می جوید
نگاه عجز ببلبل تنج عریان است در واقع	گل مغرور را گلچین منصف سر برید آخر
که هندوئی شده با کافر فرنگ رفیق	ز خال گوشه آن چشم سخت می ترسم
غذائی دوزخیان است آب آتشناک	کسی چگونه شود آشنای نشء تاک
این شیشه باشد دیدنی دارد چراغان در بغل	دل از خیال مهوشان یک شهر سامان در بغل
من نیز حاضری شوم تصویر جانان در بغل	روز قیامت هر کسی در دست گیرد نامه
آمد به گلشن شاخ گل از غنچه قرآن در بغل	تا واکند باد صبا فالی برای مقدمت
جای کتاب آئینه هر طفل دبستان در بغل	شهر نکویان دیده ام خوانند درین حسن خود
دارد حجاب آسمان بسیار طوفان در بغل	از دست موج اولین بی طاقتها می کنی
گیرند مردم دستها فصل زمستان در بغل	از مردی طبع جهان و اماند خلق از کارها

پوشیده قمری را کند سرو خرامان در غل	آزاد با این درد دل آرد اگر رود در چمن
دیده را محو تماشا می کمر می داشتم	در عدم از جلوه حسنت خبر می داشتم
می پریدم تا نفس گربال و پرمی داشتم	کرد آخر نا توانیها ز صیادم نخل
گرنه این دست دُعابودی چه برمی داشتم	تحفه شایسته احباب از اقلیم فقر
پیش رواز مهر خاموشی سپرمی داشتم	از کمان بحث کج هر جا خدنگی سر کشید
ورنه از سودای رفعت در دوسری داشتم	خاکساری صندلی مالید بر پیشانی
از عدم مانند گوهر دیده تر داشتم	حسن اودا دیده شور عشق در سرداشتم
من ازین دنیای فانی دست را برداشتم	هر کسی برداشت چیزی را از اسباب جهان
دانع صد طاؤس بر بال کبوتر داشتم	نامه سوز مرا حاجت بوا کردن نشد
چون بوی گل شکسته نفس بال و پر زدم	دامان وحشتی ز جهان بر کمر زدم
چشمی کشادم و گل حیرت بسر زدم	تا آدم چون غنچه زرگس درین چمن
ز جا برخاستم گرد سر پیمانه گردیدم	بیاد چشم او در انجمن دیوانه گردیدم
ز انداز نگاهی یافتم بیگانه گردیدم	به پیش غیر با من نامناسب دید آمیزش
خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم	کجا در بزم من آن شمع بی پروا قدا فرزد
مرید سلسله گیسوی دراز توام	چو سایه در قدم سرو سرفراز توام
چراغ سوخته دانع جانگداز توام	من از جناب تو دست حمایتی خواهم
غلام معتقد حسن امتیاز توام	نگاه تست به آزاد بیش از دیگران
ز اشک ریزی مژگان ستاره می شمرم	شب که گم شده آن آفتاب از نظرم
ازین مسافر راه عدم نشد خبرم	ز من جدا شده دل رفت در پی منش
بیادین دوسه شب میتو دانع شد جگرم	تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق
چه باید کرد افتاد است با طفلی سرو کارم	شب چهل است گیرد اشک شادی راه دیدارم

درید پرده حیرت سرشک بیتا بم	ز پشت آینه بر رو دوید سیاه بم
شود چو تیغ به میدان اصلتم روشن	اگر حریف شود سنگ رو نمی تا بم
یار را دیدن من در عرق شرم نشاند	از نگاه غلط خویش پشیمان گشتم
حقوق بنده صاحب وفا رعایت کن	تصدیق سر خود بوسه عنایت کن
غریب شهر توام درد من تومی دانی	اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن
امیدوار گرفتاریم درین صحرا	ز دام جذبه خود حلقه کرامت کن
گره زابروی خود را نکرد قاتل من	شهید این دو کمان مهره است بسمل من
چو شیشه که در آن زر گس از هنر سازند	خیال چشم کسی جا گرفت در دل من
جواب خوش منشم می زیم بوضع صفا	ز آب صرف بنا کرده اند منزل من
بحال مجلسیان طرزه گرم ولسوزی است	خدا زیاده کند عمر شمع محفل من
سیر حسن آن ذقن بازلف عنبر فام کن	سایه و چاه است ای دل اندکی آرام کن
می رسد از خانه آئینه سرشار جنون	این پری از سایه خودش گرفتار جنون
تیغ تو سینه را کرد افکار تا بگردن	این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
هیچون نگین نباشد فانغ ز دل خراشی	در زر اگر نشیند زردار تا بگردن
نگردد محو از لوح جهان حرف ثبات من	که باشد در دم تیغ قلم آب حیات من
دل آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت برهلم	که انشا کرد بعد از مرگ تاریخ وفات من
به دامان کسی جز دامن خود جا نمی گیرد	برنگ جوهر آئینه گر خیزد عیار من
تنها چو برق تا در مطلب دویده رو	بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود ز کواة مغیلان درین طریق	از خارهای بادیه دامن پنخیده رو
نه از خلخال زرین زبور آن سرو سهی کرده	پیا پیش بوسه ز دخور شهید و قالب راهی کرد
بزرگ و خورده جهان است در نیاز یکی	که هست شاه و گدا در صف نماز یکی

نوی نی نوازی بردل من زخم زدکاری	هنان در پرده نه ناخن شیراست پنداری
سر دنباله چشم تو دارد خال موزونی	کمر بستند باتارسیه تعوید بیماری
به پشتی کار گیرد از صف برگشته مرگان	توان آموخت از چشم بتان آئین سرداری
دل آزاد را خشم بتان نمکین نمی سازد	نگردد در هوای آتشین آئینه زنگاری
آئینه وار تصفیه گر آرزو کنی	دل را ز آب دیده خود شست و شو کنی
گفتم باو - چرا شکنی دل - جواب داد	در ملک من ترا نرسد گفتگو کنی
زبید ترا اگر به لباس برهنگی	از نقش بوریامی قناعت اتو کنی
آزاد پیر میکده ارشاد می کند	در پای خم نشینی و می در سبو کنی
دلربایانه به ویرانه مای آئی	می توان یافت که از شهر و فامی آئی
طرز شوخی نگذارد که نشینی یکجا	به تماشای چمن پا بخنای آئی
می توان ریخت عبیری ز غبار دامن	گر به گلگشت مزار شهدای آئی
بر سر مشهد آزاد شنیدم امروز	که تومی آئی و بسیار بجای آئی
نیست در ربط دلی حاجت قرب بدنی	تشنه دشت عقیق است سهیل یمنی
داد آزاد گهر با قلم واسط را	هست رسم شرفا پاس حق هم وطنی
نمود جلوه اعجاز شمع مطلبی	نماند شوخی چشم شرار بوتهی
فدای خاصیت دادی عقیق شوم	که کرد ریگ روانش علاج تشنه لبی
زیارت تو کند آفتاب هر شب نذر	رود صبح جلو ریز جانب غربی
ز بسکه ذوق شکست تو داشت ساغراه	گرفت زنگ نزاکت ز شیشه حلبی
خوش است حسن تقاضا ز باغبان کریم	نصیب ذائقه ام کن حلاوت ربی
بآفتاب نبوت رسانده ایم نسب	توان ز دره مادید نور خوش نسبی
ملک هند چون نیست طوطی آزاد	که کرد تربیت من شکر لب عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین پروانه او چراغ ماه و پروین  
نخلِ قدِ او دینِ چمن سایه نگند برق جهانیان نه بر روی زمین

### (۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ

بن سید محمد اشرف الحسینی الواسطی البکرامی - ولادت ادبیت و یکم شوال

روز دوشنبہ سنہ ست عشر و مائتہ و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشاراً الیہ سابق واسطۃ العقد فضلاست و حالاً بیت الغزل شعرا - صاحب  
شان عالی است - و عزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ  
جوانی نواختہ - و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچہ مرتبہ ارزان ساختہ - طبع  
دقیقش نشتر عروق اشکالات - قوت حافظہ اش پر مخخانہ فراوان معلومات - عمل کہ ثمرہ  
شجرہ علم است سرمایہ بوستانش - و حسن خلق کہ گل سرسبد آدمیت است پیرایہ گلستانش  
من شکستہ بال و میر صاحب کمال دختر زادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بکرامی  
ایم نور اللہ ضریحہ و از تباثیر ایام زندگانی تا واسطہ ہنگام جوانی درس آموزیک  
دبستان - و عند لیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نہایت بجناب استاذ المحققین  
میر طفیل محمد بکرامی سر و ح اللہ سر و حہ گذرانیدیم - لغت و حدیث و سیر نبوی  
در خدمت علامہ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالی بسند رسانیدیم و عرض  
و قافیہ و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب یا کتابی و احد از دو مقام بسماعت و  
قراہت یکدیگر می خواندیم - و شبہ یز سے در مضمار تحصیل می رانیدیم اگر احیاناً یکی راعا ضہ  
رومی و اد سبق دیگری در معرض توقف می افتاد - و در وقت اقامت وطن و کسب  
علوم چندی اوقات در افادہ طلبیہ نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سبج و خمسین و ثمانه و الف (۱۱۵۴) در دار الخلافه  
شاهجهان آباد از بعض فضلاء آن بلد علوم ریاضی ہیئت و هندسه و حساب و  
غیر ما خوانده قدرتی عالی در فنون ریاضی بهم رساند -

و به ارادت سید العارفین میر سید لطف اللہ قدس سرہ استسعا دیافیت  
همواره بطاعت و عبادت و بمطالعہ و مباحثہ کتاب می گذراند - و با وصف شواغل و  
تعمیر اوقات از دست نمی داد -

و میر کتبی تالیف نموده باسم الفتح الثابت من الاصل الثابت "مستمله  
چهار اصل و خاتمه در تحقیق مسئلہ توحید که تخریرش بسیار متین و لطیف واقع شده و  
مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراهم آورده شکر الله للہ للعبد - را قلم الحروف در  
تاریخ اتمام این کتاب گوید -

میر یوسف عزیز مصر کمال	از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شہود رقم	نسخہ تازه بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ	کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق	یادگاری ز خامہ تدقیق
سال تالیف این کتاب خسرد	گفت - شمع مجالس تحقیق

اکنون سر و ستان اشعار موزونش بالید نے دارد - و نسائم انفاس ہمایونش  
خرامید نے -

ز جام مہر بود ہچو بد رستی ما	بقدر وصل شود محو یا رستی ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر	چہ نامہا کہ بر آورده است پستی ما
ز طرف دامن پاک تو کامیاب نشد	بخواب ہچو زینجا دراز دستی ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم	ز آفتاب رخت رنگ باخت رستی ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف	غبار آینه گردید خود پرستے ما
از ناله مادر دل جانان اثری هست	پیوند سر رشته ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی	افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قری بهر تربت من گرم فغان است	بسل شده قد ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دل سوخته من	شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوز و جگر از اثر گرمی آهش	دانم که به خاکستر قمری شرری هست
پیغام من و باد صبا این چه خیال است	در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانی چاه ذقن از خود شده یوسف	داند که ترا نیز بحالش نظری هست
ماند شمع از همه آزاد می رویم	صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دل ما نقش هیچکس	آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاه راه عشق نداریم کاهلی	چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دور چشم یار شکستیم توبه را	بیرون ز دام سبجه و سجاده می رویم
در راه شوق تا سر کوی تو عمر هست	بی دست و پا چو جاده افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل	یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم
از تواضع رتبه صاحب کلاه می یافتم	یوسفم از بندگی اقبال شاه می یافتم
تا تغافل کردیم سیر آن طناز را	النفات چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شور عشق را ساحل شد	کشتی خود را درین دریا تباهی یافتم
نامه اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام	حرف انجامش بهین لطف الهی یافتم

### رباعی

ای در چین پیمبران تازه گلی	در محفل ساکنان لاهوت ملی
یوسف تواند که کند نعت ترا	آغاز دو عالمی و ختم رُسلی

شاهی که لباس نور پیرایه اوست	خورشید و قمر بهره ور از مایه اوست
هر چند که ذات پاک او سایه نداشت	اما دو جهان غنوده در سایه اوست
گر هر رخ تو جلوه پیرا نشدی	یک ذره ز کائنات پیدا نشدی
در نقطه نور نگشتی مرکز	نه دائره فلک هویدا نشدی
خود شافع محشر است شاه مردان	این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو که عبادت است دیدن او را	چشمه بکشا بروی مشیر یزدان
دریاب بهار گل و ریحان نبی	سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایه کونین ازینها بر گیر	بکین لعل و زمره انداز کان نبی

وقتی این غول به مشاء الیه فرستادم

جان می طلبد تقای یوسف	دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازش کن	از نکبت جان فزای یوسف
آزادم و بوده ام گرفتار	در سلسله هوای یوسف
از دیده شوق تکه سازم	وز پرده دل قبای یوسف
گیرند بسمه خاک راهش	چشم من و خاکپای یوسف
مهر دل من همیشه آباد	از جلوه دلکشای یوسف
هم عمر برادر شفیقم	از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا	نقد دل من بهای یوسف
او قدر شناس بنده آزاد	من شیفته ادای یوسف

مشاء الیه در جواب این غول طرح کرده ارسال فرموده

سلطان جهان گدای آزاد	جم مرتبه بینوای آزاد
پهلوز کنار من تهی کرد	این دل که شد آشنای آزاد



شوریده بسانِ قمریم کرد  
 گل را پنجمن نمی توان دید  
 چون سرمه جلای دیده من  
 از طوف مدینه آبرویش  
 یک عمره بنام من ادا کرد  
 گر جمله زبان شوم چو سوسن  
 آزاد شفیق بنده یوسف  
 و ایضاً این غزل به فقیر تحریر نموده

تا دلم از ره تو دور افتاد  
 سنگ را آب کرد گریه من  
 دل من قمری است زمزمه سنج  
 که رساند غبار من به درش  
 او غلام علی و خاک ورش  
 نام او بر عقیق دل کندم  
 به که بر دوستان بیان سازم  
 من و اویم از ازل تو ام  
 هر دو بودیم مورد یک فیض  
 وقت تحصیل ما به بیضاوی  
 چون کمر بست جانب حرمین  
 سعی یک عمره کرد از پی من  
 چه توان کرد شرح احسانش  
 چون جرس از فغان ندارد یاد  
 کوه را داد ناله ام بر باد  
 سرو موزون من تقدیر آزاد  
 کاش باد صبا کند امداد  
 یوسف ما عزیز مصر و داد  
 این نگین را چه خوب نقش افتاد  
 ربط او را برائے استشهاد  
 سه ما یکے ست در میلاد  
 درس خواندیم پیش یک استاد  
 مشترک بود کسب استعداد  
 بهره اندوز شد ز خاک مراد  
 دل او باد از صفا آباد  
 جز دُعا در جناب رب عباد

در جهان باد چون تخلص خود یارب از قید این دآن آزاد

## (۱۲۴) غلام - میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبدالحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است  
قدس سره که در فصل فقر از دفتر اول مذکور شد.

تولد میر غلام نبی دوم محرم مکرّم سنه احدی عشر و مائت و الف (۱۱۱۱) دست داد  
و او همیشه زادهٔ علّامی میر عبدالجلیل بلگرامی است **لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَخْبُوعُهُ** - هرگاه خبر  
تولد او به علامهٔ مسطور که با خلد مکان در نواحی قلعه ستاره تشریف داشت - رسید  
حضرت علّامی خواست که تاریخ تولّد او ضبط نماید - در همین فکر خواب بُرد - در عالم  
روی صورت مولود را دید که می گوید **ع نور چشمم باقر عبدالحمید**

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل برآمد - سه مصراع  
دیگر فراهم آورده قطعه در بحر مل مسدس سالم که سه بار فاعلاتن باشد نظم کرد که سه  
**نور چشمم میر باقر گفت با من چون گل خورشید در عالم دمیدم**  
**سال تاریخ تولّد خود بگفتم نور چشمم باقر عبدالحمید**  
به مردم بلگرام قلمی فرمود که این مولود مسعود شاعر خواهد شد - آخر نوعی که از زبان  
شریف برآمده بود بظهور رسید -

مشائراً الیه در صفای ذکا و علوفطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون  
عربی و فارسی و هندی ممتاز اقران تحصیل علمی تمام در خدمت استادان تحقیقین میر  
طفیل محمد بلگرامی طاب ثَدَا کُنُود -

وسلیقهٔ او با ترتیب نظم نهایت مناسب افتاد - سیما شعر هندی که درین فن کس  
یکتائی نمی نواخت - و طوطیان هند را دوچار آئینهٔ حیرت می ساخت - برخی از نورس

حدیقه طبخش در فصل ثانی جلوه می کند

و نیز در موسیقی و ساز هندی نقش مهارت می زد. با این همه هنر ها در میدان شجاعت دلیر بود. و در فن تیر اندازی بی نظیر.

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی که نواب وزیر را با افاغنه پیش آمد میر غلام نبی در معرکه مفقود گردید. و چون غنقا بس منزل بے نشانی آرا مش گزید. و این ساخته بیست و دوم شوال سنه ثلث و شین و مائت و الف (۱۱۴۳) مابین بیتالی و سهاور از توابع اکبر آباد واقع شد محرکتاب گوید

وحید زمان سید خوش سخن به فردوس می زد ز جام نبی

قلم گریه سر کرده تار تار او رقم کرد "هی بی غلام نبی"

فیما بین میر و فقیر محبت تام بود و سالها در بلگرام و شاهجهان آباد و اله آباد هم صحبت بودیم. حیف که این چنین هم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد و انجن یاران را بی حلاوت ساخت.

میرزا جانجانان مظهر سلمه الله تعالی فن شعر هندی از میر غلام نبی

اخذ نمود.

این چند بیت فارسی یادگار اوست

همیشه در دل خود یاد زلف او دارم	فسونگرم که چنین مار در سبزه دارم
از خرام اودری برخوشتن دامی کنم	عالم بالا دین عالم تماشا می کنم
آخراز تیرگی بخت نگیں کام گرفت	که ز لعل لب او بوسه به پیغام گرفت
بسکه شد آغوش بستی منزل آرام من	چون نگیں در موم هم بالا نگردد نام من
همره خود این رقیب بدرگ آوردی چرا	من نه آن صیدم که بگریم سگ آوردی چرا

له آثار الامرا جلد ۱ صفحه ۲۶۲ تذکره صفدر جنگ -

خط زلف تو رخ بزور گرفت      جای مار این هجوم مور گرفت  
تا نمک ز تخت بر جراحت من      لب شیرین یار شور گرفت  
در چمن چون گل نباشد آشنای عنده لب      کز تیر دل زر بر آرد از برای عنده لب  
در چمن گل بر کف خود زعفران آورده است      تا بدل با خنده سازد و گریه های عنده لب  
دور رخ عشاق باشد بی رخ جانان بهشت      باغ بی گل می شود ماتم سرای عنده لب  
داد از دست نگاه تو که هنگام وصال      چون تغافل دهد از دست حیا ساز کند

### رباعی

آنها که براه بی هراسی شده اند      در خلق علم بحق شناسی شده اند  
در یاب که این خدا فروشان جهان      در ترک لباس خوش لباسی شدند

### (۱۲۵) عجیب - سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدین جد القبیله یکی از قبائل اربعه محله سید واره و برادر  
خاله زاده حقیقی جبر جلیل میر عبد الجلیل است -

خوش خلق و ظریف بود - و سلیقه نظمی داشت - در مدح سیدی می گوید -

گل همان به که ز گلزار پیمبر باشد      مل همان به که ز میخانه کوثر باشد  
گوهر آن نیست که از نطفه نیسان زاید      گوهر آن ست که از معدن حیدر باشد  
ای خوشا تا زه نهالی که به بستان شرف      دست پرورده زهرا و مطهر باشد  
آنکه از جبهه او نور سیادت پیدا است      عالم افروز تر از نیر اکبر باشد  
در زمینی که بخندد گل خلق حسنش      هر کف خاک بنحایت عنبر باشد  
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی      چمن آرای جهان این گل احمر باشد  
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب      زانکه از حوصله خامه فزون تر باشد

اواخر ایام زندگانی ہمراہ نواب مبارز الملک سر بلند خان تونی۔ جانب  
گجرات احمد آباد رفت و در آنجا این بیت فارسی و ہندی آمیز از طبعش سرزد  
اندکی ایڑ گر زخم بہ سمند ٹیلہ ہفت آسمان ٹپ جائے  
قضا را بر طبق مضمون بیت در سنہ اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۰) خود با اسب  
غائب گردید و نوعی توسن را جلوریز ساخت کہ گردی از ہیچ جا برنخواست۔ عمرش  
قریب بہ شصت سال بود۔ سر حمد اللہ تعالیٰ

### (۱۲۶) بیخبر۔ میر عظمۃ اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قَدَّسَ اللہُ اَسْمَاءُہُمْ  
گلہائی مناقب والا از چمن اول باید چید۔ و رواغی کہ مشام ملا اعلیٰ را معطر  
سازد باید شنید۔

میر بی نظیر از عرفاء شعراست۔ و از صوفیہ صاحب لسان۔ و در ادای حقائق و  
معارف ممتاز زمان۔ طرز کلامش بہ نمیکنی ادای خوبان۔ و انداز بیانش بہ دلنشینی عشوہ  
محبوبان۔ نہایت خلقتش سرمایہ ختنہا۔ و رنگینی صحبتش ساز و برگ چمنہا۔ خاص و عام  
راغب مجلس خاص بودند۔ و در خور استعداد طرفی می بستند۔

بیخبر تخلص بجا می کرد کہ با خبر بیخبر بود۔ و بر قول حضرت لسان الغیب عمل  
می فرمود کہ ۵

مصلحت نیست کہ از پردہ بدون افتد راز ورنہ در مجلس زندان خبری نیست کہ نیست  
و او را با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است۔ و رتذکرہ خود ۱۷۷۱  
”سفینہ بیخبر“ مجلس خود را با میرزا ابیدل ذکر کردہ۔ و ریتجا کلام او نقل کردہ  
مے شود:-

”فقیرا که اتفاق دید و ایدایشان اُنتاد- حقا که در کمال خلق و مزه و درد و شوق یافتم- تا که  
 ”نشسته بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف بر زبان نراند- بنده گفتم ضیافت طبع فقیر  
 ”می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی بهیچ شما هم رنگ را غنیمت یافته ایم- بعد از آن این  
 ”سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود را خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود- ابیات اگر چه  
 ”قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود-

”این قدر بهره چپ راست دویدن عبث است چاک کن سینه خود را سر راهی دریاب  
 ”بلند افتد چو قطع پست ساز حسن مطلع را کشد پائین محفل قدر من بالا نشینان را  
 ”خون شدم بخیز دست تهی جامه فقر رنگ باید کرد

”برین بیت عزیز می گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد- میرزا فرمود- در فقر  
 ”مرتبه ایست تا خدا اگر انصیب کند- بمحلا شرح آن این مصراع بخیر است که ع  
 ”دولت پاینده در دست تهی است

”و آنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می  
 ”آید-

”بیدل همه تن خاک شدی لیک چه حال در خاک نشستی و بران در نه نشستی  
 ”گویند بهشت جای خوبی ست آنجا هم اگر دماغ باشد  
 ”و این بیت خاقانی هم خوانده بوده

”همسایه شنید ناله ام گفت خاقانی را دگر شب آمد نهی  
 ”در سه اربع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاهجهان آبا  
 ”هم سفر بودیم- و چون کواکب سیاره به شرکت گردون راه پیویم- تمام راه محظوظ خواه گوشت  
 ”این چنین سفر بمراتب بر حضر رجمان دارد-

روزی نقل فرمود که هرگاه این مطلع از من سر زده

از صف مرغان خوزنیزش نگاه آید برون چون سوار یکه تازی کنز سپاه آمد برون  
 شخصی که خود را شاعری گرفت مطلعی در جواب انشا کرد - چون مطلع او از معنی معرا  
 بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود -  
 جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست -

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت - و در موسیقی هم فهم رسائی  
 داشت -

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است - از دیوانش این اشعار  
 بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد -

بهائی نیست غیر از نقد تحسین شعر موزون را	مده هرگز بجوهرناشناس این در مکنون را
نباشد این قدر آسان تحقیق سخن رفتن	خدا رس می شود هر کس رسد انداز مضمون را
مکن جمع آن قدر دولت که گردد بار برداشت	فرو سنگینی ز برد زیر خاک قارون را
مکن ای صبح ضائع بر جیش صندوق خود را	که دوران سراز دود دل خلق است گردو را
اینس دختر زهر که شد علامه می گردد	که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را
سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل برآ	می شوی پابند آخر بیشتر زین گل برآ
ما غریبان را بر زیر خاک هم نگذاشتند	صبح محشر می کند فریاد کز منزل برآ
تا توان لیلی شدن جیف است آهنگ جنون	این چنین کز خویش برمی آئی از محل برآ
عالمی در انتظار آن وفا بیگانه مرء	کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل برآ
تا که نمی برای صبحی بباغ پا	چشم کسی به بین د بزن بر ایام پا
صد کاروان بروشنیم راه می روند	در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا
آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست	چندی دراز کرد به کنج فراغ پا
کس نیست بعالم که شود همفلس ما	ای بیگسی اکنون تو شدی داورس ما

ما یغم بصد رنگ گر قمار محبت	فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما
کی بود بازیچه شادی و غم آئین ما	گردش احوال قربان است بر تمکین ما
ناخن اول درد دل شاعر ز ند شعر بلند	تیغ خون آلوده آید مصرع رنگین ما
در قیامت هم نگرود و از هم مرزگان او	بشود فریاد گر افسانه شیرین ما
ما به افتاد و دولت صلح کل داریم و بس	جاده دارد بهر مذهب طریق دین ما
صحبت یاران موزون سرود گل از یاد بُرد	غیرت گلزار باشد مجلس رنگین ما
تا سراز زانوی آن آرام جان برداشتم	نیست غیر از ساعد خود تیغبر بالین ما
تا به کئی داری چنین حیران و سرگردان مرا	یکدم ای ظالم بگرد خویشتن گردان مرا
غیر را در بارگاه دیده من دخل نیست	چوب حجاب است گرد چشم این مرزگان مرا
سلامت در همان غولت بود تنها نشینان را	که باشد صد خطر بیرون در خلوت گزینان را
بلند افتد چو مقطع پست ساز حسن مطلع را	کشد پائین محفل قدر من بالا نشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب نمی دانم	مگر در چشم افتاد است موبار یک بینان را
پچشم عارفان زلفی در خساری است کف و دین	خبر از حلیه آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیه غائب	قیامت بر سر استاد است دائم دور بینان را
زیاران لباسی کی نماز عاشقان آید	وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام بر پایی کنند ایشان قیامت را	چه سان یک کوچه ره بنید کسی این نازنینان را
کوی رضا گزین ز غم خیر و شر برآ	تسلیم کن سر خود از درد سر برآ
تا کئی اسیر هستی موهوم بودنت	دستی بخود نشانده چو آه از جگر برآ
حق ندانستی و در دل نقش بستی یاد را	تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را
و شبستانی که غفلت فرش راحت گسترد	خواب شیرین بهتر از شیرین بود فراد را
برنگ آینه کسب دیگر بود مارا	گذشتن از همه جوهر هنر بود مارا



نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانه مارا خیالی میش نبود می کف پیانه مارا  
 کند وحدت از گردن کشد زلفت فقیران را کند مجنون صحرا گرد چشمت گوشه گیران را  
 جز آه نیست شمع شب افروز سینه را یک مصرع بلند بس است این سینه را  
 بسکه دل تنگ آمدست از صحبت اخوان مرا کوچه مصر فراغت شد چه و زندان مرا  
 نباشد منت منعم گوارا مفلس مارا ز نام کیمیاگر رنگ می گردد میس مارا  
 ای بدور گردش چشم تو خوش ایام ما نرگس شهلاست از یاد تو صبح و شام ما  
 صبحم چون کرد و آن چشم خواب آلوده را جام می آمد کف هر دست بر هم سوده را  
 در تو کل خانه من مسندی در کار نیست گرم چون گردید جا فرش مند باشد مرا  
 نمی گوید بلندی برگزین یا سیر پستی کن بلند و پست عالم دیده هموار کن خود را  
 دی ز شوخی ناز تو کس نیا سود است نشسته و خرام تو می کشد مارا  
 برگزین حضرت دل عزت شاهی دریاب باش فرش در خود مسند جاهی دریاب  
 این قدر هرزه چپ و راست دیدن عبث است چاک کن سینه خود را سر راهی دریاب  
 کیست که گردش چشم تو بجائی نرسید آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب  
 باده گلرنگ و چین سبز و هوا دریا بار لذت این همه زاهد به گناهی دریاب  
 بنجر هر چه از خانه برون می آئی باش فرش در خود مسند جاهی دریاب  
 نمک پنجم شکر خواب می کند هتتاب پیاله را گل هتتاب می کند هتتاب  
 گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلاست پیش مصراع قیامت قامت معشوق ماست  
 این جهان و آن جهان تبدیل جا میش نیست آنچه پنداری بقا آخر به تغییر فناست  
 شکوه از یوفایها می معشوقم نبود یار چندانی که شد بیگانه آخر آشناست  
 نشئه دیگر توان در می پرستی یافتن بهیچرگر ساقی کوثر علی مرتضی است  
 ترک محبت من ناشاد کرد و رفت گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بره نخورد  
 پرویز، هم ز قربت شیرین نیافت است  
 هر کس که دید مصرع بر حسته قدش  
 رنگ ثبات نیست درین گلشن دو روز  
 دائم بناء بیت سخن می کنم بجا  
 دیگر کسی چه در پی او پیچبرفتد  
 کیش اگر گرفت دگر اسلام زینی بیش نیست  
 آنکه مادر جلوه او دست و پا گم کرده ایم  
 آشنایهائی دریا محنت بی حاصل است  
 نزد این صورت پرستان کز انا الحی منکرند  
 قامت معشوق می روید بجا نیشکر  
 نقص خود در یافتن باشد کمال آدمی  
 یک زبردستی درین عالم ندیدم پیچبر  
 گرچه خلقی دیدم از دام تعلق جسته است  
 سبزه خط نیست بر رخسار آن آئینه رو  
 گرچه شب در خواب روزم در قبح نوشی گزشت  
 خواهش ملک سلیمان ابلهی است  
 طفلی که براحوال شهیدان نظرش نیست  
 هرگز فروتنی نگزید است پیکرت  
 همچو آن شامی که روشن گردد از رنگ شفق  
 برنگ آن ندا از جانب دیگر صد برگشت  
 ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت  
 از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت  
 چشمی کشود و بر سر او صاد کرد و رفت  
 خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت  
 هر کس تلاش در حق اولاد کرد و رفت  
 گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت  
 حاصل چندین گمان آخر یقینی بیش نیست  
 آسمان بر خاک درگاهش جبینی بیش نیست  
 گوهر مقصود در خاک خراب ساحل است  
 حق بان قدرت اگر منصور گردد باطل است  
 دیده ام بند محبت را زمین قابل است  
 ورنه هر ناقص که بینی در حقیقت کامل است  
 دستی از بالای دستی هست دست باذل است  
 بر نیاید تا کسی از خود کجا و راسته است  
 بسکه آب حسن او استاد زنگی بسته است  
 این قدر شادم که عمر من به بهوشی گذشت  
 دولت پاینده در دست تهی است  
 مردیم که از شوخی خود هم خبرش نیست  
 خاک ره کسی نشدی خاک بر سرت  
 کاکلت از تاب رخسار تو زنجیر طلاست  
 چو بر گرد دید بیرون رفتم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شده من هیچ نداد	آه در زلف شکن در شکنش چیزی هست
خدا را دیده ام اما می رسید	به قربانش روم یارِ قدیم است
ستم رسیده غمهای دهر می داند	که ماه نو بکف چرخ تیغ عریان است
بی دماغیها مرا شرمندۀ احباب کرد	خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است
به بالِ دیگرے گرمی پرد کس	به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست
هرگز نبود قابلِ خط صافی رخت	شرم تو آب رخت بر آئینه زنگ بست
هزار بار توان کرد با خدا شوخی	ولیک دم نتوان زد به مصطفی گستاخ
این سرودها که سر به گلستان کشیده اند	شمشیر بازی قد اورا ندیده اند
هر چند حسن از پس صد پرده رُخ نمود	ناموس پرده ایست که زندان دریده اند
کردم نگاه صفحه تصویر خوش قدان	صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند
جمعی که طوف کعبه گزیدند بیخبر	بیت المقدس دل خود را ندیده اند
کیست نا از دست برد حسن صورت بگذرد	معنی بیگانه باید که عبارت بگذرد
هر قدم مرثگان گیرائی ست خار این طریق	مردمی باید که زمین میدان سلامت بگذرد
بسکه کم گردید تعظیم بزرگان از جهان	وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد
کی بود یارب که ماکوس خداوندی زنیم	حیف اوقاتی که در قید عبادت بگذرد
بیخبر زین حلقه احباب می باید رمید	بگذرد عمر عزیز و در اطاعت بگذرد
یادمی کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید	عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید
عاقبت از هزاره گرویهادلم آسوده شد	رقم از خود این جهان و آن جهان پیوده شد
بی حلاوت نیست عسرت در جهان	نان چو شد کمیاب شیرین می شود
هزار بار بین شده چشم ز شوخی حسنت	غینمت است که این احوالان دو می بینند
در لباس نو است یار مدام	نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعف مشتری	از گرانیهای قیمت گوهرم در بحر ماند
جز چشم کبود او که دید است	با دام که پسته مغز باشد
کنون که پیر شدی از خود ای فلان بگذر	ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر
کسی ز هر دو جهان و کسی ز خویش رود	نمی روی تو اگر این چنین - چنان بگذر
ماهیم اندر هیچ زلف او گرفتار آمدیم	اتفاق طرفه افتاد یاران شب بخیر
نه چینی شکنند این چنین نه شیشه ز سنگ	بان صدا که زدست دلم شکست امروز
خوشا جهان تهی دستی و غریبا نفس	زوال نیست در اقبال بی نصیبانش
فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این	پیرید رنگ مگر از رخ غریبانش
کیست تا از من رساند بهر ای پیام خویش	کرده ام از بسکه گم خود را نیام نام خویش
عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود	پیش پا افتاده می بیند چراغ انجام خویش
خود پسندی ست حرنی از خویش	آینه پیش کرده رو سولیش
و مرغ نازک فقرم ملامت بر نمی تابد	همان واکرده دستار از برای درو سر بستم
گرد ملال کز دل صد چاک پیچتم	برداشتیم و بر سر مقصود ریختیم
بودیم پای سعی ولی از نهیب خار	چون سایه در حمایت دامن گریختیم
تا آمد است فرد حقیقت بدست ما	سر رشته حساب دو عالم گسیختیم
نشسته ایم بدقتی که در دوداغ نداریم	بیا دوست سلامی که ماداغ نداریم
به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند	که مابه کلبه تاریک خود چراغ نداریم
بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم	و خدمت در غیرت آمدیکه بر لشکر زدم
سهل نبود ز خم تیغ ناز او برداشتن	بار ازین سرگذشتم تا گلی بر سر زدم
یادت مزه بخشید دل از رزق بریدیم	نام تو گرفتیم و لب خویش مکیدیم
آخر نشود سلسله حسرت عشاق	آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

این بارگران بر سر خود دیده خمییم	پیریم ولی چاره از زیست نداریم
جز رنگ ندیدیم و بحر بو نشنیدیم	یارب چه لطافت بود آن غیرت گل را
چشم شوخ تو غوالی ست که من می دادم	سرو قد تو نهالی ست که من می دادم
در لب یار زلالی ست که من می دادم	آنچه در چشمه حیوان ست خضری داند
سر خشک تو سفالی ست که من می دادم	زاهد از چشم بتان روغن بادام طلب
قال را رتبه حالی ست که من می دادم	بارها از سخن خویش بوجد آمده ام
بخیبر سخت ملای ست که من می دادم	در دلم زین ره درسی که جهان می دارد
پر نشانیم و زیر بال خودیم	مدتی شد که در خیال خودیم
همچو گوهر چشم خود بر شش جفت داکرده ام	من به روجه آن پری رو را تماشا کرده ام
شود قربان خود گردش گردیدی آیم	بتی کز چشم عالم شد نهان من دیدی آیم
از بال و پر مصرع برجسته پریدم	فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدم
فکر بسیار بلندم ز کجای آیم	بهر تحقیق خود از پیش خدا می آیم
تو گل هر کجا رخت دهد چون داغ نشینم	نیم شبتم که گه در باغ و گه در راغ نشینم
دیدم که پر هتی ست کشیدم بسر زدم	دست طلب به دامن آن خوش کمر زدم
الهی بر سر آن کو نشینم	مرا بر مسند جم می نشانند
در اول دیدنی همچون نگاه واپسین بستم	ز بس صحرای امکان وحشت انگیز در چشمم
رهی نماند که در خود گریختم رفتم	ز بسکه تنگ شدم در میان هر دو جهان
ماهم از دست رد خود چیزها بخشیده ایم	بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند
تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و فتم	کجا تاب رخ خورشید دارد دیده شبتم
بخیبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم	در میان بحث ملایان میگویند خویش را
چون سوار نیگه تازی کز سپاه آید برون	از صف مهرگان خون ریزش نگاه آید برون

یوسف مقصود تو شاید ز چاه آید برون	رو بسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا
زاهد ار جرعت کند از خانقاه آید برون	زندی داند که بیرون آمدن از خوشی چیست
وقت آن آمد که جائی سبزه آه آید برون	عالی از بسکه غمگین رفت در زیر زمین
عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن	سعی یاران چیست گردیدن طلا یاس شدن
درد سر بسیار دارد صاحب مجلس شدن	پاس خاطر هاجمه باشد احتیاط شیشه ها
همچو مدیهوشی که از میخانه می آید برون	از دو چشم او نگه مستانه می آید برون
که نشست است غیر از گرد کس بر پوست رهن	گریزانند مردم آچنان از صحبت فقرم
من ز خود آیم برون او از نقاب آید برون	کی شود یارب که در بزم وصال آن پری
چون کمان حلقه برگزیده ماند آغوش من	دوش یار آمد بسویم تا کشم در برگه شست
قطره خود را بجوش آور که دریائی شوی	شبنی اما توانی سیل صحرائی شوی
انتظار می کشد لبر که شیدائی شوی	عقل را در بارگاه حسن هرگز دخل نیست
باش در کار کسی تا کار فرمائی شوی	کی توان مولی شدن بی دستگاه بندگی
آبرویت حفظ کن تا در دریائی شوی	فیض خود داری چراغ قطره را روشن کند
نیست غیر از در دگر محفل آرائی شوی	تا توانی بنیجر تنها نشین و شاد باش
فرش است میرزائی زیر برهنه پائی	مشاهده نیست محرم از حسن روستائی
مباد آتینجر پیدا کنی زین قبه سوزاکی	دلت پرمی طپد بر اختلاط صحبت دنیا
به مصطفی نرسی تا به مرتضی نرسی	بغیر در نتوان راه برد در منزل

### رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم	تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بنیجران که منکر از من هستید	غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم	این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل من خواب ندیده ام که تعبیر کنم  
 رحلت میر عظمیٰ اللہ در شاہ جهان آباد روز دوشنبہ بیست و چهارم ذی القعدہ  
 سنہ اثنتین واربعمین و مائتہ و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ و در جوار مرقد سلطان المشائخ  
 نظام الدین دہلوی قدس سرہ مدفون گردید۔

جامع اوراق دروفات او قصیدہ انشا کرد کہ ہر مصرعہ اش تارتخ است و مطلع و  
 حسن مطلع بخواست ذوقافیتین اتفاق افتادہ۔ پارہ ازان قصیدہ بر نکتہ سنجان  
 عرض می شود۔

اشک می ریزد بروی لوح مژگان قلم	می زند جوش تلاطم باز عیان الم
سنبل زلف بیان جعد پریشان صنم	صفوہ احوال ماتم سینہ مجروح گل
آہو ہامون طاقت برق ہمیز عدم	طائر آسودگی در سیر پرواز فنا
یک قلم چون حلق بسیل چشم آہوی حرم	چہرہ پرواز ازل گویا بہامون برکشید
صبح محشر می زند از مطلع آفاق دم	شعلہ اندوہ می بالد بہ صحن روزگار
بانگ آہی می کشاید پردہ گوش ہم	از حساب نوحہ گیتی چہ می پرسی دگر
ہر یکی دارد در سیلاب تحزن دیدہ نم	بیدلان در کہنہ عالم حلقہ شیون زنند
طرفہ نر می قدسیان چیدند باہم در ارم	لیکن از ادراک کامل سید شیرین بیان
مطلع صبح ہدی ہم شاعرے نازک قلم	شمع بزم اہل بیت و کویب اوج صفا
زبدہ مشکل کشایان فصیحان عجم	عسی معجز بیان انصوح شیرین زبان
موجہ سیل نزاکت زلف دل جوئی رقم	کلاک آن دریای جوہر ابر نیسان بہار
نسخہ دیوان او دارد پیام جام جم	زادہ کلکش بود حرف طلسم راز حق

(۱۲۷) فقیر۔ میر نواز ش علی سلمہ اللہ تعالیٰ

خلف الصدق میر عظمیٰ اللہ بخیر بلگرامی قدس سرہ السامی۔ مشاطہ طبع

همایون در انجمن نختین جمال عرفان می آراید - و درین محفل برقع از روی پری زاده ان معانی  
می کشاید -

اکثر سایه التفات بر سر سخن موزون می گشرد - و این خانه زاد موروثی را در آغوش  
فکر عمیق می پرورد - اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است -

خاک گردیدیم و از ماه سردی برنخاست      خانه هستی ز پا افتاد گردی برنخاست  
در حضور شمع جان بی صدف می سازد نثار      از نثار عشق چون پروانه مردی برنخاست

از یار پیام دغلی را چه کند کس      این دگر خوشاب عملی را چه کند کس  
بلبل نسیان قدر شناسند چمن را      در باغ دمانج جعلی را چه کند کس

قبای عقل که پوشش غم است و تار افسوس      اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس  
برون ز حلقه ز نقش قدم چگونه زخم      که پای همت مارا گزید مار افسوس

صفای آینه از شست و شو نمی آید      علاج دل سیاهی از وضو نمی آید  
در وجودیم ولی روبرو به عدم می داریم      در گلو این رگ جان رسته حب الوطن است

ز پریشانی مرغان روح شد روشن      که در نشیمن تن راحت نفس هم نیست  
دین و دل جان و تن ز دست همه      آه بر فرق او فدا چه می کنم

گرچه برستم فقیر از دام سعی و جاه      احتیاج آب بان آخر شکارم کرده است  
بعد اتمام تذکره - میروازش علی شب دوشنبه نزد هم شعبان سده و شصتین

و مائة و الف (۱۱۶۴) به عالم قدس خرامید - و در جنب جد خود میرسید لطف الله قدس  
سره مدفون گردید - محرر اوراق گوید -

روشنی سحر نفس پاک گوهری      و احسرتا که دامن ازین انجمن نشانند  
دل و اطمینان و ناله تارتخ واکشید      پیر یگانه میروازش علی نمازند



## (۱۲۸) غریب-سید کرم الله بگرامی

برادر اعیانی میرنوازش علی سلمه الله تعالی- تولد او دوم شعبان سنه خمس وثلثین

و مانده والف (۱۱۳۵) رونمود

جوانی خوش سیما و نوری از ریاض آل عباس است- به انواع قابلیت آراسته و به تهذیب

اخلاق پیراسته- بیعت بخدمت برادر والا گهر میرنوازش علی سلمه الله تعالی بجا آورده- و

از آغاز تا انجام تربیت در صحبت ایشان یافته- و حکم وراثت از مذاق صوفیه صافیة کامنیا

است- و در سلیقه شعری کامل نصاب-

اکثر بر دو ادین سخن سخنان قدیم و جدید عبور نموده- و اشعار فراوان در خوانده حافظه

فراهم آورده- این چند بیت از وی آید

بسکه دود ناله من در سرش پیچیده است	بچو فانوس خیالی آسمان گردین است
لعل با آن سرخی پا و زن پاسنگی نداشت	دل به میزان تاثل هر دو را سنجین است
بعد عمری آشنا شد دلبر نا مهربان	میتوان دانست قدر آشنا همین است
بعد مردن هم به امید وصال آن پری	چشم من در خود نگاه واپسین در دیده است
کرد یاد نگه شوخ تو بیمار مرا	داروی نیست بجز شربت دیدار مرا
بسل افتاده ام از تیغ فراقش شاید	دل طپیدن برساند به در یار مرا
دل نه تنها از سر کوی هتبان ناشاد رفت	آه این مشت غبار من همه بر باد رفت
نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر	سرور دیدم که آزاد آمد و آزاد رفت
نمی دارم خیال همگامی با لب لعش	بگوش خویش نام خود شنیدن آرزو دارم
دیدمش چون آسمانی چشم پر سیدم که چسبیت	گفت این آهوز جولان در غبار خود گم است
آه این برگشتگی از طالع من گئی رود	من ز طفلی خورده ام در کاسه گرداب شیر

مردم چشم او دل مارا    همچو زنبور نیشدار گزید  
 بیک دزد دیدن خشک مغزی رفع می سازد    نگاهش روغن بادام باشد ناتوانان را  
 چنان به شیوه دیوانگی شدم مشهور    که یار نیز مرا دیدن مرحبائی گفت

## رباعی

شیطان چو درگاه خدا شد مردود    پرسید کسی چرا نکردی تو سجود  
 گفتا که منم محو جمال رخ دوست    جز ذات خدا دگر ندانم مسجود  
 بعد ختم سرو آزاد - غریب بیست و هفتم جمادی الآخره تسع و ستین و مائنه و الف  
 (۱۱۶۹) رخت به عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید - مؤلف کتاب تاریخ بتعمیه  
 گوید

شاعر خوش گوی صوفی مشرب    مرد در عین جوانی یا نصیب  
 وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب    بهر تاریخ وفاتش یا غریب  

$$\begin{array}{r} ۱۲ \\ ۵۳ \\ \hline ۶۵ \\ ۱۱ \end{array}$$

## (۱۲۹) سید غلام مصطفی بلگرامی قدس سره

بن سید عبداللہ برادرزادہ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی  
 قدس سره - سیاح قلم در دامن بحر پیشین در مناقب سامی ریخته - و جوهریان کشور فقرا  
 به خریداری برانگیخته - درین بساط نیز گوهری چند از واردات قدسیه می ریزد و لالی آبد  
 بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود - و نشئه فقر و درویشی دو بالاداشت همواره به شیوه  
 سپاه گری کسب معاش ضروری می کرد - و نعل و اژون زده شبید زیر سیر فی الله  
 جولان می داد -

درست و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۶) مؤلف ادراق در دار الخلافه شاه جهان  
آباد زیر سایه عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جادداشت - مشارالیه نیز در آن  
ایام در آن مقام به علاقه نوکری نواب مبارز الملک سر بلند خان تونی وارد شد و  
مثنوی ترجمان اسرار قبوی مولانا رومی قدس سره از خدمت حضرت علامی سند کرد -

در آن نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبه گجرات احمد آباد از پیشگاه خلافت  
مفوض گردید مشارالیه در رکاب نواب بآن دیار شتافت و چون حکومت گجرات از عزل  
نواب به راجه ابھی سنگھ مرزبان خطه مار وار مقرر شد - و با نواب در راجه صورت مخالفت  
رو نمود - و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد - مشارالیه در آن معرکه جرعه شهادت  
چشید - و در سلک اَحْیَاءِ عَمَدٍ سَرِ بَهِیمٍ یَزْنَرُ قَوْنٍ منتظم گردید - و این واقعه هشتم شهر  
ربیع الاول سنه ثلث و اربعین و مائة و الف (۱۱۳۳) رو داد -

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شهدا در میدان یافتند الا سید غلام مصطفی که  
هر چند تفحص کردند اثری گل نکرد -

پنچ روز پیش از شهادت رباعی گفته بود - و از حال آینده اخبار نموده - رباعی

این است -

در خلوت ماورای مایاری نیست      یعنی که به عرش و فرش اغیار نیست  
ما روح مجردیم ز آلائش مرگ      ما را به جنازه و کفن کاری نیست  
سلیقه سید در انشاء رباعی مناسب افتاده - و در یابی خفای و معارف  
بر طرز مولانا سحابی استرآبادی از منبع طبعش جوشین - الحق هر رباعیش چارموج  
ایست از بحر عرفان - و ترانه ایست از پرده لامکان - هر نکته اش تازیانه و دلهای آگاه  
است - و پرتوی از شعله رانی آنا الله -

دیوان رباعیاتش مدون است - و مذاق فقرش از کلامش مبرهن -

جز دوست هر آنچه هست اندیشه ما	چون شعله آتش است در بیشه ما
ما جام شراب سخن اقرب زده ایم	یعنی همه اوست در رگ و ریشه ما
در عشق که فتح باب کردم همه را	سر مست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پر لائی دوی	در تاریکی کباب کردم همه را
این هفت فلک که چون حجاب اند ترا	تا در نگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی ولی ز خود بخبری	پانه به مه و خور که رکاب اند ترا
بان حال رجال را ببازی مطلب	تا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر	توحید حق از سخن طرازی مطلب
هر نشه که هست از می ناب من است	جنت چینی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رتبه عالی من	چون عالم بخت مستی خواب من است
مارا که نه عز و نه شرف در کار است	نی نکر و نه گوهر و صدف در کار است
در دیده ولی بهر شناسائی خویش	خاک قدم شاه نجف در کار است
این هستی من برون ز آب و خاک است	وز آتش و آب و لخم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا	کین هیئت من گنه وجود پاک است
من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست	از خویش گذشته نی بدو نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام	کز روز ازل دریده ام چندین پوست
ای زنده تمام عالم از فیض دمت	خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد	سر تا قدم فدای سر تا قدمت
ما عاشق ذاتیم صفاتی دگر است	بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
ما واجبیم تو دگر واجب گوئیم	افسانه نویس ممکناتی دگر است
از دیدن روی تو رسیدم در خود	یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صدشکر که از شوق تماشای رخت	چون برق طپیده آرمیدم در خود
هر کس در خود بهار و باغی دارد	در کلبه تاریک چراغی دارد
توغره مشوک ماهی دریائی	غوک لب جوی هم دماغی دارد
زاهد که عبادت ریائی دارد	در مجمع خلق خود نمائی دارد
هر چند که الله بگوید هر دم	والله که الله هوائی دارد
آن فرقه که خویش را ولی می دانند	بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند	چون در نگری خلیفه شیطانند
هر کس خفاش آفتابش باشد	کی محو جمال بی نقابش باشد
زاهد طلب مقام تنزیه کند	غافل که همان عین حجابش باشد
سر تا بقدم چو دیده می باید شد	یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشه پر شراب با صد مستی	بر طاق بلند چیده می باید شد
دارسته درد را دوا را چه کند	بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطان جهان بال هما را چه کند	هر کس که بخود رسد خدا را چه کند
آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل	نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصه عشق پائی زاهد لنگ است	آری نرسد بجای احمد جبریل
در دهر که غول و روبر خویش منم	یعنی که مقرو منکر خویش منم
هر چیز فتاده است زیر نگهم	یک نیزه بلند از سر خویش منم
بسیار کتب سند ز اُستا کردیم	بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شد مشکل ما تمام حل آخر کار	چون دفتر وقت خویش را وا کردیم
بر مشت غبار خویش آبی زده ایم	یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش میا که بر در خانه خود	هر جا گل میخ آفتابی زده ایم

وقت است که دل زدهر برکنده کنیم      چون لاله و گل برین چمن خنده کنیم  
 در خلوت خویش قهقهه دنیا را      عریان همه تن شویم و شرمندہ کنیم  
 بر دست بگیر، پتجو من پیما      تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ  
 آن گل که دمیده بود بر بام سرا      عمریست که چیدمش بصبح خانہ  
 عشق است که گاہ ہر باشد گہ ماہ      لان تا نشوی چو کور چشمان گمراہ  
 ہر چیز کہ تو طالب آن می باشی      در صورتِ مطلوب تو آید اللہ  
 بشنو ای دل حقیقت پنهانی      ایمان موقوف شد بر انسان دانی  
 ہر چند بصد سجدہ تو حق را خوانی      تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی  
 اسی آنکہ تراست نسبت پنهانی      بیچون و چگون بحضرت سبحانی  
 از جسم چہ می روی بجان رو سوش      کس سایہ بز نمی کند قربانی

### (۱۳۰) احمدی - سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفیٰ قدس اللہ السرائر کھما  
 سیدی بود پاک نژاد - دست بہ دامن صلاح و تقویٰ زدہ - چاشنی گیر لذت فقوننا  
 لنگزحر و قار و تمکین - مرید عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہ -  
 کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد - و مثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت - عدد  
 رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد -

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لواءیکتائی می افرانت -

چون ہنگامہ احمد خان ابدالی در سنہ احدی و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۱)  
 از طرف قندھار بلند شد - و لاہور را غارت کرد - و محمد شاہ سلطان دہلی فرزند  
 خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان - و نواب صفدر جنگ

ابوالمنصور خان و دیگر امراء عظام - برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود -  
 میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود - و در اثناء سفر به بیماری  
 در دجگر مبتلا گردید - ناگزیر در سهرند توقف کرد - و چون شاهزاده از سهرند گذشته  
 کنار دریای ستلج بر معبر ماچھی واره رسید - ابدالی باسی هزار سوار از راه لودیانه  
 بالا بالا داخل سهرند شد - و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی و شتین و مائة و الف  
 (۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود - و هر که دست به شمشیر بردگشته شد - سید احمد جائیکه  
 اقامت داشت و بھراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ  
 بر شکم خورد - قضا و قدر از در دجگر نجات داده بر خیم جانستانی معاوضه کرد - و روز  
 پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ روح او از نفس جسم پرواز داد - روز جمعه در  
 همان حویلی مدفون گردید -

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجّه جانب سهرند  
 تاقت - فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی - از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست  
 و هشتم منہ آتش حرب اشتغال داشت -

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمرالدین خان زیر خیمه  
 نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گوله توب از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد - و  
 راجه ایسر سنگھ سپرچی سنگھ سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار ازگشته  
 شدن وزیر بی استقلال شده راه گرنیز بملاک خود پیش گرفتند - لشکر فیروزی با آنکه  
 این دور خندۀ عظیم راه یافت پای استقلال افشردہ افاغنه را شکست فاحش داد -  
 و بمفهوم آیه کریمہ **الْمَغْلَبَتِ السَّوْمُ فِيْ اَذْنِ الْأَرْضِ وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ**  
**سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بَضْعِ سِنِيْنٍ** - بعد شکست نادرشاهی این فتح عظیم نصیب پادشا  
 هند شد - تا بر تخی گوئی "**فتح خدا ساز**" تاریخ یافت -

و بعد یک ماه از فتح محمد شاه سلطان دہلی بیست و ہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ  
 سنہ احدی و ستین و مائتہ و الف (۱۱۶۱) بر حمت حق پیوست و پائین مزار سلطان المشائخ  
 نظام الدین دہلوی قدس سرہ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ و وزیر و نواب آصف جاہ کہ در ہمین سال  
 فوت کرد تاریخ بتعمیمی گوید ۵

گفت تاریخ چون کشیدم ۴  
 موت شاہ و وزیر و آصف جاہ  

$$\begin{array}{r} ۱۱۶۶ \\ ۱۱۶۱ \\ \hline ۵ \end{array}$$

القصہ ہر گاہ قتنہء جنگ فرو نشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از  
 خاک بر آوردند۔ بقدرت این دسجائہ سالم بر آمد۔ و بیرون لاہوری دروازہ  
 شہر پناہ سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ در مقابر  
 شیخ محمد نامہ ارخانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ۵

باقدر تو رفعت ہمہ پست آمد ہشیار ز ہیبت تو ہر مست آمد

بیخود افتادہ ام بگیری دستم ای آنکہ ید تو فوق ہر دست آمد

این بندہ بی ادب کہ ناہموار است دامن کہ متاع کاسد بازار است

یا از دو جہان بساز اورا آزاد یابیش نظر دار اگر در کار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد و رقلب بہ بازار تو باشد باشد

ہر چند سیاہ رو نباید این جا گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آکس کہ گنہ نگرد پیدا نبود او خود خلف آدم و حوا نبود

حق است اگر خطا ز انسان نشود عبد است اگر عفو خدا را نبود

نامند بنا مہا خلایق مارا چون فیل کہ ہست در گروہ اعمالی



ما را نه مقید و نه مطلق خوانند	اما پیداست این صفتها از ما
امکان که تمام راز در جیب و لیست	مقصود ز یؤمنون بالغیب و لیست
از غیب مراد این شهادت باشد	ایمان آرش که بر سر لاریب و لیست
گر من عوض بخشش خاصت یارب	در حضرت تو شکر کنم نیست ادب
باتونه برابری مرا می شناید	شکر کرم خویش تو از خویش طلب
در عقل بسی حال بتری باشد	که خوف و گهی رجا بصری باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات او را	از خویش و نه از خدا خبر می باشد
در گفت و شنید اوست مشهور منم	دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است	می نوشد دیگری و مخمور منم
دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی	با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد بر تست	در یاد خودی اگر خدا یاد کنی
ای دل بستر قسم که جانانه توئی	سرمایه هر عاقل و دیوانه توئی
باتست خدا و مصطفی و هر چیز	امروز امیر بزم این خانه توئی
مقبول اگر کنی مرا در مردود	نازم که مرا حضرت تو یاد نمود
محبوب بهر گر بعاشق نگرست	روزی کند از لطف هم او را خوشنود
ای نام تو احمد است و روح تو احد	یعنی که توئی باعث هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم	محتاج در گم کن چه از نیک و چه بد
ای احمد مصطفی شفیع دو جهان	بسپرد بدست تو مرا خالق جان
الحال بدست تست کار و بارم	مختار توئی هر چه بخواهی کن آن
از عین علی ذات خدا شد خوشنود	آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم او را	ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حُب علی ز جان و دل بر یابی      وز هر دو جهان رتبه برتر یابی  
حق رمز عین ولی چنین می فرماید      که لفظ علی ذات مراد ریایی

### (۱۳۱) فرد - سید اسد الله بلگرامی

برادرزاده حقیقی سید علام مصطفی و دخترزاده حقیقی سید العارفین میر سید  
لطف الله و مرید آن خدا آگاه است قَدْ سَلَّ اللهُ السَّلَامَ لَهُمْ  
ولادت او دهم شهر ذی الحجه سنه اربعه عشر و مائه و الف (۱۱۱۲) رو نمود -  
به صفائی ذهن سلیم و دکامی طبع مستقیم ممتاز بود - و بد قائق سخن خوب می رسید  
و نثر خوب می نوشت - و چاشنی تصوف بلند داشت و از بهمنشینان راقم الحروف  
است -

حیف که در عین شباب آن قدر امراض مزمنه عارض او گشت که حیات چند  
روزه را در نهایت بی حلاوتی گذرانید - و شب شنبه بیست و دویم جمادی الاولی  
سنه تسع و اربعین و مائه و الف (۱۱۲۹) رخت بدار الامان آخرت کشید - محرو  
اوراق آئیه کریمه اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْاَسْرَائِلِ (۱۱۲۹) تاریخیت  
قبرش جانب غربی محله میدان پوره برکنار مقابر اسلافش واقع شده -

این چند بیت از مسودات او بدست آمده

شب که آن ماه جهان افروز ز خصلت خواهد	آه من تنظیم کرد و اشک من همراه شد
نگاه شوخ چشمم هر طرف بی باک می افتم	نریند آبروی من اگر برخاک می افتم
سرشک طفل طبعم شوخ چشمی د بغل دارم	نه پیچم سراگر بر روی آتشاک می افتم
به پایش بوسه زد رنگ حنا سرخی دو باله	دل خون شد حسرت این عجب هنگامه برپا
نه هر که تاج به تارک زند سری داند	نه هر که خرقه بپوشد قلندر ی داند

ولاوران صف عشق کشته خویش اند      نه هر که تیغ به بند سپهری داند  
 کسیکه دولت اقلیم نیستی دریافت      شکست آئینه دل سکندری داند  
 چو سرو هر که بازادگی قدم افشرد      بزیر بار تعلق شدن خری داند  
 چهار نفس بود کار شیر مردان فرد      نه هر که صف شکند او بهادری داند  
 بود بعالم تجرید ما لباس دگر      برین از دو جهان است قطع جامه  
 عروس مقصد مشاطگی را از خدا خواهد      وگر نه این حیا پرورد کس محرم نمی داند

## (۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضا برادرزاده حقیقی سید علام مصطفی است قدس سره -

تولد او شب چهارشنبه هجدهم ذی القعدة سنه ثلث عشر و مائة و الف (۱۱۱۳) واقع شد -

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم - از آغاز سن و قوف به تشیع  
 شعر پر داخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت - و بنا بر مناسبتی فطری گاهی  
 خود هم سخن موزون می نمود - و در فکر بر روی خود می کشود

بساعات ارادت سید العارفین کامیابی داشت - و در کوچه تصوف رایت  
 بلند می افراشت - معند او وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در پیشه پردلی فی  
 در ناخن شکن شیران -

او آخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد - و در جنگی که  
 نواب وزیر را با افغانه بمیست و دوم شوال سنه ثلث و ستین و مائة و الف (۱۱۴۳)  
 مابین بتیالی و سها و صورت گرفت میر عظیم الدین و میر غلام نبی که ذکرش  
 نگارش یافت - در عرصه کارزار تلف گردیدند - و جز داغ حسرت لاله اثری ازین

زمین گل نکرد - راقم الحروف گوید

میر عظیم الدین والا گهر  
شیر دل عرصه مردانگی  
بر سر میدان سرجان گذشت  
فوز عظیم است ازین خاکدان  
خامه ازین راه گذارش نمود  
سال وفاتش "همه فوز" عظیم

زاده طبعتش همه در یتیم  
در صف هیجا قدمش مستقیم  
در چین خلد برین شد مقیم  
رخت کشیدن بریاض نعیم

وقتی که این بیت قاسم کاظمی پیش او خوانده شده

چون ز عکس عارضش آئینه برگ گل شود  
گر دران آئینه طوطی بنگرد بلبل شود  
بسیار خوش کرد - در همان ایام حسب الطلب والد خود سید نجابت به گجرات  
احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت  
نمود شبی با فقیر گفت آن بیت چه بود - نور آبت مذکور خواندم - تعجب کرد که بجز سوال  
حرف پنج ساله چه طور بیاد آمد - گفتم این قدر در خاطر بود که وقت خواندن این بیت  
شمارا پسند افتاد -

این دوسه شعر نمونه فکر اوست

داغ بر دل دارم و چون لاله سیرا بمهنوز  
آتشم اما چو صهبا عالم آ بمهنوز  
عالمی پروانه شد آن شمع قامت را به بین  
درد دل شب جلوه صبح قیامت را به بین  
خواب و بیداری چشم تو عجب معجونی است  
بهم آمیخته از مستی و هشیاریها  
شادم به قتل خویش که از کوثر لبست  
یک جرعه خون بهای شهیدان نوشته اند

(۱۳۳) محب - سید غلام نبی بلگرامی

فرزند منیر سید غلام مصطفی مذکور قدس سره - جوانی بود صاحب السیف و القلم

در صف بزم و رزم پیش قدم - تیغ زبانش جوهر دار حسن بیان - مد سنا نش بسمله صفح  
میدان - بارها در معارک صفها شکست و بزنجیر جوهر فولاد پای تهمت نان بر بست  
در ریعان تمیز میل سخن بهم رساند - و دواوین سخن سنجان نو و کهن را سیر کرد و  
با خوشگویان عصر مثل شیخ عبد الرضا متین صفا هانی و آقا عبد العلی تحسین  
ملاقات نمود -

و در عالم نوکر پیشگی بصوب بنگاله رفت و از آنجا برگشته در سلک نوکر وزیرالهما  
صفدر جنگ درآمد - و چون نواب وزیر کثرت ثالث لشکر بر سر افاغنه کشید - و افاغنه  
در دامن کوه مداریه که شعبه ایست از کوه سوا لک پناه گرفته مستعد پیکار شدند و  
بعد محاربات صلح انعقاد یافت - در ایام جنگ بیست و هفتم صف دره خمس و شین و  
مائه و الف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی در باخت - حیف که  
این چنین جوان قابل و فرد کامل در عین شباب از دست روزگار ضائع شد - و  
وامانندگان را داغی که علاج پذیر نیست بر دل نشاند - محرر سطور گوید

در فن سخن بلند تقریر محب در معرکه آبروی شمشیر محب

تاریخ وفات او ز دل پرسیدم فرمود "بهشت محفل میر محب"

شجاعت ارث خاندان اوست - و اکثر مردم ازین دو دمان ساغر موت احمر چشیده  
اند و گلگوه شهادت بر رو مالیده - از آنها جمعی که بموزونی موصوف بودند درین انجمن  
جلوه نمودند -

چند بیت از محب بر مهبان سخن ملتس می شود

دل از مرگان و خال پشت چشم او حذر دارد که ترک چشم او مستانه شمشیر و سپر دارد

به بزم می پرستی عشرت زندانه شب کردم نقاب شیشه و از چهره بنت العنب کردم

ز فیض نیست برون سیر بنیوانی ما به فرق خار نهد گل برهنه پائی ما

بسکه از دیوانگی باشد بسامان کار ما	سنگ طفلان گل زند در گوشه دستار ما
ز سبزه بر رخ او کرد گل بهار دگر	به پای دل ز سر نو خلید خار دگر
دلم بند کرد تو شاد و سرم بفکر تو خوش	دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر
قدم برون نگذارم ز آستانه خویش	شدم چو جواهر آئینه نقش خانه خویش
زمن نگار با ایماء پیام گفت و نگفت	بسینه دست نهاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دل خود زیار پر سیدم	نمود کاکل پر حلقه دام گفت و نگفت
سپرد تیغ ننگ را بدست مردم چشم	به عاشقان جهان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح بر آورد خواجه حش	مرا زبنده نوازی غلام گفت و نگفت
ببین که ساقی کوثر محب صادق را	اشاره کرد سوی حوض جام گفت و نگفت
امشب ای شمع درین بزم نیاز آمده	آفرین باد که پروانه نواز آمده
غیر محراب دوا بروی بتان سجده مکن	عشق باز آنه اگر بهر نماز آمده
جرس شوق درین دشت بجنابان از دل	گر تو با قافله عجز و نیاز آمده
قصه شوق مکن در شب هجران کوتاه	اگر ای شانه ازان زلف دراز آمده
یهیچ جز وصف علی نیست بشعر تو تحب	آفرین باد که خوش مدح طراز آمده

### (۱۳۲) قابل سید عبداللہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلہ میدان پورہ - پیشتر در طبقہ فضلا ممتاز است و حالا در گروه شرابی انباز -

تخلص او اسمی با اسمی بود - و در فضل و کمال و تحریر مہمت قلم و فنون سپاہگری و درزش اسلحہ و اکثر صناعات اہل حرفت و قوف عالی داشت - و در صفت کبری  
مشاور الیہ انامل می زیست -

همواره روزگار قرین اعتبار گذرانید و بیشتر بر فاقت نواب مبارز الملک سر بلند  
خان تونی بسر برد. و بخدمت عدالت معسکری پرداخت -

و چون کورت اولی سر بلند خان در سنه اربع و عشرين و مائة و الف (۱۱۲۲)  
ناظم صوبه گجرات احمد آباد شد. سید عبد الله را منصب صدارت احمد آباد تفویض  
نمود. سید با ارباب و طائف سلوک پسندیده کرد. و غربا و ضعفا را با احسان نواخت  
آخر الامر در دار الخلفه شاه جهان آباد بیماری استسقا عارض شد. بهمان  
حالت به بلگرام آمد. و بعد چندی موافق سنه ثمانتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲)  
جان جهان آفرین سپرد. و سمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلہ خود مدفون گردید  
بعد انتقال آن مرحوم کتابخانه او شیرازه جمعیت گسیخت. و اشعارش به تالیف  
حوادث رفت. همین یک بیت بدست آمده

مگر بسر مه اثر کرد ضعف طالع من که بی عصا نتواند بچشم یار رسید

### (۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمه اب و الانسب او نظر پرورده لطف الهی سید محمد اشرف در گاهی در  
سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت -

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف و ذهن شریف بود. و سراپا به حلیه مکارم  
اخلاق و جلائل اوصاف آراستگی داشت. اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید  
و عطر خلق محمدی از گل عنقرش می تراوید -

شعر زبان فارسی و هندی می گفت. و جواهر زواهر بشقاب اندیشه می سفت سخن  
شیرینش به گلو سوزی نبات است. و شعر آبدارش به گوارائی آب حیات  
از یاران میر عظمت الله بنجر بود. و نسبت به فقیر شفقت فراوان می فرمود -

آیتامیکه والد ماجد اوسید محمد اشرف بحکومت موضع راهبون از اعمال دار السلطنه  
 لاهور می پرداخت اورا با کفار آن نواحی جنگ رد نمود- میر عبد الواحد در معرکه  
 جرعه شهادت چشید- و هماغلایین آفتاب دل افروز خاکپوش گردید- و این واقعه دوم  
 محرم روز جمعه بعد نماز عصر در پنج و ثلثین و مائت و الف (۱۱۳۴) واقع شد- عمر  
 شریفش از پنجاه متجاوز بود-

نگارنده سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعه نظم کرده و یک عدد زیاده را  
 بحسن تعمیه بر آورده

میر عبد الواحد شیرین سخن	از زبانش آب حیوان می چکید
سید والا گهر صاحب هنر	تا ثریا نظم و نثر او رسید
والد او حاکم راهبون شده	در رکابش رخت آنجانب کشید
خطه پنجاب را از مقدش	آبروی تازه آمد پدید
باز میند اران کافر رزم کرد	از شهادت جرعه صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود	لفظ ذوقی هم تخلص برگزید
چون که واحد رفت سال جلستش	کلک خوین زد در قم "ذوقی شهید"

۱۱ ۳۵  
 ۱۱ ۳۴

صیاد فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشته  
 شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد- برخی از اشعار که در بیاضها مشبت  
 بود درین سواد سفیدی می کند

امروز برجین تو چین دیده ایم ما	صدرنگ ناز را به کمین دیده ایم ما
گر بود در یک قدم بی رهنما دور است دور	بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست
سو ختم در آند ویش کاش ای صورتگران	گرده تصویر او سازید از خاکسترم



اگر ز دل شکستن ببل نء هنوز      طرف کلاه خود مگر ای گل ندیده  
 عمر بیت در رخ تو تماشائی خودیم      آئینه است بسکه ترا از صفا جبین  
 نباشد از گداز دل محبت نامه ام خالی      چو بکشائی سر مکتوب من طوفان شود پیدا  
 آتش پیچیده ام در نامه پُرسوز خویش      گر سمند ز نیستی مکشای مکتوب مرا  
 نیستم محتاج خضر از فیض سوز خویشتن      اخگر م خاکستر خویشم به از آب بقا است

### رباعی

تا کی به هوا و حرص مائل باشی      زان ره که بریدنی است غافل باشی  
 اکنون که گذشته را تلانی خواهی      از خنجر انفعال بسمل باشی  
 و او را نسخه ایست مسمی به "شکرستان خیال"      مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویا  
 غزل و رباعی و قطعه و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در نکات  
 نکات شیرین آورده - و درین نسخه بناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند - و اشعار  
 هندی هم درین رساله می آرد - برخی از ان در فصل ثانی می آید ان شاء الله تعالی -  
 در خطبه این نسخه گوید :-

"مخفی نماند که از تصنیف و تالیف این رساله و اظهار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطه  
 "مظنون از باب قیاس خواهد بود اما قسم به

"بموزونی قامت نیشکر      که اصل همه آمد آن مفتخر  
 "بعشق زلیبی خاطر پسند      که انداخت در گردن جان کند  
 "بکلوای تر آن فرج بخش جان      بمقراضی آن غم تراش جهان  
 "به پرمغزی پسته خنده رو      که چون سبز مهند است زبینه رو  
 "بان نرمی مجله بلگرام      که شبنم نزاکت از دو کرده دام  
 "ندارم سربنگ باور کنید      که دارم از و ننگ باور کنید

"به تریاک هم نیستم آشنا  
 "کنون به که تهیید کمتر کنم  
 آتاکمه پرده از رخ لوزینه وا کنند  
 نان از تور بهر مُرّ با جدا شد است  
 در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست  
 انجیر را ز شاخ درخت ارجد اکنید  
 یکبار پوست را ز تنش برکشید اید  
 هنگام آن شده که اسیران انبه را  
 آورده ام برای شما شربت انار  
 گر خاطر شما ز آفتاب خوش نشد  
 شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر  
 فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت  
 چندان به ادب دست نمی داشتش من  
 حلوان فردی به دماغ این همه قوت  
 ریزه قدر در دهان یک سه چار و پنج و شش  
 چه چیز در آن میان یک سه چار و پنج و شش  
 لیک نداردت زیان یک سه چار و پنج و شش  
 بوسه هم بروی آن یک سه چار و پنج و شش  
 خوب نمایم به خوان یک سه چار و پنج و شش  
 خبر برای خوش بنای یک سه چار و پنج و شش  
 که از یاد زلابی محو هیچ و تاب می گردد  
 نه تنها دل ز ذوق بر فیم بیتاب می گردد

بین بسوی چپاتی بدیده انصاف      که بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چسبیت  
 غرض ز موسمِ برسات اوله و بوندی است      و گرنه این همه تهید برق و باران چسبیت  
 چرا نه نیشکر از خرمی بخود باله      که آل او همه مقبول آمد و منظور  
 در تمنای ملاقاتِ شکرای ذوقی      آب گردید دل شیر بافت سوگند

### (۱۳۶) ایما - بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی - گل سر سبد چین استعداد بود - و نهال  
 سر بلند قابلیت خدا داد - مصوّر ازل حسن صورت را با حسن سیرت آمیخته - و رنگ  
 حیرت در دیده تماشا ییان ریخته -

در صغر سن مصحف مجید را از بر کرد - و در پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و  
 هندی را فرا هم آورد - شعله آوازش دل سنگ می گداخت - و حسن قرائتش ایما  
 سامع را تازه می ساخت -

از آنجا که کسب هوای زندگانی و تحصیل اسباب کامرانی مقتضای عهد شباب است  
 در عنفوان عمر از وطن مالوف برآمده شاهزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت  
 نمود و منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف در گاهی در آن وقت  
 نوکر شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان را بیت عزم بملک جاودانی افراخت - و شاه عالم از کابل  
 و محمد اعظم شاه از دکن بداعیه محاربه شتافتند - و در میدان دھولپور بر پشت  
 دوازده کرده از اکبر آباد تلافی فتین رونمود - و محمد اعظم شاه در معرکه نقد زندگانی  
 در باخت و نسیم ظفر بر پرچم الویه شاه عالم وزید - بعد فراغ جنگ سید محمد حسن  
 که جوان نازنین بود و سلاح در برداشت - تاب حرارت هوا نیاورده به خیمه خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد بجهیز و تکفین بر دروازه و هول پور و فن ساختند-

چون راه آمد و شد و اشد سید در گاهی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بی طاقتیها کرد فائده نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سید محمد حسن بیست و یکم ماه مذکور سنه تسع عشر و مائت و الف (۱۱۱۹) بر حمت حق پیوست- آیه کریمه "انما اشکوا بشی و حزنائی الی الله" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامه مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف در گاهی تحریر نموده این چند بیت تذکره ایماست ۵

جمالش بسکه در بزم تخمیل جلوه پیرا شد	سویدای دلم چون مردمک محو تماشا شد
مرکز گردش مانیت بغیر از دل ما	محل مادل ماهم دل ما منزل ما
وصف تو اگر بر لب دریا گذر آرد	از گوش صدف پنبه گوهر بدر آمد
مگر در یاد ماه من ز بلبل ناله می خیزد	که مد شاخ گلها در چین چون هاله می خیزد
انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام	وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است
کشاد کارم از جمعیت خاطر نمی آید	نشد چون غنچه بی چاک گریبان فتح باب من
رسید قاصد و و اشد گره ز غنچه دل	هوای بال کبوتر نسیم باغ من است
ز تمکین توای ظالم فغانم جوشش دارد	سکوت گل زند ناخن دل مسکین بلبل را
نیاز و ناز را بایکد گر خوش جلوه می بخشد	در آیه های دست از من ازودا من کشید

(۱۳۷) آگاه- سید علی رضا سلمه الله تعالی

خلف الصدق میر عبد الواحد ذوقی مذکور- هم عمر و یار دلپذیر این فقیر است

بحکم ارث گلدسته اخلاق حمیده و نسخه جامع اوصاف پسندیده -

کتاب مختصرات درسی تحصیل نموده و در فارسی استعداد شایسته بهم رسانده - <sup>تألیف</sup>

شعر خوب می رسد - و گاهی خود هم فکری کند - این رباعی زاده فکر اوست -

هر چند بود ضمیر پاکت روشن      بی راهبری گام درین راه مزین

پیدا است که شمع پیش پای خود را      بی شمع دگر نمی تواند دیدن

## (۱۳۸) عارف - محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سره که ذکر شریفش در دفتر اولیاء اللہ گذارش یافت -

تولد محمد عارف روز جمعه نهم ذی القعدة سنه اثنتین و عشرين و مائة و الف (۱۱۲۲) دست داد - جوانی است سنجیده - و عند لیبی است نورسیده - اول شخصی از دودمان مخدوم رکن الدین که چراغ سخن افروخت - و طرز موزونی از مبدع فیاض آموخت - اوست

از عنفوان شعور به کلگشت کوچی سخن خرامید - و در فن فارسی و هندی کمالی بهم رسانید سیما شعر هندی که این فن را خوب ورزیده و غزلان تازه در دام کشیده - برخی از سبزان هندی در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند -

باقیر محبت تمام دارد - و همیشه به نامه و پیام مرهمی بر دل ریش می گذارد - این چند بیت ثمرات فکر اوست -

گرمی محفل من از رخ صہبا باشد      رشته شمع من از پنبه مینا باشد

قطع این راه توان کرد بیک قطع نظر      خار پایت مرثه دیده مینا باشد

بسکه نیرنگی حسنت بنظر جلوه نمود      مرثه من پر طائوس تماشا باشد

نیست معلوم که چشمم زخم من چون می پرد  
 شاید از مرزگان او آمد پیام بوسه  
 مشو برای کبابی بآتش محتاج  
 چو سنگ از جگر خوشن شرار طلب  
 چون صریر خامه نبود ناله ام را آفتی  
 سرمه می سازد بلند آواز فریاد مرا

### رباعی

ختم آمده منشور ولایت بر تو  
 انجام صحیفه هدایت بر تو  
 تعقیب خلافت تو بر جا باشد  
 چون هست مدار هر نهایت بر تو  
 ای دل کردی چه کاریاد تو بخیر  
 رفتی بتلاش یار یار تو بخیر  
 در حسرت دیدار کسی خاک شدی  
 ای بسمل انتظار یار تو بخیر  
 صوفی گوید که ما خدائیم همه  
 زاهد گوید که با خدائیم همه  
 این هر دو بکار خویش ضدی دارند  
 ما ئیم خدا و با خدائیم همه

### (۱۳۹) صانع - نظام الدین احمد بلگرامی

همین نام تاریخ تولد اوست - مطابق سنه تسع و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۹)  
 جوانی است از عشیره قضاة عثمانی مذهب و مؤدب - در حدیث سن کلام الله را  
 یاد گرفت - و در خدمت میرنواز شمس علی سلمه الله تعالی تربیت یافت -  
 مشق سخن از خدمت میری کند - و طبع سلیم و ذهن مستقیم دارد - و از قبیل قضاة  
 عثمانی اول کسیکه شعر درست انشا کرد - و لائی و پسند به عواصی فکر بر آورد اوست - این مرد  
 سبحانه عمرش بفرزاید - و پای سخنش را از ترقیه کرامت نماید  
 این چند شعر تاج طبع اوست ه

نقش روی یار را مانی به پرکاری کشید  
 چون نظر چشم او افکند بیماری کشید  
 توان زائل نمود از بخت عاشق تیره رنگی را  
 کند گر صنعت مشاطه زیبا روی رنگی را

مگر دادند اعجاز میسای این فرنگی را	سحر کنی کشتگان را زنده سازد کافرحشمت
از حنارنگی نگیرد دست استغنائی ما	داغ احسان بزیارت بد همت والای ما
سرکه شد از شور بختی باده در مینای ما	هرگز از دور فلک عشرت نصیب ما نشد
می زند پهلوی به عیشی هر که صاحب خربود	در جهان امروز از بس قدر اهل زربود
در میان ما و یاران سده اسکندر بود	گرد کین از جانب ما بسکه درد لپاشت
می شمارم آفرین هر کس کند نفرین مرا	در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا
غنچه تصویرم و بنود غم گلچین مرا	در بهارستان غفلت ایمن از غارتگر
سبز همچون بال طوطی شد پر بالین مرا	بسکه هر شب سبزه خط تو می بینم بخواب
کسی که منکر مصحف بود مسلمان نیست	پیش چشم خود از روی نو خطان زاهد
گر زنی نغمه گرفتند شکر بخشیدند	بیمچ بی برگ و توانیست ز فیضش محروم
دختر ز را بود گهواره از پیمانها	آنچه باید در خور هر شخص سامان می کند
مشت بر بند دصف برگه گهر آید بدست	تنگ چشمان را ز دولت خجسته افزون می شود
شد مرا این نکته روشن از لب خندان برق	شادمانی می کنند از مرگ خود روشنلان
حرمت دیگر به عالم از گهر دارد محیط	نام آبار روشن از فرزند صاحب جوهر است
سنگ نتواند کسی بر شیشه گردون زدن	اهل همت را چه باک از خصمی بد گوهران
چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار برگردد	بهستی داد جانان وعده یک بوسه صانع
در سواد خویشتن این شهر پنهان گشته است	از هجوم داغ ناپیدا است دل در سینه ام
اگر حجاب نماید ز من سزای من است	چرا ز عشق خود آگاه کردمش صانع

(۱۲۰) سنخور - شیخ محمد صدیق بلگرامی

پدرش قاضی احسان الله امروز به منصب قضاء شهر قیام دارد سنخور کلام الله

را از برکرد و مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایه تربیت میرنوازش علی  
می کند و فکری صحیح دارد - از دوست ه

تا به گلگشت چمن آن سر و قامت می رود بر سر تری چه آشوب قیامت می رود  
می شود سرمایه ناز آن سپاهی پیشه را آنچه از جنس نیاز من بغارت می رود  
بی دماغان جنون از فکر صحرا فارغ اند از خراب آباد دل طرح بیابان رختند  
در چمن آید اگر آن غنچه لب بلبل ز شرم زیر بال خود کند چون بفیض پنهان غنچه را

### (۱۲۱) - شین - شیخ غلام حسن بگرامی

خواهرزاده قاضی احسان الله مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاهی فکر شعر  
می کند و از میرنوازش علی اصلاح می گیرد - از دوست ه

از بسکه سودم از سر افسوس کف بهم و ستم رساند آبلها چون صدف بهم  
ز سنگهای جفا مشکن ای پری پیکر ترجمی که ترا منزل است شیشه دل

### (۱۲۲) و امق - نواز محی الدین بگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سر بلند خان تونی  
بود و امق ذهن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیت بهم رسانده  
و مشق سخن از میرنوازش علی استفاده می کند - از دوست ه

گر به بنی تو مرا بر سر راهی گاهی چه شود گر بنوازی بنگاهی گاهی  
بسکه در مانده بهجرم ز خدا می خواهم وصل هر روزه اگر نیست بامی گاهی  
یاد روزی که گزر داشت به کوشش و امق بود با او نظر لطف تو گاهی گاهی  
بسکه حیران تماشا می تو گردیدم نماند در چراغ دیده ام چون دیده بسمل فروغ



## (۱۷۳) محزون - سید برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سید محمود اصغر بلگرامی است که ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت  
تخریر یافت - جوان شایسته است - اکثر به دواوین و کتب فارسی و ارسیده و اخذ  
آداب و مشق سخن از میر نواز شش علی نموده - از وی آید

عاشقم وصل یار می خواهم	عندلیم بهار می خواهم
بهر یک بوسه نا اُمید مکن	کز تو این یادگار می خواهم
یا علی بهر قتل دشمن دین	مدد ذوالفقار می خواهم
با گناه ز حد فزون محزون	رحمت از کردگار می خواهم

دعوی یک بوسه از علّ لبش می داشتم خط برون آورد و مارا کرد آخر لا جواب  
سپاس چمن آرای ازل که نو بهار فصل اول به مراد رسید - و دل و دیده تماشا یی  
را سرمایه نشاط بخشید قلم گرم رفتار عرقها افشانند تا به شادابی این چمن پرداخت - و زبان  
آتشین گفتار شمعها گیرند تا عرصه این سواد را روشن ساخت - اکنون طوطی ناطقه فاتحه  
ختم می خواند - و تاریخ اختتام به عرض موزنان نکته سخج می رساند

زنوک کلک من نقشه ترا دید کز تصویر حیرانی است بهراد

اگر تاریخ این تالیف پرسند بگو "تخریر عالی کرد آزاد"  
**فصل ثانی** در ذکر تافیه سنجان هندی جَنَازَهُمُ اللَّهُ بِجَازَةِ الْخَيْرِ

من هیچدان بازبان عربی و فارسی و هندی آشنایم - و از هر سه میگذرد  
حوصله قدحی می پیمایم - در عربی و فارسی عمرها مشق سخن کردم و نورسان معانی را  
در آغوش فکر پروردم - مشق سخن هندی هر چند اتفاق نیفتاد - و فرصت تسخیر سبزان  
این قلم و دست بهم نداد - اما سامعه را از نوای طوطیان هند خطی و افر است - و

ذائقه را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی تمکاشتر-

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشه چکانیده اند- و شیوه نازک خیالی را به اعلی مراتب رسانیده- افسون خوانان هندی هم درین وادی پای کمی ندارند بلکه در فن "نایکا بهمید" قدم سحر سازی پیش می گذارند- کسی که زبان فارسی و هندی هر دو در زبیده- و با سفیدی و سیاهی آشنائی کامل بهم رسانیده- به تصدیق سخن فقیری پردازد- و سجل دعوی خاکسار را به مهر شهادت مزین می سازد- موزونان زبان هندی در بلگرام فراوان جلوه نموده اند- و دماغها را به تلخ و صندل تر تازگی و شگفتگی افزوده- لهذا فصل این جماعه علیحدہ به تحریر رسید و شمامه معطری به دست بو شناسان حواله گردید-

## (۱) شیخ شاه محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیره فرملیان بلگرام در روزگار اکبر پادشاه عهدگی و اعتبار داشته اند و لوای فوقیت بر افراشته-

شیخ شاه محمد دران عهد صاحب ثروت و اقتدار بود- و بحکومت احصار قیام داشت- و او در نظم هندی استاد کامل بود- و گوی نکته سخنی از اقران می ربود جمیع ماهران این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند- و سخن او را بجان خریداری می نمایند-

آورده اند که در سرزمین ریبری چند و ار حکومت محلی داشت- روزی با فوج خود به عزم شکار بر آمد- اتفاقاً از فوج جدا افتاد و عبورش بر سردهی واقع شد در سواد آن دیه دختری صاحب جمال را دید که سرگین گاو را پاچه می سازد نام دختر "چنپا" بود- و در ساعد خود زیوری داشت که آن را در پهنی

«تأیید» گویند- و ابریشم سیاه در آن تعبیه کنند-  
 شیخ شاه محمد اشاره بآن زیور کرده گفت :-

«چه خوب بجنور بر کنول نشسته است»

بجنور زنبور سیاه و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاه را به زنبور و دست را به نیلوفر  
 شرح تشبیه داد که در موزونان هند مستعمل است- و عشق زنبور سیاه بر نیلوفر نیز نزد  
 نکته سخنان هند مقرر چنانچه عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو و نزد اهل فرس -  
 چنپا بزبان شکستگی جواب داد که :-

«بجنور نیست گو بر ونده است»

یعنی جعل که در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاه محمد ازین جواب مخطوط شد- و لطافت طبع او را دریافت - و او را بر  
 اسپ گرفته در ربود- و بجان آورده تربیت کرد- و او در نظم هندی قائل و در لطافت و  
 ظرافت و بدیهه گوئی یگانه برآمد تا بحدی که در نظم هندی از شیخ شاه محمد سبقت برد-  
 و و با فرادان در سوال و جواب شیخ شاه محمد و چنپا بین الجمهور مشهور است-  
 اکثر سوال از شیخ شاه محمد و جواب از چنپا است- و این دلیل افزونی قدرت  
 چنپا است که سوال رانی البدیهه جواب بهم می رساند-

روزی شیخ شاه محمد و چنپا بر کنار دریائے نشسته بودند-  
 شیخ شاه محمد مصراع گفت :-

«دهوم جو او تهت ترنگ مون یہ اچرج مم آه»

چنپا فی البدیهه پیش مصراع بهم رساند :-

«ادنل روپ کو کاسنی مجن کر گئی ساه»

شبی در ایام برشکال کرم شب تاب در هوای رفت -

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

”سیام رین مین کیتھ اورین چکن کوٹ دس“

چنپا بدایتہ جواب داد :-

”من متھ باری دیٹھ بن پیہ تہ کہو جت پھرے“

وہی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد۔ چنپا چشم پُر آب کرد۔ چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است۔

در ان حالت شیخ شاہ محمد گفت :-

”رکم درگ ڈہری سنار مم آیو بھایو ہنہین“

چنپا در جواب گفت :-

”لینہین نین یکہار ملن ہتی تو درس بن“

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد۔ و اکثر اوقات در شعر ببح

افیون می پرداخت۔ و چنپا قدح افیون می کرد۔ روزے این دو با نوشتہ در محل

سراییش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل تھنجن بیراگ رپ لاری باہن سوئے

چنپا دی پرہٹائے یہ جوری تھاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد

ہون تہہ پہونچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمد در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہما بجا ازین عالم

انتقال نمود۔ از منظومات او چند نسخہ متداول است۔

برخی از نتائج طبع او سمت تحریری یابد

کچھپ دشت اور کوچ من سچ پریواہنت  
 بہرنکی ہوئی کمت سچری تب بہینتی بہگونت  
 کچھ چھوٹی تہہ سیس سون بب کچ رہی اتنگ  
 ماتھہ کچن کلس تین امرت پیوت بہونگ  
 پہپ تراہن چہنس مانگ نک گچ راہ  
 بدن چندون دیکھت ام کر بہو لو ساہ  
 ال مالاہین گبیٹ آہ کل دری پتار  
 مرگ مد کرن کو چھوٹی برن پاس تو یار  
 تل بنکٹ بہرکٹی ملن سوسو بہاجیہ جاگ  
 ادہردہنک منون نرکہہ کی یانک پسارت کاک  
 میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکہہ اپمان لک  
 جگ بیٹی نہچت سچت بہیو نہ مکہہ سمک  
 تو مکہہ پانپ امیہ ندہ دیکھت نیت نہ کات  
 نین پچتر اکھت بب پیوت ہون نہ اگہات  
 پریم نین ترنگ چڈہ چہانہ جو میلٹ آئی  
 من پارا گہٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی  
 مرگ نین مرگ راج کٹ مرگ باہن مکہہ جاہ  
 مرگ اتنگ مرگ مدتلک مرگ د بچت سرتاہ

این سہ دولہ از چنپا نوشتہ مے شود

سالارانک دن یون ہتے چتون کہنچی اکاس  
 بہیو کہٹولن کو سہی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساء بسارئے یا ادہا جیونت  
ہم کمدن تم سر دس کرپا کرن سومت  
برہ اُساس جرت اب تہ کت بن نا نہہ  
منون سراوت تن تپت پرت جاسی وہ مانہہ

## (۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤ الدین بن سید حمزہ بن سید صدر چہان بن سید علاؤ الدین  
بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بگرا می قدس سرہ کہ ذکر شریفش در  
دفتر فقرا تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرہ روزگار و در موسیقی ہندی یگانہ اووار است۔ در عصر خود متنا  
و مکرم می زلیست۔ و صفت مروت و سخاوت بہ مرتبہ کمال داشت و ہموارہ خلق خاتمی  
وجود خاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی و لطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او  
مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم و نثر بہم رساند۔ و این فن را از استادان عصر سند  
نمود۔ و در ناظمی سرآمد برآمد۔ و کتب معتبرہ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔  
آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است  
کتب سنسکرت و بہا کا کسب نمود۔ و مہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از  
علم نادوتال و سنگیت سازیکتائی نواخت۔ و محقق و مدقق این فن و نایک وقت  
شد۔ ازینجا است کہ مدہنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی تا و چند رکا  
دوم مدہنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی در ان عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

و مشکلات را به حل می رسانیدند -

نقشهای او مشهور است - و خوانند با در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اهل هند - و در کلام میرزا اصائب گوش گرفتن بسبیل تعظیم بنظر درآمد از اینجا مستفاد می شود که در اهل ولایت هم این رسم معمول است - میرزای فرماید آتش نفسان گوش به تعظیم بگیرند هر جا که من سوخته را نام بر آید خواندن او کیفیتی داشت - بعضی اوقات وحش به استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند - تا به انسان چه رسد -

استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعه فرمود که وقتی امساک باران شد - سید محمد فیض بلگرامی که ذکرش در دفتر فضلا رفت بخیرت سید نظام الدین عرض کرد که از نایکان پیشین تصرفها به عالم ظهور رسیده که برزبانها د اثر است درین ایام که قحط باران و کار خلق خدا تباه است اگر توانند تصرفی به ظهور رسانند - و به فریاد خلایق برسند - فرمود بنده عاجز است و توانای مطلق جل شانۀ بر همه چیز قادر - و صندلی طلبیده در محن دیوان خانۀ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست - و راگ میکه خواندن گرفت تا آن زمان که مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکه بقول مشهور "ما فی السماء قدر ساحة سحابا" ابری بقدر کف دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد که خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند - و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است - بر نخاست تا آن زمان که ابر پهن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید که روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتها کرد و خلایق به دعاء خیر تر زبان گردیدند -

سید را باهند و دختری سندر نام عشق بهم رسید - دختر نیز به جذب عشق کامل دل از دست داد - رفته رفته راز گل کرد - قوم دختر به پر خاش برخاستند - از اینجا که سر رشته

محبت از هر دو جانب مستحکم بود. سید معشوقه را گرفته به شاه آباد برد و زیور اسلام پوشیده  
در حباله نکاح درآورد. نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان  
صاحب شاه آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم  
همانداری نوعی که باید بتقدیم رساند

بعد چندی شورش هندوان فرونشست. و سید به وطن اصلی معاودت فرمود  
و سالها بر سر زندگانی کامرانی کرد. و غره رمضان المبارک سنه تسع و تسعین و  
الف (۱۰۹۹) به گلگشت روضه رضوان خرامید و در بگلگرام مدفون گردید  
مرحمة الله علیه -

چند کبت از تو قلم می آید :-

:- سکیا بر زن :-

سنگ لاگی دولت مکر سر سا کرن چتون پان کو چر تر کا هو چتیو  
للت رسن دب بولت کلت دنت ایکده هسن ادهرن هیت هتیو  
اوکت هوت نه سریر کننتی سار چیر کننت مکه کتتا کو کتفن کهو کهه تییو  
روس هون سورس ال سنیت نلن جیین دیوس مکه دیکه کهنسا رکا نتهی رتیو  
:- سکلا ا بهار کا :-

چندادی چلی چند کهی تن گوره چندن کهورن کهو رین  
دونیہ جوت بڈھی چت جوئھے مانو پای مینکہ کو رین  
جانی نجات جتی چلی جات چھی نہہ بات سگندھن جو رین  
ہاتھ لیبن سرچن کون سوکیو سر پنچ پر پنچہ تو رین  
:- بنین بر زن :-

کاری کجاری انیاری جگ موہنی کون تن نک تار ات ترل تریری ، بین



جیسی مین ساوک جاوک جل پهرین پهر گین سوکیسپهون ریت نہ گہیری مین  
لال مدہنایک سومیر و من موہنی کون پٹ پخری پخیر ریت نہ ہیری مین  
سالو کی سد ہا سو بہا مہا اوہکار ایسی مین کی کہلونان کدہون مین پیاری تیری مین  
— چکھ برن گھونگھٹ مین —

جو چتران چت چد ہی نہ بد ہی بدہ بیدن گرنتھ نہ گا ئی  
بہار تھی بہوری کری بہر مین چپ جوگن جوگ انیتھ گنا ئی  
جو تکہ جوت جلی نہ تھکی مدہنایک گھونگھٹ چنچل تا ئی  
جہین دوکول چہی جھلکی ایچچہ براجت اچہ ر جہائی  
— چند کی سیامتا برن —

کوہی چند کی مرکنک انگ دیکھیت کوہی چہا یا چہت بہوتل پرکاس کی  
کوہی اندہکار پیوہی سودیکھیت کوہی کالمان کلنک انیاس کی  
مدہ کہی ساہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانھ کی بلاس کی  
تادن تین چہاتی چہید پری مین چہا لکری وار پار دیکھیت نیلتا اکاس کی

### (۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صفری است  
کہ ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سیدوارہ  
است و نسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی  
در ہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ از علماء عہد ہند و در سخاوت و شجاعت و مروت و نیابتی  
شہرہ روزگاری زیست و وجاہت عظیمہ و با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

سرکار نواب احتشام خان و نواب محبتشتم خان عالمگیری و نواب مرتضی خان  
والا شاهی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقدار بود  
هنگامی که هندول بیانه در علاقه نواب مرتضی خان درآمد - زمینداران  
قطاع الطرق نلوی پادشاهی را از دست قاصدان بغارت بردند - نواب  
مرتضی خان بنا بر آنکه سرکشان به تردد و جرئت مشهور بودند متامل شد تا که احکام تدارک  
کند - دیوان سید بهیکه این معنی را از چهره نواب دریافت - و با برادران خود سوا  
شده بر سر مفسدان رفت - و به ضرب شمشیر راجه آن ضلع را با اهل و عیال دشتگیر کرده  
پیش نواب آورد - و نلوی مسلم بدست آمد - نواب مرتضی خان نلوی را به حضور خلدگان  
فرستاد - و تردد دیوان سید بهیکه معروض داشت - دیوان مورد تحسین و آفرین  
شد -

دیوان تاسی<sup>۳۱</sup> و یک سال از طرف نواب اخلاص خان خوشی عالمگیری  
به حکومت سیونده و غیره محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبه اوده  
قیام داشت -

بعد از حال نواب اخلاص خان محالات مذکوره به نواب مرتضی خان مقرر  
گردید - و نواب مرتضی خان بنا بر ارتباط سابق و بواسطه آنکه نقش میر سید بهیکه  
از مدتی در آن الکه خوب نشسته بود - به آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات  
تفویض نمود -

قضا را بعد یک ماه ازین تفضیه نواب مرتضی خان از منصب حیات معزول  
گشت و حامد خان پسر نواب مرتضی خان که در آن ایام حکومت خطه بمیسواره  
داشت برای محاسبه پنج سوار از کچهری خیر اندیش خان دیوان لکهنو به احضار  
میر سید بهیکه تعیین نمود - سید ضیاء اللہ بلگرامی که در فصل اول ذکر یافت سفارش

میرسید بھیکه به خیراندیش خان تحریر فرمود۔ نامہ سید درینجا ثبت می کنم که شمه حال  
میر از ان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :-

”از ان مدت که تشریف شریف باین ملک اتفاق افتاد۔ چون حقیقت سکنه این دیار از دارد  
”و صادر بسمع شریف رسیده باشد و می رسد چه احتیاج که در اظهار وقایع بلگرام تکرار پخته  
”در دوسری تحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرورت که لازمه بشریت است تکرار اظهار ناچار شد۔  
”حقیقت حضرت قبله گاه دیانت پناه سیدی میرسید بھیکه که از مشاهیر کبار این دیار است  
”یقین که مسموع شریف گشته باشد که آن بزرگ بعد از آنی که بچل سالگی رسید از وطن برآمده  
”مدت پنجاه سال در خدمت اُمرا و ملوک گذرانده حق گذاری و دیانت داری را بحدی رساند  
”که مدار عالی بهر سرکار و صاحب اختیار هر کار گشته سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل که سال  
”وی به نود کشیده و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیده چاره کار بی آنکه آمده بوطن  
”و نشیند نیافت۔ مرفعی خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود عرض خود  
”خود را بر قصد سید مقدم داشت۔ چون الحاحی بغایت کرد۔ انکار سید پیش نرفت۔ بعد از آنی  
”که عازم این پرگنت شد چل روز تمام نگذشت که مرغ روح نواب به آشیانه علین پریده فرود  
”پرگنت که ازین واقعه متنبه شدند پیش از آنکه میر از حویلی برآید کوچه را بستند از آنجا که غلبه اسلام  
”بیقینی است برادران همراه که آهین خانی به عادت داشتند رکاب میر را نگذاشتند خجالت بخش  
”همراه فساد شدند۔ میر را چون طاقت عود بدی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکه تمسک  
”به عصا کند متعذر شده بالفعل حالت پیری این و تخیل نوکری آن و شدت افلاس که نتیجه دیانت  
”است زیاده از آن۔ و طلب کچری که باغوی حامد خان شده علاوه بر آن۔ اکنون بجز  
”خدا پناهی نیست۔“

”در چار موج حادثه کیتا خدا بس است چون تا خدا مدد نرساند خدا بس است

”مسموع است از حدیث شریف که ابن شامین از عتقاء خداست۔ اکنون بندای خدای خواجه

«که ابن تسعین<sup>۹۰</sup> را معتق ندانسته بقید حساب کشند و بتقصیر خدمت یک ماه امانت آن بی گناه  
 «کنند جای وحشت است والسلام»

چون این نامه به خیراندیش خان رسید- میرسید بهیکه را از مطالبه معاف داشت  
 لیکن سید رحمت الله ابن الابن میرمستور که محاسب ممتاز بود به رغبت خود رفته  
 به کچهری حاضر شد و بعد حساب فارغ خطی حاصل کرده خود را بن خدمت جد بزرگوار  
 رسانید-

میرسید بهیکه به جناب میرسید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس  
 الله السراسر ههما بیعت داشت- و بعد خانه نشینی اوقات را به طاعت و عبادت  
 معموری داشت تا آنکه نهم شهر ربیع الاول روز پنجشنبه سنه اربع و تسعین و الف  
 (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود- و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید-  
 اما سید خیر الله بن دیوان سید بهیکه همراه پدر خود می بود سید بهیکه عبد الرحیم  
 نامی را متبینه گرفت و او را سرفوج ساخت- سید خیر الله را این معنی گران آمد-  
 و از پدر رجدا گردید- و این قضیه یاد از قضیه اسامه بن زید مرضی الله تعالی  
 عنهما می دهد-

سید خیر الله در سرکار قبادخان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکه  
 سید بهیکه و سائط برانگیخته سید خیر الله را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود  
 و در جنگی به زخم تفنگ جرعه شهادت چشید-

اما دیوان سید رحمت الله بن سید خیر الله دختر زاده سید لطف الله  
 بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است- ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت الله در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت- و به نیابت او بسراخام  
 خدمت می پرداخت- چون دیوان سید بهیکه را پیری دریافت سید رحمت الله

عرض کرد کہ حضرت حالا در خانہ نشینند و من خدمت بجای می آرم جد بزرگوار ملتئم  
اورا قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جا جمو و بلیسوارہ وغیرہ می پرداخت و درویش  
و راستی و قیقہ از دقائق فرونی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی ہمت  
بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و متقاد ساخت۔ و از سرکار  
خیر اندیش خان عالمگیری و از سرکار عبدالصمد خان روشانی و امراء دیگر  
نیز محالات فراوان داشت و با وارد و صادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جوڈ  
احسان کشادہ می داشت۔

بعد رحلت جد بزرگوار با بردار اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ  
اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان باشا <sup>نیلوفر</sup>  
محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلوہارا از قطاع الطریق  
بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دوصدی و جاگیر از محال سائی پور  
و سید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرفرازے یافت۔ بعد چندی سید  
حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود  
اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادرزادہ خود سید کرم اللہ بن سید  
حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر  
سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را  
خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در انام می بود۔ انام  
بروزن حکام از توابع لکھنواست و سلیم پور یکی از قرای انام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مائت و  
الف (۱۱۸۰) بہ رحمت حق پیوست۔ نعش اورا در بلگرام آورده بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ درہندی استاد عصر بود۔ علامہ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تشریف  
خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجموباد فروشی از تلامذہ چنتا من شاعر مشہور ہندی آوازہ  
کمل دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیہ محفل دیوان رسانید  
روزے دوہتہ از منظومات چنتا من در ”اننیا النکار“ پیش دیوان خواند۔ دین  
مقام اول ”اننیا النکار“ را بر نگاریم بعد از آن سررشتہ مقصد اصلی بدست آریم۔  
”اننیا“ بہ ہمزہ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشد و مکسور و یای تختانی  
مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و ”النکار“ بروزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و ”اننیا النکار“ آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تنجہ نرسیدہ کہ  
کسی از ادباء عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است  
چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ے  
چون ظہوری بحر ظہوری نیست در محبت یگانہ می باشد  
و در منشآت میرزا جلالی طباطبائی ہم بیتی یافتہ شد کہ ے  
آب رُخ آئینہ جم منم ہچو منی گر بود آن ہم منم  
و خود ہم در سلک نظم کشیدم ے

ترامی رسد ناز امی دستان توئی چون تو خیل خوش طلعان  
و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ے

سرات کثیر حسان فی الوہی مقلی ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرکات گوید :- علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آورده اند و  
اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در  
صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ ”ہو الدالۃ علی مشاکہ

آمِدْ لِأَخْرَجَ بِالْكَافِ وَتَحْوِجَ“ وازینجا دریافت شد که وجود تشبیه بی مغایرت  
 مشبه و مشبه به متصور نیست - و تشبیه را سه رکن است <sup>بشبه</sup> مشبه و <sup>بشبه</sup> مشبه و وجه <sup>بشبه</sup> مشبه - پس  
 مقصود قائل از وحدت مشبه و مشبه تنزیه ممدوح از شبیه و اثبات یکتائی اوست  
 به تفنن عبارت چه عبارت ”چون تو کسی نیست“ و ”چون تو توئی“ هر دو یک مال  
 دارد که آن تنزیه باشد -

و صنعتی دیگر ازین قبیل در کلام ملاطهوری یافتیم که مفضل و مفضل علیه یکی باشد  
 اگر چه این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائده تحریر می یابد که  
 نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد هم توئی از تو اگر خوبتری می باشد  
 بنحاطری رسد که نام اول ”تَمْثِيلُ الشَّيْءِ بِنَفْسِهِ“ و نام ثانی ”تَفْضِيلُ الشَّيْءِ  
 عَلَى نَفْسِهِ“ گذاشته شود -

القصه دوهی چنتا من در ”اننیا النکار“ که شاگردش نزد دیوان سید  
 رحمت الله خواند این است -

هيو بهر تار کرات چنتا من چت چين

وامرگ نيني کي لکهي واهي کيسي نين

دیوان دخل کرد که این مثال ”اننیا النکار“ نمی تواند شد زیرا که نایکار را  
 مرگ نینی گفت - و مشابَهت چشم او با چشم آهوشا بت شد - شاگردش این دخل را  
 مسلم داشت - و هرگاه نزد چنتا من رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتا من هم اعتراض  
 نمود - و دوهی را تغیر داد -

واسندر کي مين لکهي واهي کيسي نين

و این چنتا من ساکن کوژه جهان آباد است و دو برادر او بهوکن و  
 مترام نیز شاعر خوش فکر مشهور اند - چنتا من در علم سنسکرت سرآمد اقران بود - و

و در سر کار شاه شجاع بن شاه جهان بادشاه با عزت بسری بُرد و اورا تفضیفی است "کبت بچار" نام که در میان سخن سنجان متداول است و به مذکور در انشیا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتا من بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و به تقریب غسل دریای گنگ که از تحت جاجموی گذر و با قبائل خود به جاجمؤ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مہمان نوازی نوعی کہ باید به عمل آورد۔ چنتا من نزد دیوان اقامت کرد۔ و به مناسبت موزونیت صحبت گیر افتاد۔ و کبتی در وزن "جہولنا چہند" در وصف شجاعت و جوان مردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ۛ

"گرب گمہ سنگہ جیون سبل گل گاج من پر بل گج باج دل ساج دہایو"

"بخت اک جہک گہن گہمک دندہن کی ترنگ کہر دہمک بھو تل ہلایو"

"بیرتہہ کبت ہیمہ کنپ ڈر جور سن سین کو سور چہون اور چہایو"

"کہو چل پائی تچ ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلہ کبت بخانہ چنتا من فرستاد و بعض رسانید کہ می خواہم در حضور دالاقامت مباہات خود را بہ آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان بہ معذرت کشود کہ این لائق شہانیتست۔ غائبانہ قبول باید کرد۔ آخر چنتا من در حضور دیوان آمد۔ و سر مجلس کتب را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخہ "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاہ شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوا

از ان کتاب کسوت تحریر می پوشد ۛ



کاری سٹکاری کری کھری سرس سکار  
 لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار  
 سوہت بینی پیٹھ پر جہینین پٹ کی بہائی  
 لوٹ ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی  
 مانگ سہاگ بہری الی بب پائی چہب چھائے  
 سیام منون گھنسیام مین چیل لیک لکھائے  
 بہونہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے  
 کدھ من سوتن تور کی تہارو پیارو پائے  
 آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان  
 دی لاگت سالت جو یہ دیکھت بیدہت پران  
 ہوئی ترچہ ترچہ تکیو بہتو بہا منی بہیر  
 چہب چتون چت مون کئی کا ڈہرت بادہت پیر  
 سندر مکھ چو کا حک اپمان گو برنی نہ  
 آند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین  
 کراچائی جہائی تہ دہاری سج انھ بہائی  
 منو چیلادوئی ٹوک ہوئی گری بہوم پر آئی  
 سو برن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ  
 ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ  
 اوپمان سندر نکھن کی من آوی نہیں اور  
 اندید ہواریند کی کلن بہین سرمور  
 چہلا چہلی چہانگین بب چہب مل اک ساتھ

چہلت چہیل منکو کرت چہلا کلا کی ہاتھ  
 اور لست رو ما ولی موہن موہن بہانت  
 مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت  
 ناہہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ  
 ٹہٹ کی دیکھ میور کریو کچ گر کی کراڈہ  
 گوری بہوری کورٹی تہوری بنیس سہائی  
 بہوری بہوری بات سون چورت من کو آئی  
 لست سیت پچتوریان انگ کیسری رنگ  
 کنک بیل سی جھلمی بال چاندنی سنگ  
 پیہ تہ رت پریت کون پگ گہ کر منہار  
 ہشت ہنست ستہرات درگ للجادت رجھوار  
 بھیج اچائی انگڑائی پن پیہم جنائی جھمائے  
 چٹ پٹ ہر ہرنی کٹی ٹھگ لاڈ و دکھرائے  
 ہر مرلی ہر کی لئے دہری اروج بنین  
 راگ رنگی پر بین تہ کری ہی پر بین  
 کہیلت پہاگ ہلاس سون بہاگ بہری لکھ ناہنہ  
 موٹھی داڈ گلال کی من کیو موٹھی مانہ  
 جھک جھک کہیلت ہی للی جھومر سکھن سماج  
 جھوم جھوم من جگت کی پرت یگن پر آج  
 ہونہہ چڈ ہائی جنائی رس جھونٹھ مان جنائے  
 انہت ہی پیہ من بہتوا لو تہن اینھ بنائے

گہٹ لے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنگھ ہوت  
 گہٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت  
 لٹن چلن کی نام سن گری گہوم کی بہوم  
 پیارین پیاری لکھ پیار پران دئی مکھ چوم  
 پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس  
 کہوری ہو ری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس  
 کہہ کہہ اٹھت جری جری گہری گہری وہ بال  
 چل کی نیک بلو کئی انہین ہت کو ہال  
 کہت سیس کردہر سنون سیام بام پرانیس  
 کنڈھ نٹ سانسک رہی سو وکرت اسیس

## (۴) میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ

پیشترنی قلم واسطی نثر ادگو ش مستمعان را از تصانیف والاچہ حجازی وچہ  
 عراقی نواختہ۔ ایجا شکر ہندی می افشاند و طوطیان ہند را غدا سے روحانی  
 می رساند۔

رتبہ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ تر بات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید  
 و زبان مختاط را بہ گفتگوی دوران کار آ لاید لیکن احیاناً اگر تفسیدہ جگرے التماس  
 معالجہ می کرد بنا بر جامعیت فنون تباشیری از فی ہندی بر می آورد چنانچہ خود  
 می فرماید

شعر گر فضل من پنو شیدی      می شدم در فن سخن اقدم  
 گر پرسی ز جامعیت من      میر خسرو دہد جواب نعم

مصر دو اکبر بن مصر ہر بنش کہ از براہمہ معتبر بلکہ گرام است و در فنون سست  
و بہا کا مسلم خاص و عام۔ و علامہ مرحوم و را بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی  
خان رسانید و در سلک نداء نواب مسلک گردانید۔ دوہمہ در مرثیہ آنجناب نظم  
کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آورده کہ ہے

”ہو انہے او ہوئے گا ایسو کنین سو سیل“

”جیسو احمد ند جگ ہوئی گیر میر جلیل“

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دومہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان  
تاریخ برآمد۔ رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و  
مائتہ و الف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی ”سکھ نکھ“ در وزن بھروی ست۔ این چند گل ازان چمن چیدہ می شود

النام پوتھی پر لکی ایضہ بھائی جیون جڑائی کوٹیکو بہال سہائی

کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ ایک سیام تم اویری الگ سنجوگ

پہلوار ی گھونگھٹ کی یائین جات سمن باس بن چانین نہیں سہات

واکپول نرمل تین دد بن ہار پرت انت جھونٹھی کی مکھ چہار

دائل وکھی پترن باڈ ہست جوت دت چیکنون وکھی ہست کوت

لکھ پوت واکریوان اتہہ ابہرام ہوئی اتیت کرڈاری سیری سیام

سکھ نہ نہ جیوموری دھون کیا کھوئی کری لاگ جہان پچھرویت تہائی ہوئی

نکھس جھلک مہندی سنگ پوت دین چین لال ترجمین ڈاک نوین

بہاد نا بہہ کی ترکو کہو نجات کنول کلی لوموندی بہلی یہ بات

بینی پیٹھ دود مل متو جو کین لانی چکلی باتن من ہر لین

چگل جنگھ سومون اٹکو جاے انت باندہیت گنہی کہنیں لاے

کنول سانجھ موندت نہیں کوس سکور      واچرن کو بندت انجل جور

واز منظومات والا ست این چند دوہہ ۵

پہلوا ری جگ مین سے سیچت لی لی باس  
سو کہی رو کہہ پلاس کون رت بسنت کی آس  
رجنی سجنی پیہ سنگ پاؤن روپ بھات  
اب پریتم پچھری بھی پاؤن پک کی بہانت  
تونا سا کی ڈاہ کی کیر لگی جیہ کوئچ  
رہر کہو نٹو نت کری کہی دیت ہی چوئچ  
پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید  
چہن بچھرت جا کی پری جھاوان چھاتی چھید

## (۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیر زادہ میر عبد الجلیل بلگرامی - ترجمہ اودر فصل اول جلوہ پیراست  
ودرین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ کلکش در قلم و سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد۔ اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی  
نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تحت سخن رایک قلم از اوج غرور انداختہ۔ الحق ہیچ  
طوطی در ہندوستان بخوبی کلکش شکر افشانی نمودہ۔ وہیچ طاؤسی درین بوستان  
بہ نیزنگی فکرش بال و پر نکشودہ۔ جو ہر تیغ مند از نیزہ حظی بہ این حسن و انمودن جز  
او کہ می داند۔ و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف متیاساختن ہیچواد کہی  
تواند۔

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنیدہ۔ حظی کرد۔ و این

قطعه در سلاک نظم کشیده

درین زمانه که ارباب فضل کمیاب است      ز بلگرام و شخص اند در سخن اُستاد  
یکی امام زمان سید غلام علی      کسی به شعر عرب مثل او ندارد یاد  
وگر جهان هنر سید غلام نبی      رساند فطرت او شعر بنده را به مراد  
نگاهدار الهی همیشه ایشان را      بِمُؤَسِّلِ عَرَبِيٍّ وَ إِلِهِ الْأَفْجَادِ  
میرزا جاجانان منظر دهلوی سَلَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَى افن شعر بندهی از میر غلام نبی  
اخذ نمود-

از نتایج فکر او "سکمه نکهه" صد و هفتاد و هفت دوبا است که آن را "انک  
درین" نام گذاشته و دیگر "نایکا برنن" که در سال ۱۳۵۰ هزار و صد و پنجاه و چهار، بحری  
تصنیف کرده و مطابق این سال دوبا در خاتمه کتاب درج نموده و "رس پر بوده"  
نام مقرر ساخت معنیش آنکه ازین کتاب تسلی و خاطر جمع در بیان رس می شود-  
مخفی نماند که نزد اهل هند مقرر است که تغیر و کیفیتی که در انسان از دیدن یا  
شنیدن چیزی پیدا شود- و بعد از آن استغراق کامل دست دهد آن را "رس"  
گویند و آن نه حالت است- و کتاب "نورس" که ملاحظه موری دیباچه آن نوشته  
این معنی هم دارد- نو در هند نه را گویند- از آن نه حالت

اول- "سنگار رس" که عبارت از کیفیت کمال محبت است که مرد را از دیدن زن  
یا شنیدن اوصاف او پیدای می شود و همچنین کیفیتی که زن را از دیدن مرد یا شنیدن  
اوصاف او بهم می رسد-

دوم- "داس رس" که عبارت از کیفیت کمال ضحک است-

سوم- "کرن رس" که عبارت از کیفیت کمال غم است-

چهارم- "رودر رس" که عبارت از کیفیت کمال تهور است-

پنجم- "پیر رس" که عبارت از کیفیت کمال شجاعت و سخاوت و غیره است

ششم- "بهیمانک رس" که عبارت از کیفیت کمال خوف است

هفتم- "بهیتس رس" که عبارت از کیفیت کمال کراهت است

هشتم- "او بهت رس" که عبارت از کیفیت کمال تعجب است

نهم- "سانت رس" که عبارت از حالتی است که در آن حالت همه لذتها محو شود و همه نیک و بد یکسان نماید- و اصل منشاء این حالت ترک و تجرید است-

و درین کتاب اکثر مقامات را که از مصنفین پیشین کم کسی به تحقیق آن رسیده میرسد و نازکی تمام آن مقامات را حل نموده مثلاً فرق در میان اقسام دهر او کهندتا و فرق در میان بچن بد کد با و سوین دوت و فرق در میان کریا بد کد با و بود کد با- و سبب جدا شدن انبه سبنوک و کتاد کرتبا و ماننی از هشت نایکا با وجود شریک بودن این مجموع در او ستهابهمید که مراد از اقسام حالات است خوب بیان کرده- و دیگر مقامات که تفصیل آنها اطالت می خواهد بوجه احسن ضبط نموده- و در ایجاد و اختراع مضامین دقیق و خیالات نازک چه قدر قوت فکری صرف کرده- تمام نسخه از اول تا آخر تمثیلات تام دارد- و مجموع کتاب انتخاب و سحر حلال واقع شده-

و سوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد و "سلین" تخلص می کند- لکن بمعنی محو است یعنی کسیکه در رس محو باشد-

درین مقام صد و بیست و پنج دو با از هر دو نسخه به مراعات ترتیبی که در کتاب است انتخاب زوده- و چند کتب چیده ثبت می شود-

**اول- از اناک درین**

:- منگلا چرن :-

سو پادت یا جگت مون سرس نیه کو بهاے

جون تن من تین تلن لو بالن لہ تھ بکاے  
—: جورا برنن:—

چند کھی جورد چتی چت لینھون پہچان  
سیس اٹھایو ہی ترسس کو پاچھو جان  
—: ارن مانگ پانی جت برنن:—

تین مانگ نہ ارن کن دن جگت کون مار  
است پھری پرتی دھری رکت پھری ترور  
—: ہونہہ اینتھ برنن:—

اینٹھن ہون او تررت دھنک یہ اجگت کی تان  
جیون جیون اینٹھت بھو دھنک تیون تیون جڈہت ندان  
—: کرن مکت برنن:—

مکت بھٹی گھر کھوئی کی بیٹھی کان جاے  
اب گھر کھوت اور کی کیجی کہا ادپاے  
—: نتر برنن:—

ترنگ دیٹھ آگین دھریں برنین دل کے ساتھ  
تیوری چکھ مکھ کی جگت کیوچہت سب لہ تھ  
—: کاجر برنن:—

ری من ریت پچترہ تہہ نینن کی چیت  
بکہ کاجرنج کھائی کی جیہ اورن کی لیت  
—: کاجر کورین برنن:—

تہہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب پنچھ



لکھیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پتھ  
 :- نترن کی لال ڈوری برن :-  
 انجن کی دورت نہیں لوین لال ترنگ  
 کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ  
 :- ناسکا برن :-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچھت سب گانو  
 کٹی نو اسن ناس کی لھو ناسکا نانو  
 :- لنکن برن :-

تھک تھکن تھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ  
 مار مرویو جگت تیوٹ ٹوٹ دولت ہاتھ  
 :- پناری برن :-

للت پناری کلت یون لست ادھر سکمار  
 منون اہی بہاست پریو چنھ انگری بہار  
 :- ادھر برن :-

تیرس دتیا دوہن سس ایک روپ نجہ ٹہان  
 بہور سانجھ کہہ ارنئی بہئی ادھر تو آن  
 :- مہندی برن :-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی  
 ابھیہ دوہتھیرن دس نکھن مہندی بہئی بنائی  
 :- سکمار تا برن :-

لگت بات تا کو کہان جا کو پیچم گات

نیک سانس کی چھوک میں پاس نہیں ٹھہرات  
:- رومادل برن :-

اٹل اودرو اسگہر بین رومادل کی بھیکہ  
پرگھٹ دیکھٹی سانس کی آواگون میں ریکہ  
:- پیٹھ کی نال برن :-

نہیں پٹاری پیٹھ تو کینھو دیٹھ بچار  
دھسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار  
:- کٹ برن :-

سنیٹ کٹ سچم نپت تکت نہ یکہت نین  
دیہہ مدہ یون جانی جیون رسنا میں بین  
:- جنگھا برن :-

سیس جٹا دہرمون گمہ کھڑی رہیں ایک پای  
ایتی تپ کہ لی تیتو ہین نہ جنگھہ سبھای  
:- پگ تل برن :-

لکھ پگ تل کی مرولتا کب برنت سکچانہہ  
من تین آوت جیہہ لون مت چہالی پر جانہہ  
:- نکھ برن :-

دوت وا اوت نکھن کی بہنی کون کب ایس  
پای پرت چہت جاہ کو بہیو چند پیہ سیس  
:- تترب انگ برن :-

مکھہ سیس نرکھہ چکور اورتن پانپ لکھ میں

پگ پنگ دیکھت بھنور ہوت نین

دوم۔ از رس پر بودہ

—: پریت بھاو:—

توہت تو ترینہ کو اچھو ہر ہیہ آئی  
سرت سسل سیچت رہت سپہل ہون کی جائی  
—: سکیا:—

دہرت نہ چو کی نگ جٹی یاتین ارمین لائی  
چہا نہ پری پر پر کہہ کی جن تہ دہرم نسائی  
—: المکرت جو بنا مگدہ:—

یون بالا جو بن جہلک ار جن مین در سائی  
جیون پر گنت من کو بچن بیہ پترن مین آئی  
—: نو جو بنا مگدہ:—

جیون بیہ نتھ باڑہت کلا جو بن سیس ادہکات  
تیون سستانس تمر گہٹ چہب دت پھیلت جات  
—: پنھ:—

استہن توارج از نکست جہلک سبحائی  
اُکس نکس سب تین کی پری جین مین آئی  
—: گیات جو بنا مگدہ:—

سکھن کنت لون تہ نین کج تک بہس لجات  
ما نو کل کلین چتی الین ہلس رہ جات

— اکیات جو بنا مگدہا: —

دادن باندہی سانس مین ہور سکھن سون لائی  
 سومیرین بیہ تہور ہوئی بیہ مین اسی آئی  
 — بنو دہا مگدہا: —

سکھن کہین لال آہرن نیک نہ پھرت بام  
 من ہن من سچت ڈرت بہرم لال کی نام  
 — بشریدھن نو دہا مگدہا: —

ہنست ہنست رت بات لہ یون روئی کہہ تیہہ  
 دہک دہک جیون دامن نا جہین برسی مینہ  
 — پنچھ: —

تہہ اکیان ارگیان مین پریم نہ دیت جائی  
 جن گنگ یہہ پاٹی کی رہی سرستی بہاٹی  
 — مگدہا کی سرت آنت: —

یون میخت کو اوللا ابلن انگ بناٹی  
 ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پاٹی جائی  
 — مدھیہا: —

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نہ کہہ لیہہ درگ کور  
 کہلت پریم کی جوتین مندت نیم کی جور  
 — پنچھ: —

رمنین من پادت نہیں لاج پریت کوانت  
 دہون اورا پنچو پہرے جیون بب تیہ کو کنت

—: مدھیا انت کا ما:—

یون تہ نہیں لاج میں لست کام کی بہائی  
لیوسل میں نہہہ جیون اوپرہین در سائی  
—: مدھا کی پرت:—

کان پرت مرگ لون پری مرچہ لٹن کی پران  
کنٹھ ٹھنک نو پر جھنک دھن لٹی جب تان  
—: مدھیا کی پرت:—

رمت رن پرت یون لاج مدن میں چھاک  
جیون رتہہ ہانکت سار تہی دھون لیک کون تاک  
—: پروڑا:—

جب بنتا بڑھ راس میں رب جو بن چمکائی  
مدن تین پرت دیوس مدہ لاج سیت گھٹ جائی  
—: پروڑا کی سترانت:—

ڈہرک پری کہون اربسی نکہہ کچ سیس سہائی  
ترن چھپیو منون کر سکھ دوتج نکس در سائی  
—: مدھیا دھیرا:—

لکھت ہتی درگ کل لٹی چور بدن رب اور  
اب انھہ ان چند ہست کر بو نین چکور  
—: مدھیا ادھیرا:—

یہی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے  
ہاتھ پرت ہو اور کی پائین پرت مو آئے

:- مدھیا دھیرا دھیرا :-

کت نبولیت نھڑکی یہہ پونچھت گہہ ہاتھ  
دھن آنسو اکھن بوند لون جھری بات کی ساتھ  
:- پرور ہا دھیرا :-

پاگ دھرن پیری کھری پیہ مکھہ پری ہنار  
پھول جھری کرین دھری آنکھ بہری جھجھکار  
پرور ہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچھونہ بولی بال  
بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا مال  
:- جیشٹھا کنشٹھا :-

کن پچتر یہ کہیل بل دینہون تھمین سکھاٹی  
موٹھ ماروا کی درگن موکھہ ماندت دہائی  
:- پرور ہا دھیرا :-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ ہی نہ کیکھون ناٹھ  
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بہٹی گہت ہین ہاتھ  
:- اوڈھا پیر کیا :-

نین اچل چل منج تودوا و بدہ من رنج  
نچ پت لاگت کچ ار اپت لاگت کہنچ  
:- انوڑا پیر کیا :-

روکھی ہو جن باس لون پھری دیت جنائی  
بنان جڈہن سرنیہ جو چڈہیونیہ سرائی

۱: سا مانیا:-

مکت مال لکھ دہن کہیویہ اجلت ہے نانہ  
گنگ تھاری اربسی شومیری ارمانہ  
:- انیہ سبنہوک دکھتا:-

تیری پاس پرکاس پر نیہ سباس بسائی  
موکارن لیاٹی نہین آئے آپ لگائی  
:- پریم کرتبا:-

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی  
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سوزی ہوئی جائی  
:- روپ کرتبا:-

جون لہہ ان روپ ٹہنگ اوہت گت یہ کہین  
آپ جگت کون مارکے ہتیا موسر دین  
:- ماننی:-

دہرت ماننی درگن یون انسوا بند بسال  
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال  
:- سوا دہین پتکا:-

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس تہ چکہہ پیہ مکھ اور  
کل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور  
:- انگنٹھا:-

سکھی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناخہ  
گرہ بہولی کہگ لون پھری مومن سو جن مانہ

-: کہنڈتا :-

پیہ تن مکہ مکہ لون دری تہ چکہ انسوا آئی  
منون مدہ کر مکزند کون اگل کئی پھر کہا ئی  
-: پیر لبد ہا :-

لکہ سنکیت سولون رہی یون تہ نار نوا ئی  
منون بنی شیو کی کر ئی سبل کام کون پائی  
-: کلنڈھتتا :-

الی مان آہ کی دسی جہار یو ہر کر نیہ  
تیو کرو دہ بس نان چہتو اب چہوٹ ہی دیہ  
-: پاسک سجیا :-

تہ سکہ سیج بچہائی یون رہی باٹ پیہ ہیر  
کہیت بنائے کسان جیون رہت میخہ اوسیر  
-: ابھارکا :-

ایسین کامن لاج نین پیہ بین اٹکت جائی  
جین سلتا کو سلل پون سامھین پائی  
-: پنخہ :-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار  
کہولت نج چھٹا چنتی ڈہانیت گھٹا نہار  
پرو گھٹ تیکا

نس جگای پراتھ چہت پران مجوری ہال  
انگ نگرین برہ یہہ ہیو نیو کتوال



—: کمکھت تپکا:—

پھلین پاکہ نہ آہو جو اسا ڈہ کی مانس  
پر تمہ جھڑچیت باس لون نکسی پیہو سانس  
—: کچھت تپکا:—

پیہ کی چلت بدیس کچھو کہہ نہہ سکی لجور  
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کردی یہ جو چکنین ہرنت لائے سینہ  
برہ اگن جو چھنک مین ہون چھت اب کیہ  
—: کمکھت تپکا:—

ہراون سن پتھک مکہ اگن ہر کہہ سینہ  
نکھ تین سکھ لون بال کے بہئی چکنین دینہ  
—: کچھت تپکا:—

آوت لہہ گھنسیام کی آن دیس تین پات  
چیلہ ہوئی چکن لگیونیہ نہی کو گات  
—: آگت تپکا:—

سکھی پچھرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت  
بیل روپ پر پھلت ہی لہہ بسنت سوکنت  
—: اتما:—

کیہون اوکن انگ کو لکھین نہ ہت کی جور  
پیہ مینک مکہ کی بہی رونی نین چکور

—: مدہما:—

پیہ سنگہ سنگہ رہت بکھہ بکھہ ہوئی جات  
تہہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

—: ادہما:—

جیون جیون آدرسون للن پانپ دیت بنائی  
تیون تیون یہا من مین لون کہن کہن انیٹھت جائی  
—: پیت نایک:—

جب تین لالں رون کو کون لے آئے سنگ  
تب تین شیو لون آپنی کر را کہی اردہنگ  
—: انکول نایک:—

نئی بسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجاخہ  
بن پر کہے دہن بچن کی ہیر سکت ہین ناخہ  
—: وچھن نایک:—

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پمریت  
وہ ندین یہ تین سون ملت ایکہی ریت  
—: سٹھ نایک:—

ہیر ہیر مکھہ پھیرکت تانت بہو نہ نہ ندان  
بان بدہ کا ہون نہین را کہی چڈھی کمان  
—: دہرشت نایک:—

کاہہ گیوہی آپہین موسر سو ہین کہا ئی  
آج سیس جاوک لیٹن پھر لوٹت ہی پائی

:- اویٹ نایک :-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان  
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران  
:- بیسک نایک :-

لال ادہر ہیرارون جنھہ سبرن تن ساتھ  
دیجیئی کھنہ دہن لیائے جو کیجیئی تنہ دہن ہاتھ  
:- روپ ماتی نایک :-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی  
نیک لکھونج بدن سون رادہی بدن ملائی  
:- پروکھت نایک :-

اگن روپ بن ری برہکت جارت ہی موہ  
تہہ تن پانپ پامی کے بور مار ہون توہ  
:- سرورن درس :-

جب تین موہ سناٹی تون کہے کا نہہ کی بات  
تب تین درگ مرگ لون چلی کانہین کون جات  
:- سپن درس :-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ  
سپنن کوچت چور کیون آوی اپنن ہاتھ  
:- چتر درس :-

چترہ چتوت چتریون رہی ایک ٹک جوئی  
متر بلوکت را دری کہو کون گت ہوئی

—: سوتکھ ورسن :-

جیون پیہ درگ لال بہنوت تہ بدن کمل کے اور  
تیون پیہ مکھ سس کی بہی تہ کی نین چکور  
—: دوئی برنن :-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ  
انھ چپلا چکای ہون لیاے تہاری انگ  
—: ہایکا کی استت :-

کسک کسک پونچھت کھاجسک مسک انمان  
کہسک جائے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن کان  
—: برہ نویدن :-

کہا کہون واکي دساجب کہک بولت رات  
پیوسنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات  
—: بسنت رت برنن :-

کہون لیادت بکست کسم کہون ڈلاوت پائی  
کہون پچھاوت چاندنی مدہ رت داسی آئی  
—: نربدہ بات برنن :-

سرور مانھ انھای ارباگ باگ برماے  
مندمند آوت پون راج ہنس کی بہاے  
—: باک برنن :-

کلپ برچھتین سرس تو باگ درمن کون جان  
ساگر نکسو لکھن کون جل جھنن مس آن

## گر یکہم رت برنن

دھوپ چٹک کر چٹیک ار پہانسی پون چلائے  
مارت دو پہریج تہ یہہ گر یکہم ٹھک آئے  
:- پنخہ :-

چھٹ نہ لی تل نیر جل دل سچ چہت تین آئی  
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بہان پین دہائی  
:- جل کیل :-

ہر چھینٹ یون تین کر لہہ جل کیل انند  
منون کمل چہون اور تین مکتن جہورت چند  
:- پیاوس رت برنن :-

پاوس میں سر لوک تین جگت ادہک سکھ جان  
اند بدہو جاہیں سدا چھت بھرت ہین آن  
:- پنخہ :-

جہول جہول تہہ سکمت ہین گنگن چڈہی کی ریت  
آج کالھہ مین آئی ہین سر نارن کون جیت  
سرور رت برنن

چند بدن چمکای ار کہنجن درگ پہر کاے  
سکل دہرا کون چہلت یہ سروا بچہرا آے  
:- ہمینت رت برنن :-

ہیت سیت کی درن تین سکت نہ او پر جائی  
رہیو اگن کون پاے کی دہوم بہوم مین چہائے

—: سسرات برنن:—

پرگت کہیت یاسرین روکہہ روکہہ کی پات  
پیچرن کون چت ہون دہرین سوکہہ جات ہی گات  
—: لیلہا ہاؤ:—

سیام بھیکہ سج کی گئی رادہی درپن دہام  
بھولیو بھیکہ جگت بھئی جت دیکھی تب سیام  
—: بلسا ہاؤ:—

درگن جورا نٹھلاے ار بھوہین کر بلسای  
کامن پیہ پیہ گودین مود بہرت سے جای  
—: لالت ہاؤ:—

سکل بہو کھنن کون جدپ تو چہب رہی سنگار  
پی کنھہ بدھ انھہ بہارئی پیہ مین جیہی نار  
—: پیچہرت ہاؤ:—

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال  
سوئن کو رنگ سیام دی رنگیو سیام کو لال  
—: بیوگ ہاؤ:—

بات ہوئی سودورتین دیجئی موہ سنائی  
کاری ہاتن جن گہو لال جو نری آئی  
—: کلکنچت ہاؤ:—

شوسر کی سس مین شوانک نج چھانہ بہرائی  
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

—: بجھرم ھاؤ:—

بیندی ارن کپول دی لال دتھونان بھال  
ایہہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال  
—: بودھک ھاؤ:—

مانگ بیچ دہر آنگری ڈھانپ نیل پت بہال  
اروہ نساکس چھپت پیہ سین بتای بال  
—: مدہ ھاؤ:—

روپ گرب جو بن گرب مدن گرب کی جور  
بال درگن مین مد بھرن آوت چلین ہلور  
—: سو بھا اداہرن:—

ایک سکھین کر لی چہرین ہنت چکورن دہای  
ایک بہنور کی پھیر کون مارت چنور ڈلای  
—: کانت اداہرن:—

مکرملتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس  
تو توانن کی ملن کی سبرن را کہئی آس  
دیسیت اداہرن

چند جہان بدہ مکہہ رچی تن چپلا سو ٹھان  
تا پراوب دہری کہری تو تور پوجی آن  
دہیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کو برت رہت ہیہہ مانھہ  
بات چہون دس کی سہی بہجت کیسہہ ن نانہہ

:- آٹھ سانوک بہاؤ:-

پیہ تک تہک اوہ برن کہہ پلک سوید تین جہاے  
ہوئے برن کنپت گری تہہ انسوا دھراے  
:- سنگار رس اداہرن:-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بہاے  
رجھ چھکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای  
سنجوگ سنگار اداہرن

لی رت سکھ ہریت جیون رچی پریا اور میت  
راونو پرن بین ہی ایک رسان کی جیت  
:- انتھ بیوگ مدہ سرتا نراگ:-

جاہ بات سن کے ہی تن من کی گت آن  
ناکہہ دکہائین کامنی کیون رھہین مو پران  
:- پوریانراگ مین درشتا نراگ:-

ہین شکیا مانہہ متھہ دھٹھہ رٹی کون دار  
مومن ماکن لی کٹی دیہہ دہی کون دار  
کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چٹی ہی ہیہ تہہ مکھ گت آئی  
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی  
:- وان اپائی:-

پھٹی ہین نج گرن کنہ لال مالتی پھول  
جھنہ لھ توہیہ کمل تین کٹہی مان ال تول



## بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری ناہنہ  
تنھ ترور دہیت نہیں رہیت جا کی چھانہ  
—: پیر سنگ بدھیس ا پائی:—

کہت پران جو رین کون تپوت ہین کرمان  
تی سب چکئی ہونھ کی اگلی جنم ندان  
—: پیر یاس بیوک:—

سوا مناون کون گئی برہن پہپ منگے  
پرست پہپ ہشتم ہی تب شیو دی چڈھے  
—: کرنا بیوک:—

سکہ لٹی سنگ جنہ تچ گئی پیہ مم رچھا کاج  
سوء پران دکھ پائے کی چلیو چھت ہی آج  
سندیس

پکڑ بانہ جن کر دٹی برہ ستر کے ساتھ  
کھیوری وانٹر سون ایسی کھیت ہاتھ  
—: پائی:—

بتھا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ  
پاتی دے ہین اور سب ہون دیہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ دروزن رباعی بستہ کہ این دور باعی از ان

ا۔ سکیا

از بسکہ حیا دوست ہی وہ مایہ ناز اس طرح سوانہ ہی اس کے سخن کا انداز

خانے کی زبان سون جیون نکلے ہیں حرف پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز  
۲۔ بشر بدہ بنو دہا

آٹے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف و حجاب  
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس جیون آگ میں زور سین دوا کے سیاب  
—: نعت :-

نور اللہ تین اول نور محمد کو پر گٹو سبہ آئی  
پاچھین بنی تہون لوک جہان لگ اوسب سرشٹ جو درست دکھائی  
آدلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی  
تولون نہ پاوی الہ کون کیہون جو لون محمد میں نہ سمائی  
—: منقبت :-

پر بھوکون نہ جینہو ان من میری ایک چھن بیداو پران کو کیونہ چت چاوری  
تج دوار ایس کو نوایو سیس مانس کو سیٹ ہی کی کاج سب لاج کہوے باوری  
ایسو ہی ندان جاہ آج لونہ آبو گیان کیہوں نہ تجھی اجان اپنو سہادری  
بہریو اپرادھ تہو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بہروسی ایک راوری  
بشر بدہ بنو دہا مکر ہا کبت

اوچک ہن آئی بال نین ہنار لال بیٹھ گئی تنخہ کال آپ کون چھپائے کے  
چنچل چتون چت چھین ہر رسلین کون کر کری کیل بہون مرجھائے کے  
تاہی سی پیہ پاس آڈاؤ سکھین کے آون تہ کی رہی ہی چھب جھائے کے  
بادھک جیون چوٹ کے دت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ بھین کھج لیت جائے  
—: ترنائی اگم ریت برینو کبت :-

آوت بسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت پنیت ہے

بکست سمن من سپہل اروج ہوت بھوننت بھنور چت راگھ رس پریت ہے  
گہور و گنٹھ بہاس باس انگ کے باس پر م پرکاش کر لیت پران چیت ہے  
رت بیس گئی تین نہ بہاوین رسلین دو او جو بن کی ریت سوئی جو بن کی ریت ہے  
— مدہیا دھیرا دھیرا کبت —

رات کون کون بی جیون پر ات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکپات لکھ پیاری کون  
نین سنگھ مل دیو سہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون  
تب ان کینہین گہات نین میری ہین پردت کیسی کر ہیرون تو لکھ اجیاری کون  
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چہرمان بھی ہون درگ کنولن تھاری کون  
— رت دوئی منایو مانسی کوتا کو کبت —

بدن ہی چند تھان راہ بار دیکھت نین مرگ پلواد ہر تھان آہی  
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ مین ہین سور کو پوروم راجی پٹی سراہی  
کٹ سنگھ گج گت ہی تین بیگہی باتین یہ بات آن ہٹین اد گاہی  
ایتی سب ستر تو تن آن متر بھی تو کون بج متر سنگ سترنا نہ چاہی  
— سانت رس کبت —

تیری منور تھ کون ہوت ہی سین لوک تو نہیں ہوئی اکاس کر ہی نکھت اُدوت ہے  
تو نہیں چارو تو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہیں ہوئی میگہ پوجی کوت او اکوت ہے  
تو نہیں بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہیں ہوئی کے ستر لیت اپن تین بوت ہے  
جاگ پرین چوٹھو جیون سپن لوک ہوت تیون ہین آتا پجاری لوک جاگت کو ہوت ہے  
— نرت برنن کبت —

بس بنای لٹ آن پی لٹکائے کا جبر لگائے چکرہ پان مکھ کھائے کے  
تال جنکائے بین مردنگ ملائے تکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اٹھائی گٹ گریون لچکائے دواو ہنوں نچائے ات نین ٹکائے کے  
نیور بجائے جب بہائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آئی تیری پگ دہائے کے

## (۶) سید برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقر و شعرا شیرازہ جمیعت این اجزا است  
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔  
”پیم پر کاس“ نام رسالہ دار و شتمبر دو ہا و کبت و بشنید و دہر پر وغیرہ کہ در مردم دائر  
است پیم تخلص می کرد و قدری از اشعارش ثبت می شود۔

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت  
آنسو بوند سمرن لیٹن درن بچھا ہیت  
پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سماے  
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہاے  
انٹیاتن کی اٹیٹی من پٹوا بھو مور  
سور جھاوے کر گیان سون بنی پیم کی دور  
من پچھی تن پنجا پانپ بھرو امول  
پیار و پور و کر دیو توہیں توہیں نت بول  
تم دیپک ہم ہین پتنگ اجلت گے سنائی  
بن دیکھین نہیں رہ سکون دیکھین رہو نجائی  
ہون چکئی واسندھ کی جہان نہ سورج چند  
رات دیوس نہیں ہوت ہی نان دکھ ناخہ اند  
ہن پارتن کی کھری دھیان گیان رس موی

برنجہ اگن سون پہونک دی نرمل کنڈن ہوی  
 جہان بیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ  
 جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ  
 جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن  
 ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران  
 ہم کسان ہمت کھیت کے بووین دھیان کے دہان  
 لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان  
 نئی ریت یا پیت کی پھلین سب سکھ دیکھ  
 پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیجھ  
 من بند ہووا کیس مون ڈھونڈ ہو کیٹو بار  
 ہوو کار ی رین کو تا کو کہا بچار  
 ہمت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیڑ  
 کیا کیجی من ہوی گئی کڈوا کڈ ہتین پھیر  
 یُوْمَتُوْنَ بِالْغَيْبِ کون آنکھ موند من پیل  
 سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیں  
 سیاہم ہو ساچ سون سر نہر آوی کوی  
 پر م جوت تا بدن پر جگمک جگمک ہوی  
 تو نہیں تو نہیں جو چھوٹے ہونہیں ہوے  
 جہاں بچھاوی کامری رہی اکیلا سوے  
 رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار  
 بیٹھی برہار ادوی سدا کرت جیو نار

میاموہ من میں بہری پیمن پنٹھ کون جائے  
 چلی بلائی حج کون نوی چوہے کھائے  
 ادوہ گئی آئی نہ ہر کریو نہ ہر چت چاڑ  
 برہاتوہ اندہی مول ڈھول بجاؤ

### (۷) میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی

سابق درفصل اول بیان نمودہ شد کہ اورا رسالہ ایست مسمی بہ ”شکرستان خیال“  
 در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار  
 ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ۔ از انجاست ۷

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت  
 رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت  
 کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات  
 پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات  
 — بکبت —

میٹھی ہی نیت ہی بھائی بھائی نین کی جاکی رس چاکھی کو بسی للچات ہیں  
 پیکی او بھیسی سب کہائی کے کہا کہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سات ہیں  
 کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہیں پیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی اوٹھن ہلات ہیں  
 ایسی سکار ہیں ہی اولی بارون کاپی کی دیکھ کی لکھیں دیکھو ٹوتی نہوجات ہیں

### (۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است۔ ترجمہ او درفصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید۔ و مضامین و لنشین مے آرد۔ بر خے ازان ورین جریو  
درج می شود۔

## از سکھ مکھ دوہا

۔: منگلا پجرن :-

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای  
سکھ مکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سما  
۔: مینی برن :-

سمد ہیو متھ مین من لئی جگ کرت انیت  
مینی تیری سیس مدہ کرت کو مینی ریت  
۔: مانگ برن :-

بچھو ہیو متھ کے نان پچھو اندا بد بہچ سوے  
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکی کلا جو کوے  
۔: انک سدی جت :-

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان  
پہن ست انگ مینگ کے من دہو کہین لپٹان  
۔: نتر برن :-

لکھ چکھ مین بہر بہا دام مانون لیکھگ مین  
چکھ پدیرکھ کرت ہت لک دینہی ہی این  
۔: اکھ :-

کہنچ تھکی لکھ چیلتا کورنگ چکی لکھ رنگ

مین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ  
—:اکھ:—

بس پھیلٹ انکی لکھت من پاوت نہیں چین  
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین  
—:کرن برن:—

گنیا کیون کہہ سکت تہ ستمتا سیت پرکاس  
جاکان پت کی کرت مکت ناک پیٹ باس  
—:ناسا برن:—

اچت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے  
اوجھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے  
—:نتھ برن:—

تہ نتھ کی جھولن نرکہہ لینہی من یون پای  
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی  
—:کرن مکت برن:—

مکت بھٹی جدپ توؤ ناک باس تو آس  
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس  
—:لالری برن:—

نتھ موتن نج لالری راجت ہی اینھہ مود  
مکت رمت منون ناک پراند بدہوگھ گود  
—:ادہر برن:—

ادہرام دہرہیت کنھہ بال سد ہا دہرہہال



سینچو اوٹھن ناس مگ ادھر گاڈ مر نال  
—: مسابرنن:—

لسامسات رس مسابسا کپولن سو بھ  
دھنسا الی ال کل مین پھنسا سور بھ کی لوبھ  
—: دسن برنن:—

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناخھ  
بھان اودی ہون دیکھئی نکھت بال بدہ ماخھ  
—: دس برنن:—

دسن مکت کی ہوت ہی جھان ہنسن در سائی  
بیج کھری دب جات ہی پھول جھری بھ جائی  
—: مکھ جوت برنن:—

انگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناخھ  
تو مکھ دت لکھ رسن جردیو راک ہیہ ماخھ  
—: مکھ جوت برنن:—

مکھ دیپ وادن کی ایمان ہین سب ہین  
جا مکھ جوتن ہوت ہی رجنی پت دت چھین  
—: مکھ باس برنن:—

ڈگر ڈگر تو بگر کی گنجت مدھکر پیج  
کینو تو مکھ باس نی ہون کنج بن کنج  
—: تھو دہی برنن:—

تو تھوڈ ہی سو بھا چتئی کیون نہ لال لپچانہ

جنھ لکھ ٿو ڏهي ٿا ته وٺي ڪري بال پڇتانه  
— ڪنھ سرنن —

هاريو ڪوٺ ڪپوت ڪو ڏيکھ ڪنھ اهرام  
گهين لون ان نج گرین ڌاريو ٿيڪا سيام  
— ڪنھ سرنن —

لارا دارا ڪنھ لکھ بهيو ڪنب ات پاپ  
اڪلت ننه ڪرت بين بيهه پھونڪ من آپ  
— ريکھا سرنن —

پيکھ ريکھ ٿو ڪنھ کي جيھ ڪپوت دهر تيکھ  
پھانسي پھانسي نج گرین پيت داگھ بسیکھ  
— ڪنھ سرنن —

سني جهنڪ سرليت بين تو سو ڪنھ کي ڪوک  
چاتڪ هيھ ڊوٺوڪ هوي جر ڪھوک پئي موڪ  
— نار سرنن —

نار نار لکھ کي رهين نارين نار نوای  
هارين سارين ههر کي هارين هاري کھای  
— بانھه سرنن —

پاس تلت ٿو بانھه کي پيت اجلت هيٺ  
جيوليت دهه ڪر پرين يهه پيتم جيھ ڊيت  
ڪانگھ سرنن

ڪنھيان لکھ ان بانھه تر سڪھيان رهين اجيت

سُدها سندھ بھرتین پری سندھ کھنہ ہیت

—: پھنچا برنن —:

کوٹ اوپاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ  
پئی پھنچن واکي ہنن پھنچت اپان ہاتھ

—: پورین برنن —:

بہاوت چت آوت ہن لکھ انگریں چھب این  
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی مین

—: رومادل برنن —:

مانگ انک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ  
اُور آن سو پرگشتی روما دل کی بھیکھ

—: رومادل برنن —:

رومادل نہہ جان تون لکھ پیر سکھی رنگ  
گج شوچ متوتک چلیو نا بھی بر بہونگ

—: کچ اگر سیامتا برنن —:

ست یام کچ سنبھ پر نہیں سیامتا رنگ  
رہیو منو بہو کون وہی سرچڑہ رہیو کلنگ

—: ارج سندھ برنن —:

الی بھلی بدھ جان تون ارجن سندھ انوپ  
ادھرامی کی چرن ہست راہ مانہ کی کوپ

—: نا بھہ برنن —:

نا بھہ بھنور لون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکھان کیجی کون سراپان بوڈی جات  
—: کٹ برنن:—

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات  
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہیں ورسات  
—: اکھ:—

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیونٹھ بدھ سنگ  
پرگٹ بہیو ہی بھیکہ دھر جگ امیک کو انگ  
—: کام بھون برنن:—

تیری نابھ تر کوالی برنن کرت سکات  
بدھ پنج میہ سکیت جہان اوپان جات لجات  
—: چرن برنن:—

اھل کھل واپرن کی لہئی نہ سمتا این  
جا پر ہنورن سون سدا بہرمت ہین جگتین  
—: ایڈی برنن:—

تو ایڈن سکھان کی ہین اپان سب ہین  
موڈھ بوڈھ جا برنن ہوی اند بدھو پد لین  
—: گات برنن:—

اپان کو او لاگت نہیں واتن اوپ اوپ  
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ  
—: چھت برنن:—

چھب جھلک منہ جھلک تین من لاگت اپان

ہوت اودئی سس کی منون سمدل اولتھان  
 :- سکمارنا برن :-

کیون وہ بھوکھ کنک کی سجئی انک سکمار  
 نیٹھ نیٹھ مگ ڈگ دہرت نار مہاور بہار  
 :- سو بجا برن :-

بن جیورجیہ برہری تا تین بدھ بچار  
 متواری ہتیار لون راکھی بہوکن ٹار  
 :- سکھ نکھ پورنتا :-

پرتم پنجو سکھ نکھ برن عارف نیٹ اجان  
 بدھ جن جان سندھاریو چھیمو بدھ ندان

## از سکھ نکھ کبت

:- چورا برن :-

کید ہون بدھ بدھ بدھ بدھ چھند بند کر یاند ہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے  
 کید ہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوار پہل تا کو چھب دیت ہے  
 کید ہون کام نٹ کھری کنڈن جہری بین دہری نیلین کوئی دان پرانن کو لیت ہے  
 کید ہون ہم سان بین بدن بیٹھو آسن کئی کید ہون تیرو جورو نیہ کو نکیت ہے  
 :- مینی برن :-

کید ہون رتن سان ہین کے سکھاپی سوہی دمار ترن تو جاعے ادہک سکھ دینی ہے  
 کید ہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کید ہون نب رنا کے سچم سنینی ہے  
 کید ہون کل پردم کے للت لتا کے پرت سندر سودیس سوہی ال ال سیہی ہے

سکھان سو بیکھ آدرس کی سہاونی ہی کید ہون منوہنی کی موہنی سی بینی ہے  
 —:نتر برن:

کید ہون مین کیتن کی سرکی ہین اوجھی مین کید ہون بنج سر جو کی سرادوات ہین  
 کید ہون پھپٹ ارن سر سچ تا مین نیل کنج را کھی تا کی سو بھاسرات ہین  
 کید ہون جوری بھوری کل کنجن کی رنجن ہی رسک ملند کید ہون دنپت بکھا ہین  
 پنٹ نویل ال ہلی ہم سیلی کید ہون تیری سچہ اچہہ میری چچین سہات ہین  
 —:مکھ برن:

باسرن ہو ایتو اوت امل جوت واکونس ہی مین اد لو کی لوک لوک ہے  
 بہان مد مان یا کے مہان سمان مان بہشین دن واکون دن پردیہ سوک ہے  
 پورن پر کاس سدا سدا کو نو اس دیکھو رہت دوکت جاتین نت سوت کوک ہے  
 یا کون نکلت نکلت لکھو ہی واکون تیرو مکھ چند بال چند سم کوک ہے  
 —:ناسا برن:

سکھان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلا کھی ہے  
 تل کو سمن تلوتول تن پادئی نہیں تو مین کیتن کی چھین بدہ بہا کھی ہے  
 سکھان امل مہا کومل نوین ات روپ سر سرج کلی کی سب تا کھی ہے  
 راجو بنج نیہ تین بداتا تہ مکھ دیپ تا کی دت ہیت ناسا باقی سم را کھی ہے

### اروج برکا برن

کاندیکے کول کید ہون کام کیل کلا کر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین  
 جون تنک ماتو مد کی ترنگ تنک ناکی کل کینھ کج بھیکھ جک تیری ہین  
 کید ہون کاہوسدہ ہیکی سادھنان تین ہم لتا سو پھل بھی ہی تا کون بیکھ کب چتیری ہین  
 کلکا سروج ہین منوج مانسر ہیکی کید ہون جب جوج سی اروج تہ تیری ہین

### —: رام راجی برن:—

کید ہون منمتھ کیا نے من بس کر بیون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے  
کید ہون پیہ منکے منور تھ نین کج ڈاری کند کاری ات چھب چھاجی ہے  
درپن اور ہین کی تیب کوری کو جاتین نپک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے  
کری پیہ راجی دیت سوتن کو باجی یتیری روم راجی بدھ ایسی سمہ ساجی ہے  
—: جان برن:—

کری ہوئی ارہین کرسانکر کری ہی دیکھ نیت اپنجا بہری رنجاگت چھاجی ہے  
سندر سرت دت سو بہونت راجت ہی رچنار چرچ کرن براجی ہے  
ات ہین سوپ ڈہاری روپ ہیکی ساپچی مانون کاریگرٹین اچھی موڑ سماجی ہے  
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان تیب ساجی ہے  
—: نو برن:—

روپ کو کیدار سم سندر راجتاہین ترل کنگ کیسی لتا در سات ہے  
کید ہون چہری کھری کلد ہوت کی نور ہی جا کے چھب مریچ کی چھتا چتر ہے  
نوپر نوین نیلن کی ننگن جیٹو ماکو کر دیٹھ انیتھ اپمان سہات ہے  
بہونرن کی پانت تامرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھ سون اگہات ہے  
—: پد برن:—

پدم نہار بار پنگ پد کار بیٹھو باسر سرن واکون ہوت دن کر ہے  
سانجھ مرجھائے جھوم جھکت ہی سوچ سوچ تلج بیہات کری پھیر سر پر ہے  
کومل امل مہات ہین سرنک لکھ اپمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے  
ایری پرت بنب تیری بدھیکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان بچ کر ہے  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اِلَیْہِ رَاجِعُ خرام بہ منتہای این قلمور رسید۔ و سیا حق کہ

آغاز کرده بود به انجام رسانید - و به اقتضای ترتیبی که درین تالیف اختیار افتاده ختم کتاب بر نظم هندی دست بهم داده - چه مضایقه - بعضی الفاظ هندی جزو فرقان عظیم است و جواهر سلک کلام قدیم -

شیخ جلال الدین سیوطی رحمه الله تعالی در تفسیر "در منشور" می گوید تحت قوله تعالی طوبی لهم وحسن مآب "اخرج ابن جریر و ابو الشیخ عن سعید بن مسیح قال طوبی اسم الجنة بالهندية" .

و نیز شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیه کریمه سندس خصص از شید له صاحب کتاب بر این نقل می کند "السندس رقيق الديباج بالهندية"

و نیز شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید "اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابيه رضي الله عنهما في قوله تعالى يا ارض ابلعي ماءك اثنى بي بلغة الهند" علماء فصاحت اتفاق دارند که این آیه افصح آیات قرآنی است و ابداع بیانات آسمانی - وقوع لفظ هندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیه بلند پایه از عجائب است -

ختم این کتاب در سنه ست و ستین و مائة و الف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست - و خامه آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست مولفه

حبذا نو نهال موزونے کرده ام سز در ریاض سخن

سال اتمام آن خرد پرسید گفت آزاد "ختم ۱۱۶۶ او احسن"

چشم از یاران و ادرس و عزیزان میسج نفس آنکه اگر گوشه چشمی برین متاع حقیر اندازند - و با وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را به ارمغان

له در منشور جلد راج صفحه ۵۹ مطبوعه مصر -

له اتفاقان صفو ۱۱ مطبوعه مصر ۱۳۱۰ جلد اول -

له در منشور جلد ثالث صفحه ۳۳۵ -



دعائے یاد آرند۔ و سبزه احسانے بر مزار خاکسار و گذارند۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ  
 عَلٰی سَيِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَ عَلٰی اٰلِهِمْ وَ اَصْحَابِهِمْ نَهَايَاتِ الْاَوَّلَيْنِ - وَ اٰخِرُ  
 دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِالْخَيْرِ



(۱) حصہ اول میں مقدمہ مصنف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالت مآب صلعم اور ان کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کو ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اور دنیاوی امور و نہایت ہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیران جنگ کے متعلق یورپین مؤرخوں کی افراط و تفریط کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت م نے اسیران جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہاد و جہاد کی سرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں نوٹس غلام اور جرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علامہ نے تاریخ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و موطن کی تحقیق۔ جرم و جرم کی لغوی تشریح۔ بنو نضیر بنو قریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوہ خندق کے متعلق تیسرے بن مسعود کی تقریر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعداد زوجات۔ غلامی۔ تسری کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ہند" اور "ماثر الکرام" اور "عظم الکلام فی امر تقاء الاسلام" اور تحقیق الجہاد جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بے حد شائع کر کے اسلامی رُخ پھر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

ابھی علامہ حسنین صاحب پانی پتی کا نام نہائی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل المیہ نام نہائی  
خانہ ترجمہ نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحقاق اور وثوق  
ہے کہ یہ ترجمہ علی بن ابی شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے  
مرتبی ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنی مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ  
اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے ان کے  
صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ  
کرنے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب  
نے اس اردو ترجمہ میں اصل متن کو جمع کر دیا اور نصف کاظم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح  
اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو  
صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی  
کتبوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ عرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تَحْشِی میں نہایت جانکاہی  
عرق ریزی اور کمال تحقیق و ترقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جامعوں  
کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تنہا انجام دیا۔ جس کے لئے وہ مبارک باد اور شکر الہی کے مستحق ہیں۔ اور  
حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ ترجمہ کسی طرح  
طی ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدر دان و امداد کرنی چاہئے تاکہ خان صاحب  
ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آئندہ حوصلہ ہو سکے۔ صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم  
کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے  
شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل  
کتاب کے (۴۱۲) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاه عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ  
میں قیمت نہایت کم یعنی فقط (۵) علاوہ محصول اک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے مولوی  
عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

۵ شوال ۱۳۳۱ ہجری  
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری  
حیدر آباد دکن











